بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ جل جلالہ

سے

محبت بڑھانے کا طریقہ

مرتب

عبد اللہ صدیقی

ریسرچ اسکالر آف ایمانیات

زیر سرپرستی

مولانا مفتی محمد مصطفی صاحب مفتاحی

(چیرمین ایمانیات سنٹر حیدرآباد، اے انڈیا)

ناشر

عظیم بک ڈپو دیو بند، ضلع سہارنپور، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی کھلی اجازت ہے)

نام کتاب: اللہ سے محبت بڑھانے کا طریقہ

مصنف: عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی: مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی

کتابت: محمد کلیم الدین سلمان قاسمی (9963770669)

سن طباعت: (اول) ۲۰۰۸ء

تعداد اشاعت: ۵۰۰

قیمت:

ناشر: عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی۔247554

ملنے کا پتہ

AZEEM BOOK DEPOT
JAMA MASJID ISLAMIA BAZAR, DEOBAND U.P.
Ph.No: 01336-223845, Mobile: 09319525634, 9411485040
E.mail: AZEEMBOOKDEPOT@HOTMAIL

☆☆اس کتاب سے متعلق تاثرات اس پتہ پر لکھئے☆☆

مجاہد احمد (رضوان): Hno:10-5-8/8/A/8 احمد نگر روڈ

مانصاحب ٹینک، حیدرآباد۔28 اے پی۔انڈیا

Cell: 9966992308, Res: 040-23300008

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
بندہ کو اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت کرنا ضروری ہے	4	اسلام نے پیغمبر سے محبت کرنے کو لازمی قرار دیا	46
محبت اور خوف اللہ ہی سے رکھا جائے	5	عشق رسولؐ کے بغیر ایمان واطاعت معتبر نہیں	49
اسلام نے خوف اور محبت دونوں کی تعلیم دی	6	اسلام انسانوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ زبانی، قلبی	
غیر مسلموں میں خدا سے خوف ومحبت کا تصور صحیح نہیں	6	اور عملی محبت کا مطالبہ کرتا ہے	52
غیر مسلم اللہ سے محبت کا دعوے میں جھوٹے ہیں	7	غافل انسان اللہ کے مقابلہ اسباب سے محبت کرتا ہے	53
اسلام نے انسانوں کو بے خوف ہونے سے سختی سے روکا	8	بے شعور انسانوں کے پاس خدا سے بڑھ کر مخلوقات	
اللہ نے خود اپنے غضب پر اپنی رحمت کو غالب رکھا	10	کا تعارف اور ان کے احسانات کا احساس ہوتا ہے	54
اسلام ایمان والوں کو اعتدال کی تعلیم دیتا ہے	12	انسانوں کو اللہ کے احسانات کا احساس بہت کم ہے	57
اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں پر رحم کرنا چاہتا ہے	12	نعمتوں کو روک لینے پر نعمت کا احساس زیادہ ہو جاتا ہے	61
اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں چند کے سوا باقی نام		تمام جانداروں میں احسان مندی کا جذبہ موجود ہے	62
اس کی رحمت ہی کو ظاہر کرتے ہیں	13	اللہ کی محبت سے انسان اور جن ہی کو عزت ملے گی	64
اللہ تعالیٰ کن کن بندوں سے محبت کرتا ہے؟	14	انسانوں میں عقلمند کون ہیں؟	65
دنیا کی چیزوں سے اللہ اور اس کے رسول سے بڑھ کر		غور وفکر، تفکر وتدبر کے خاص طریقے	67
محبت رکھنے پر اللہ کے عذاب کا انتظام کرنا ہوگا	16	اللہ کا تعارف اور پہچان حاصل کرنے کا واحد راستہ	70
اللہ اور دنیا کی چیزوں سے محبت کرنے والوں کا فرق	18	آفاق وانفس میں غور وفکر کا طریقہ	78
جس کو جس سے محبت ہوگی وہ اسی کے ساتھ رہے گا	19	انسانوں میں مختلف قسم کے فرق کی وجوہات	84
اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والوں کا مقام ومرتبہ	19	جانداروں کے جسم واعضاء کس چیز سے بن رہے ہیں؟	86
اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے اوصاف	20	جسم کے سوراخوں سے خون باہر نہیں نکلتا	90
انسان محبت کا اظہار دو طرح سے کرتا ہے	28	انسانی جسم بھی ایک چھوٹی سی کائنات ہے	103
اللہ کی صحیح پہچان نہ ہو تو بندہ خالص محبت اللہ سے نہیں کرتا	29	اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے	115
اسلام نے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے کی تعلیم دی	31	رات اور دن کے آنے جانے میں اللہ کی نعمتیں	122
شیطان انسانوں میں اللہ کی محبت پیدا ہونے نہیں دیتا	33	نبات میں صفات الٰہی پر غور وفکر	134
حضورؐ اللہ کی محبت پیدا ہونے کی دعا فرمایا کرتے تھے	34	حیوانات میں صفات الٰہی پر غور وفکر	142
دنیا انسانوں اور جنات کیلئے امتحان کی جگہ ہے	36	اونٹ کی تخلیق پر غور وفکر	144
اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار نبی کی اتباع سے ہوتا ہے	39	ہوا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور وفکر کا طریقہ	165
محبت کا ثبوت اطاعت وغلامی سے ملتا ہے	40	پانی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور وفکر کا طریقہ	168
تمام انبیا سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے تھے	41	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور وفکر کا طریقہ	174

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبد کو معبود ہی سے سب سے زیادہ محبت ہونا ضروری ہے

بندہ کو اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت ہونا ضروری ہے

وَ الَّذِ یۡنَ اٰمَنُوۡا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔ (بقرہ:١٦٥)

اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بڑی گہری اور شدید محبت رکھتے ہیں۔

مَنۡ یَرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِ یۡنِهٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰهُ بِقَوۡمٍ یُحِبُّهُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَهٗۤ ۔(المائدہ:٥٤)

تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اللہ تو اس پر قادر ہے کہ وہ اس کی جگہ ایسے لوگوں کو لے آئے جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

بنی اسرائیل کے علماء نے حضرت عیسی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تورات کا پہلا حکم کیا ہے؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے خدا سے، اپنے سارے دل، اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ، بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔(متیٰ: باب:٢٢/٣٧، ٣٨)

حضرت عیسی علیہ السلام کا ایک اور قول ہے کہ انسان روٹی سے نہیں جیتا، پھر وہ کونسی روٹی ہے جس کو کھا کر انسان پھر کبھی بھوکا نہیں ہوتا؟ وہ محبت الٰہی ہے۔

مخلوقات کی اصل محبت کا حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے، سوائے جن و انس کے تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ ہی سے محبت کرتی ہیں، انسانوں کو اور جنوں کو چاہئے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ ہی سے محبت کریں، مگر ایسا نہیں ہوتا، وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے بھی اللہ جیسی یا اللہ سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔

شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت سب کا اصل موضوع اور عنوان عشق الٰہی ہے، شریعت کا اشارہ بھی عشق الٰہی ہے، طریقت کا منشا بھی عشق الٰہی ہے، حقیقت کا مقصد بھی عشق الٰہی ہے، معرفت کا حصول بھی عشق الٰہی ہے، یہ حاصل ہو جائے تو دونوں جہاں کی سب سے بڑی نعمت حاصل ہو جاتی ہے، مگر چونکہ ان تعلیمات میں گڑ بڑ کر دی گئی جس کی وجہ سے عشق الٰہی سے رخ موڑ گیا اور انسان غیر اللہ کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔

شریعت کے تمام اعمال بندہ میں عشق الٰہی پیدا کرتے ہیں اور بندہ کو اللہ کا عاشق بناتے

ہیں، نماز عشق الٰہی کا مظہر ہے، عشق الٰہی کی وجہ سے بندہ سخت سردی میں گرم بستر چھوڑ کر نماز کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے، عشق الٰہی کی وجہ سے گہری نیند چھوڑ کر تہجد کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے، عشق الٰہی کی وجہ سے دوکان، تجارت سب کچھ چھوڑ کر مسجد کا رخ کرتا ہے اور سجدہ اور رکوع کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت کا اظہار کرتا ہے، روزہ خالص اللہ کی محبت میں رکھ کر عشق الٰہی میں دن بھر سخت گرمی اور محنت کے باوجود بھوکا پیاسا رہتا اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں گناہوں سے دور رہتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''روزہ میرے لئے اور میں خود اس کی جزا ہوں''۔ حج بندہ کو کامل اللہ تعالیٰ کا عاشق بناتا ہے اور وہ عشق الٰہی میں سب کے ساتھ ایک رنگ میں رنگ جاتا ہے، دیوانہ وار اللہ کے گھر کا طواف کرتے ہوئے اپنے عمل سے بقول شاعر یوں کہتا ہے ؎

دیوار کے اطراف پھیرے یار کی خاطر　　پتھر کے بھی بوسے لئے دلدار کی خاطر

زکوٰۃ سے مال سے محبت توڑ کر اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھاتا ہے، دعاؤں میں آنسو بہا کر ذکر و تسبیح کے ذریعہ اللہ کی یاد قائم کر کے اللہ کی محبت کا اظہار کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کی بڑائی اور اس کے تعارف اور اس کی طرف دعوت میں اپنی جان گنوا کر عشق الٰہی کا ثبوت دیتا ہے، انسان کو دیدارِ الٰہی بھی نصیب ہوگا عشق الٰہی کی بنیاد پر یعنی محبت اور عشق کے درجہ کے اعتبار سے دیدار الٰہی نصیب ہوگا، جتنا زیادہ عشق الٰہی ہوگا اتنا زیادہ ایمان طاقتور اور مضبوط رہے گا، جب یہ محبت آجاتی ہے تو دنیا کی تمام محبتیں اسی محبت کی غلام ہو جاتی ہیں، اسی محبت کے تابع ہو جاتی ہیں، انسان کو دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کو بغیر دیکھے، اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں جینا ہے اور اللہ ہی کی محبت میں مرنا ہے، اللہ ہی کی محبت میں ہر کام کرنا ہے۔

محبت اور خوف اللہ تعالیٰ ہی سے رکھا جائے

حقیقی محبت اور حقیقی خوف صرف اللہ تعالیٰ ہی سے رکھا جائے، اسلام نے محبت اور خوف کو بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق بتلایا ہے، یعنی بندہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ وہ بحیثیت مخلوق ہونے کے اپنے مالک ہی سے ڈرے اور اپنے مالک ہی سے محبت کرے، اگر انسان مخلوق ہوتے ہوئے خدا سے بڑھ کر کسی مخلوق سے محبت کرتا یا ڈرتا ہے یا خدا کے برابر کسی مخلوق سے محبت کرتا یا ڈرتا ہے تو یہ عین شرک ہے، اس کو شرک بتلایا گیا ہے۔

اسلام نے خوف اور محبت دونوں کی تعلیم دی ہے

وَ تَخْشَی النَّاسَ وَ اللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ ۔ (احزاب:۳۷)

اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ سب سے زیادہ خدا سے ڈرنا چاہئے۔

اسلامی تعلیمات اور غیر اسلامی تعلیمات کا اگر ہم تقابل کر کے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے انسانوں کو بہت ہی اعتدال اور توازن کے ساتھ تعلیم دی ہے، اس کے برعکس دوسرے مذاہب میں اس طرح کا توازن اور اعتدال نہیں، انسان اور خدا کے درمیان کا اصل رشتہ خوف اور محبت ہی کا رشتہ ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل سے خوف اور محبت رکھنا ہے پھر ان دونوں میں اعتدال اور توازن رہنا ضروری ہے، انسانوں کو صرف محبت ہی کی تعلیم دی جائے تو انسان خدا سے نڈر اور بے خوف ہو جاتا ہے اور بے راہ روی اختیار کرتا ہے، جس طرح اکثر بچے اپنے ماں باپ کے لاڈ پیار میں بہت بگڑ جاتے، ان کو ماں باپ کا خوف نہیں رہتا، (مثال رہبری کیلئے ہے نہ کہ برابری ہے کیلئے) اسی طرح اگر انسان کو خدا سے صرف ڈر اور خوف کا احساس دلایا جائے تو وہ خدا سے قریب آنے کے بجائے دور رہتا ہے اور کانپتا، گھبراتا، ہمت نہیں کرتا، واسطے وسیلے اختیار کرتا ہے جس کی ایک مثال دنیا کے بادشاہ اور کرسی اور عہدے والوں کی ہوتی ہے کہ ان کے جلال، غصہ اور تیز مزاجی سے لوگ براہ راست ان سے کچھ نہیں کہتے، ان کے مقربوں اور دوستوں کے ذریعہ اپنی بات پہنچاتے ہیں، خدا اور بندہ کے درمیانی رابطے اور واسطے کی تکمیل خوف اور محبت ہی سے پوری ہو سکتی ہے، صرف محبت سے اور صرف خوف سے نہیں۔

غیر مسلموں میں خدا کے ساتھ خوف و محبت کا تصور صحیح نہیں

اگر ہم انسانوں کی تاریخ پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہودی اپنے آپ کو ہی خدا کے چہیتے سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں کہ خدا صرف یہودیوں سے پیار کرتا ہے اور یہودیوں ہی کا خدا ہے، وہ سمجھتے تھے کہ ہم سب اس کے چہیتے پیغمبروں کی اولاد ہیں اور وہ ہمیں عذاب نہیں دے گا اور اگر دے گا بھی تو ہمارے باپ دادا جو خدا کے پیارے ہیں وہ سفارش کر کے ہمیں چھڑا لیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کسی نبی، ولی، حسب و نسب اور خاندن، شکل وصورت، مال وعہدہ کی

بنیاد پر نہیں ملتی، وہ خدا کو اپنے لئے محدود کر کے دکھا لیتے ہیں، پھر انہوں نے افراط وتفریط کا شکار ہو کر صرف خوف اور ڈر اور جلال والا خدا بنا ڈالا اور اس کے رحم وکرم، محبت وشفقت کے تصور کو بہت کم کر دیا، چنانچہ اس کو فوج کا سپہ سالار بنا کر پشتہا پشت تک جنگ کرنے والا، کشتی بھی لڑنے والا اور بستیوں کو تباہ و برباد کرنے والا بتلایا، اس کے برعکس عیسائیت تمام تر خدا کے رحم وکرم، محبت وشفقت کے تذکروں سے بھری پڑی ہے، کچھ کچھ خوف وخشیت کی تعلیم دی جاتی ہے مگر خدا کو اتنا مہربان بتایا جاتا ہے کہ وہ اپنے گنہگار بندوں کے گناہ معاف کرنے کے لئے اپنے چہیتے بیٹے ہی کو سولی پر چڑھا دیا۔

بت پرستوں کے پاس تو براہ راست خدا کے پاس جانے اور اس کو پکارنے اور دعا مانگنے کا تصور ہی نہیں، وہ خدا کے بجائے دیوی دیوتاؤں کو پکارتے ہیں اور خدا کی محبت حاصل کرنے کے لئے خدا کی بیویاں بنا ڈالیں اور ماتاؤں کے ذریعہ خدا کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور خدا کے پاس دیوی دیوتاؤں کے وسیلہ سے جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں، گمراہ قسم کے مسلمانوں نے خدا سے عشق ومحبت رچانے کیلئے جوگی، سدا سوہاگن کا روپ اختیار کر کے چوڑیاں، ساڑی پہن کر چوٹی رکھ کر خدا سے عشق کا ڈھونگ رچایا اور مسلمانوں کی بھی کثیر تعداد خدا کے بجائے بزرگوں، ولیوں سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت رکھتے اور اپنی حاجات وضروریات اللہ کے سامنے پیش کرنے کے بجائے ولیوں کی قبروں اور درگاہوں پر پیش کرتے ہیں اور دعاؤں، قربانیوں، طواف اور سجدوں کے ذریعہ اللہ کے حقوق ولیوں کی قبروں کو دیتے اور ان سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

اس لئے انسانوں کو خوف ومحبت سے ہٹا دیا جائے تو ان میں اعتدال باقی نہیں رہتا، صرف خوف سے انسانوں کو خدا سے ناامیدی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ وسیلے اور واسطے ڈھونڈنا شروع کر دیتا ہے اور صرف محبت ورحم وکرم کی امید ان کو باغی اور گستاخ بنا دیتی ہے، جس کی زندہ مثال اس وقت یہود ونصاریٰ اور گمراہ مسلمان ہیں۔

غیر مسلم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ اپنے دعوے میں صحیح نہیں

دنیا کے تمام غیر مسلم اللہ تعالیٰ سے زبانی محبت کا دعویٰ کرتے تو ضرور ہیں مگر دنیا کے انسانوں کی کثیر تعداد خدا کو چھوڑ کر نفس سے محبت کرتی ہے، عیسائی خدا کو مانتے تو ضرور ہیں مگر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا کر سب سے زیادہ محبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کرتے ہیں اوران کو خدا کے نام سے یاد کرتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے خدا کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰؑ ہی کا نام لیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کی اوران کی والدہ کی خیالی تصویر سامنے رکھ کر عبادت کرتے ہیں، مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کو کسی نہ کسی نام سے بڑا مانتے ہیں مگر عبادات، نذرانے چڑھاوے دیوی دیوتاؤں پر ہی چڑھاتے اورانہی کی جئے جئے پکارتے ہیں اوران کے نام کی مالا جپتے ہیں، خدا کے مقابلہ ان کی بڑائی، تعریف کرتے اورانہی کے تذکرے کرتے رہتے ہیں، چنانچہ وہ لکشمی دیوی، درگا دیوی، اگنی دیوی، سرسوتی دیوی اور دوسرے دیوتاؤں کے ہی دیوانے ہوتے ہیں، بے شعور کمزوراورتقلیدی ایمان والے مسلمان بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ رکھنے، کلمہ پڑھنے کے باوجود غیر مسلموں کی طرح خالص اللہ تعالیٰ کا نام لینا گوارانہیں کرتے اوراللہ تعالیٰ کے ساتھ بزرگوں کی بڑائی اورتعریف کرتے اوراللہ تعالیٰ جیسی محبت ان سے بھی کرتے ہیں، ان کے پاس خدا کی تعریف اور حمد کی باتیں کم اپنے بزرگوں، ولیوں، اکابرین کے واقعات، تذکرے اورتعریفیں بہت ہوتی رہتی ہیں اورزیادہ تر شرکیہ اشعار میں اس کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی درگاہوں میں سجدہ کرتے، منت و نیاز کرتے، انہی سے دعاء کرتے اوران کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، یا غوث یا خواجہ یا علی کے نعرے لگاتے اور خالص اللہ تعالیٰ کے ذکر کو برداشت نہیں کرتے، یہ سب اللہ تعالیٰ سے محبت صحیح نہ ہونے کا نتیجہ ہے اور بہت سے مسلمان خدا کو بے انتہاء رحم والا کہہ کر جسارت کے ساتھ گناہ کرتے اور کہتے ہیں کہ وہ ستر ماؤں سے زیادہ محبت رکھتا ہے، ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اس لئے کلمہ کی وجہ سے وہ ہمیں دوزخ میں نہیں ڈالے گا، کھلے طور پر اسلام کی، قرآن کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، جولوگ گناہ سے پرہیز کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سے ناامیدی کا طعنہ دیتے ہیں۔

اسلام نے انسانوں کو نڈر اور بے خوف ہونے سے سختی سے روکا

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْد۔ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ۔ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ۔

درحقیقت تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے، وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور دوبارہ وہی پیدا کرے گا، وہ بخشنے والا محبت کرنے والا ہے۔ (سورۂ بروج:۱۲)

اسلام نے قرآن مجید میں جگہ جگہ نافرمان انسانوں کو سختی سے شر اور فساد پھیلانے سے روکا اور احساس دلایا کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے، اس کا عذاب بہت شدید ہوتا ہے، وہ سخت سے سخت سزا دینے والا ہے، اس کے عذاب اور اس کی سزاؤں کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے، اگر وہ نافرمانیوں اور گناہوں پر نہیں پکڑ رہا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ مجبور ہے بلکہ وہ اپنی رحمت کی وجہ سے تمہیں ڈھیل دے رکھا ہے، انسانوں کو نافرمانی اور گناہوں سے اس کے حضور توبہ کرنی چاہیئے، وہ جب عذاب نازل کرتا ہے تو اس کی مار سے اس کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا، وہ کسی کو ذلیل کرنا چاہے تو کوئی عزت دے نہیں سکتا، وہ اگر پکڑ لے تو کوئی چھڑا نہیں سکتا، اس نے مجرموں کے لئے جہنم تیار کر رکھا ہے، جس پر انتہائی تیز اور بے رحم سخت فرشتے رکھے ہیں، وہ رتی برابر رحم نہیں کرتے، وہ نافرمانوں کے لئے ایسی خطرناک آگ، سانپ، بچھو اور گرم کھولتا ہوا پانی پیپ، کانٹے دار درخت رکھا ہے جس کا کوئی انسان اندازہ نہیں لگا سکتا، نافرمانوں کو جہنم میں موت نہیں اس نے پچھلے انسانوں میں عاد و ثمود جو انتہائی طاقتور اور ہنر مند تھے، پہاڑوں کے اندر رہتے تھے، تیز ہواؤں اور آندھی اور طوفان سے، ہواؤں میں اڑا اڑا کر پٹک پٹک کر ختم کر دیا، اس نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو زندہ پانی میں غرق کر دیا، قارون کو زمین میں زندہ دفن کر دیا، بنی اسرائیل کے لوگوں کو خنزیر بنا کر ہلاک کر دیا، وہ قوم لوط کو پتھروں کی بارش سے ہلاک کر دیا، وہ قوم صالح کو ان کے گھروں میں ختم کر کے اوندھے ڈال دیا، وہ اگر چاہے تو برسات کو روک لے، وہ اگر چاہے تو زلزلے لا کر ہلاک کر دے، وہ اگر چاہے تو کیڑوں سے کھیتوں کو تباہ کر دے، وہ اگر چاہے تو ظالم لوگوں کو انسانوں پر مسلط کر دے، اس نے دنیا امتحان اور آزمائش کے لئے بنائی اور وہ انسانوں کی زندگی کا امتحان لے رہا ہے کہ کون اچھے اعمال اختیار کرتا ہے اور کون برے اعمال کرتا ہے؟ وہ ایک دن تمام انسانوں کا حساب لینے والا ہے، اس کا عذاب بھی بڑا سخت ہے اور اس کا انعام وعطا بھی عظیم ہے، اسلئے اس سے ڈرو اور اس کی نافرمانی مت کرو اور اس کے پیغمبروں کو مت جھٹلاؤ، وہ سمیع اور بصیر ہے، ہر آن سب کچھ سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے، وہ باریک بین ہے، لطیف وخبیر ہے، وہ قہار وجبار ہے، وہ النافع و الضار (نفع ونقصان پہنچانے والا) ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ پر بوڑھاپا آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے بوڑھا کر دیا سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورہ عم یتسا ئلون اور سورۂ تکویر نے۔ (ترمذی)

قرآن مجید میں بار بار یہ بشارت دی گئی ہے کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور خوف ومحبت رکھتے ہیں ان کو آخرت میں کسی قسم کا ڈر وخوف نہیں رہے گا۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ (یونس:۶۲)

ہاں! خدا کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں دریافت کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اے صدیق کی بیٹی! نہیں بلکہ وہ اللہ کے خداترس بندے ہیں جو روزے رکھتے اور نمازیں پڑھتے اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اس کے باوجود وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ عبادتیں قبول نہ کی جائیں، یہی لوگ بھلائیوں کی طرف تیزی سے دوڑتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر اللہ کے قہر وجلال اور قیامت وآخرت کے لرزہ خیز ہولناک احوال کے متعلق تمہیں وہ سب معلوم ہوجائے جو مجھے معلوم ہے تو تمہارا ہنسنا بہت کم ہوجائیگا اور رونا بہت بڑھ جائیگا۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوجوان کے آخری وقت میں دریافت فرمایا کہ اس وقت تم اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہو؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا حال یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید بھی رکھتا ہوں اور اسی کے ساتھ مجھے اپنے گناہوں کی سزا اور عذاب کا ڈر بھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقین کرو جس دل میں امید وخوف کی یہ دونوں کیفیتیں جمع ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ ضرور عطا فرمادیں گے جس کی اس کو اللہ کی رحمت سے امید ہے اور اس عذاب سے اس کو ضرور محفوظ رکھیں گے جس کا اس کے دل میں خوف وڈر ہے۔ (جامع ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے غضب پر اپنی رحمت کو غالب رکھا

وَ رَحْمَتِیْ وَ سِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ۔ (اعراف:۱۵۶) اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۔ (انعام:۵۴) اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔

اسلام نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ ان کا پروردگار رحم ومحبت کرنے والا ہے، اس نے

اپنے غصہ اور غضب پر اپنی رحمت کو غالب کیا ہے، چنانچہ قرآن مجید کی ہر سورۃ سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اور سورۂ فاتحہ میں الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ بار بار پڑھوا کر انسانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ ان کا پروردگار بے انتہاء مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، وہ اپنی مخلوقات سے محبت کرتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور ناامید نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی جرم اور مایوسی گناہ ہے، مجرم سے مجرم انسانوں کے گناہوں کو وہ معاف کرنے کیلئے تیار رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ (ال عمران)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور اس کو تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے تو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ (مسلم) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ (ابوداؤد)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جس کا مفہوم ہے کہ): اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ۱۰۰ ارحصے کئے، ان میں سے ایک حصہ اپنی مخلوقات کو عطا کیا، جس کی وجہ سے ماں باپ اولاد، بھائی بہنیں، رشتہ دار اور ایک انسان دوسرے انسان سے آپس میں رحم و محبت کیا کرتے ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا تعارف اور پہچان کروانے کیلئے جتنے اسماء حسنیٰ یعنی صفاتی نام بتائے گئے ہیں ان میں چند نام جلالی ہیں، باقی تمام پیار و محبت، رحم و کرم، احسان و انعام، عطا و دین ہی کا اظہار کرتے ہیں اور ان ناموں کو صفات جمالی کہا جاتا ہے، اس لئے کہ ان میں رحم و کرم شفقت و محبت ہی بھرا ہوا ہے، مفسرین نے قرآن حکیم کے ہندی ترجمہ میں لفظ اللہ کا ترجمہ ''من موہن'' کیا یعنی ''دلوں کا محبوب''، اس تشریح سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ جب بندے اپنے مالک کو بے انتہاء مہربان، نہایت رحم و کرم کرنے والا سمجھیں گے تو وہ اس سے قریب آئیں گے، اس سے محبت کریں گے اور اسی محبت میں اسی کی غلامی و بندگی کریں گے، اس سے دور نہ رہیں گے۔ اے پیغمبر! میرے ان بندوں کو پیغام پہنچا دو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، اللہ تعالیٰ یقیناً تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے، بیشک وہی بخشش کرنے والا اور رحم کھانے والا ہے۔ (سورۂ زمر: ۵۳)

اسلام ایمان والوں کو اعتدال کی تعلیم دیتا ہے

اسلام نے خدا کا جو تعارف کروایا وہ دوسری قوموں سے بالکل الگ ہے، وہ انسانوں کو صرف محبت کی تعلیم دے کر نہ نڈر بناتا ہے اور نہ آزاد آوارہ زندگی گذارنے کا موقع دیتا ہے اور نہ خدا سے خوف دلا کر ہمیشہ ڈر اور خوف گھبراہٹ کے ساتھ اور وسیلے واسطے ڈھونڈنے کے قابل بناتا ہے بلکہ یہ تعلیم دی کہ ایمان دراصل نام ہے خوف اور امید کے درمیان کی حالت کا اور اسلام اللہ کے بندوں کو اللہ جبار وقہار کہہ کر نہیں ڈراتا بلکہ مہربان اور رحیم خدا سے ڈرنے اور فرمانبرداری کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’اور رحم کرنے والے سے بن دیکھے ڈرا‘‘۔ (یٰسین:۱۱)

سورۂ ق:۳۳ میں ہے: ’’جو رحم کرنے والے سے بن دیکھے ڈرا‘‘۔

انسانوں کی نفسیات یہ ہے کہ انسانوں کو کوئی بھی اچھا کام کرنے کے لئے اور کسی بھی غلط کام سے بچنے کیلئے ان کے دل میں ڈر خوف بھی ہو اور خشیت ومحبت بھی ہو، انسان ان دونوں ہی کی وجہ سے نیکی کرسکتا ہے اور گناہ سے بچ سکتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کے دلوں سے سوائے خدا کے ہر چیز کا ڈر اور خوف نکالا اور ہر چیز کو انسان سے چھوٹی اور انسان کی خادم اور غلام بتلایا اور انسانوں کے دلوں میں جن کی بھی محبت ہو اس کو خدا کی محبت کے تابع کیا اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرنے کی تعلیم دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ انسانوں کا خدا قہار وجبار بھی ہے اور رحمٰن ورحیم بھی ہے، اس لئے اس سے ڈرنا بھی چاہئے اور اس سے محبت بھی کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں پر رحم کرنا چاہتا ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ غزوہ سے واپس تشریف لارہے تھے، ایک عورت اپنے بچہ کو گود میں لیکر سامنے آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ایک ماں کو اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے، کیا خدا کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ نہیں ہے،؟ فرمایا: ہاں! بیشک اس سے زیادہ ہے، تو وہ بولی: کوئی ماں تو اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارہ نہ کرے گی؟ یہ سن کر فرط اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہوگیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا: ’’خدا صرف اس بندہ کو عذاب دیتا

ہے جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے''۔(سنن نسائی)

ایک صحابیؓ ایک پرندہ کو مع اس کے بچوں کے چادر میں باندھ کر لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے ایک جھاڑی سے ان بچوں کو اٹھا کر کپڑے میں لپیٹ لیا، ماں نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی، میں نے ذرا کپڑے کو کھول دیا تو فوراً آ کر بچوں پر گر پڑی، ارشاد ہوا: ''کیا بچوں کے ساتھ ماں کی اس محبت پر تم کو تعجب ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے خدا کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بدرجہا زیادہ ہے''۔(مشکوٰۃ)

صفاتی ناموں میں چند کے سوا باقی نام رحمت ہی کو ظاہر کرتے ہیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی پہچان کروانے کیلئے اللہ تعالیٰ کے مختلف صفاتی نام بتلائے گئے ہیں جن میں غور و فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً تمام صفاتی ناموں میں چند کو چھوڑ کر باقی تمام نام اللہ تعالیٰ کی رحمت، اللہ کے فضل و احسان اور اللہ تعالیٰ کی چاہت کو ظاہر کرنے والے ہیں، ان ناموں سے انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کو سمجھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت اور ڈر خوف اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے، جب انسان کو اللہ تعالیٰ کا صحیح تعارف ہوگا تو وہ صحیح پہچانے گا اور جب صحیح پہچانے گا تو اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات اس کا فضل بخشش و رحمت کو سمجھ سکے گا اور بندہ کو اپنے مالک و پروردگار سے محبت بڑھے گی، جب وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مالک اَلرَّبُّ ہے: ہر مخلوق کی ہر ضرورت کو ہر گھڑی ہر لمحہ پورا کرنے والا ہے، اس کا مالک اَلْوَدُوْدُ ہے: تمام مخلوقات سے محبت کرنے والا ہے، اس کا مالک الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ہے: بے انتہاء مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، اس کا مالک اَلتَّوَّابُ ہے: گناہوں کو بار بار معاف کرنے والا ہے، اس کا مالک اَلْعَفُوُّ ہے: درگذر کرنے والا ہے، اس کا مالک اَلْغَفُوْرُ ہے: معاف کرنے والا ہے، اس کا مالک اَلْهَادِیُ ہے: گمراہی سے بچا کر صحیح راستہ کی ہدایت دینے والا ہے، اس کا مالک اَلشُّکُوْرُ ہے: اپنے بندوں کے نیک اعمال کا قدردان ہے، اس کا مالک اَلرَّزَّاقُ: ہر مخلوق کو روزی دینے والا ہے، اس کا مالک اَلسَّلَامُ: سلامتی دینے والا ہے، اس کا مالک اَلْمُؤْمِنُ: امن و سکون دینے والا اور ہر خوف سے بچانے

والا اور ہر مصیبت سے نجات دینے والا ہے، اس کا مالک اَلْـمُـجِـیْـبُ: دعاؤں کا سننے اور قبول کرنے والا ہے، اس کا مالک اَلرَّؤُوْفُ: نرمی اور شفقت کرنے والا ہے، اس کا مالک اَلْوَھَّابُ: عطا کرنے اور بخشنے والا ہے، اس کا مالک اَلْـکَافِیُ: بندوں کیلئے کافی ہے، اس کا مالک اَلْـمَنَّانُ: احسان کرنے والا ہے، اس کا مالک اَلْـــوَلِـــیُّ: دوست، حمایتی اور طرفدار ہے، اس کا مالک اَلْـحَفِیْظُ: حفاظت کرنے والا ہے، اس کا مالک اَلْـمُقْسِطُ: عدل وانصاف کرنے والا ہے، اسکا مالک اَلنَّصِیْرُ: مدد کرنے والا ہے، اس کا مالک اَلْکَفِیْلُ: بندوں کی کفالت کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کن کن بندوں سے محبت کرتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۔ (مریم:۹۶)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے، رحمت والا خدا ان کے لئے محبت دے گا؟

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس محبوب بننے کیلئے حالت ایمان میں اعمال صالحہ کرنا ہوگا تب ہی ایک انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بن سکتا ہے، غیر مسلم اللہ تعالیٰ کو نہ صحیح پہچانتے اور نہ صحیح طریقہ سے ایمان رکھتے ہیں صرف چند اچھے اعمال کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ کے محبوب بندے بن چکے ہیں۔ اللہ کے محبوب بندے بننے کیلئے ایمان کی حالت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نیک اعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ کے محبوب بنتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ ۔ (بقرہ:۲۲۳) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ۔ (ال عمران:۱۵۹) اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ (بقرہ:۱۹۵، مائدہ:۱۳) اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۔ (مائدہ۴۲حجرات:۹) اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۔ (توبہ:۷) اللہ تعالیٰ متقی، پرہیزگار لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِی سَبِیْلِہٖ ۔ (صف:۴) اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستہ میں لڑتے ہیں۔

وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الصَّابِرِیْنَ ۔ (ال عمران:۱۴۶) اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ ۔(توبہ:۱۰۸) اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں سے محبت

کرتا ہے اور تین قسم کے لوگوں سے پیار نہیں کرتا، محبت ان سے کرتا ہے جو اس کی راہ میں خلوص نیت کے ساتھ اپنی جان فدا کرتے ہیں اور ان سے جو اپنے پڑوسی کے ظلم پر صبر کرتے ہیں اور ان سے جو وضو کر کے خدا کی یاد کے لئے اس وقت اٹھتے ہیں جب قافلے رات کے سفر سے تھک کر آرام سے بستر پر سوتے پڑے رہتے ہیں اور خدا کی محبت سے محروم وہ انسان ہے جو اترانے والا مغرور ہو، احسان دھرنے والا بخیل، جھوٹی قسمیں کھا کھا کر مال بیچنے والا تاجر۔(مسند احمد)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت واجب ہے ان لوگوں کے لئے جو باہم میری وجہ سے محبت کریں اور میری وجہ اور میرے تعلق سے کہیں جڑ کر بیٹھیں اور میری وجہ سے باہم ملاقات کریں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں۔(مؤطا مالک)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ اطاعت کر کے میری قربت کو تلاش کرتا رہتا ہے تو میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں یہاں تک کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔(صحیح بخاری)

حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ایک چرواہا اللہ تعالیٰ سے دل لگائے میدان میں بیٹھ کر یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ میں نے موسیٰ سے سنا ہے کہ تیرا کوئی باپ نہیں، تیرا کوئی بیٹا بیٹی نہیں، تیری کوئی بیوی نہیں، اے اللہ! تو آ! میں تجھے منہ دھلاؤں گا، کنگی کروں گا، تیل لگاؤں گا، تیری خدمت کروں گا، موسیٰ نے یہ سنا تو کہا کہ: تو اللہ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے، یہ کیا کہہ رہا ہے؟ وہ چرواہا ڈر گیا اور خاموش ہو گیا، موسیٰ پر وحی آئی کہ: اے موسیٰ میں نے تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ تو لوگوں کو مجھ سے جوڑے نہ کہ توڑے، تو نے چرواہے کو مجھ سے توڑ دیا۔

حالانکہ وہ چرواہا کچھ ایسی باتیں کر رہا تھا جو اللہ کی شان کے خلاف تھیں مگر وہ اللہ کی محبت میں اللہ سے دل جوڑ کر اپنی عقل وفہم کے مطابق تعلق قائم کیا ہوا تھا، ذرا غور کیجئے جب بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت میں غلطی بھی کرتا ہے تو اللہ اس کی ہر ادا کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح احادیث میں ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جس کا اونٹ اور سامان سارا کا سارا صحرا کے سفر میں گم ہو کر ملنے پر خوشی سے اللہ تعالیٰ کی محبت وشکر میں کچھ الٹے الفاظ اس کی زبان سے یوں نکلے کہ ’’بیشک اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں‘‘۔

ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار کرنے والی اس قسم کی تعلیم سوائے اسلام کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں، کیسے پیارے انداز سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سمجھا رہا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیلؑ سے کہتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، جبرئیلؑ اس سے محبت کرتے اور تمام آسمانوں کے فرشتوں میں یہ بات عام ہوجاتی ہے تو سب فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر یہ بات زمین پر انسانوں میں بھی عام ہوجاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

دنیا کی چیزوں سے اللہ اور اس کے رسول سے بڑھ کر محبت رکھنے پر اللہ کے عذاب کا انتظار کرنا ہوگا

سورۂ توبہ آیت نمبر: ۲۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآئُكُمْ وَ اَبْنَآئُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ٌاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنَ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ ، وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ ۔

”اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور وہ دولت جو تم نے کمائی ہے اور وہ تجارت جس کے پھیکے پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہے اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اللہ کی راہ میں جد جہد کرنے سے تم کو زیادہ محبوب اور پیارے ہیں تو اس وقت کا انتظار کرو اللہ کے حکم کا، اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص جو بہت غریب تھا دن میں پانچ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز ادا کرتا تھا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی غربت کے دور ہونے اور دولت کے ملنے کی خواہش کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسی حالت میں صبر اختیار کرنے کی تاکید کی، پھر آخر بار بار کے اصرار پر آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمادی، اس شخص کی تجارت بڑھنے لگی، مال و دولت بکریوں کی شکل میں آنا شروع ہوگیا اب اس کو مسجد نبوی آنے اور حضور اکرم صلی اللہ کے ساتھ نمازیں ادا کرنے کیلئے وقت نہ ملنے گا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر مدینہ کے باہر اپنا تجارتی مرکز بنالیا، اب اس کو جمعہ اور سال میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کا موقع مل رہا تھا، جب زکوٰۃ کا حکم آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے اس کے پاس بھیجا، وہ شخص مال کی محبت میں اللہ کے حکم کے خلاف کچھ باتیں اس طرح کیں کہ: یہ تو ٹیکس وجزیہ ہے جو مسلمانوں سے زکوٰۃ کی شکل میں لیا جارہا ہے، اس نے زکوٰۃ نہیں دی، پھر زکوٰۃ نہ دینے والوں کو جہنم کے سخت عذاب کی خبر آئی اور صحابہؓ نے یہ حکم جب اس کو سنایا تو وہ گھبرا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے چہرہ انور موڑ لیا، اس کی زکوٰۃ نہیں لی گئی، پھر حضرت ابوبکرؓ کے دور میں آیا، انہوں نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں کی تو میں کیسے قبول کروں گا، پھر حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں بھی اس کو یہی جواب دیا گیا۔

سورۂ توبہ میں چند صحابہؓ اور منافقین کے جہاد میں نہ جانے اور گھروں ہی میں بیٹھے رہنے پر مسلمانوں کو ان کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے کا حکم دیا گیا، منافقین نے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی دنیا کی زندگی میں کچھ دیر کیلئے سکون حال کرلیا مگر حضرت کعب ابن مالکؓ اور حضرت ہلال ابن امیہؓ، مرارہؓ بن ربیع پر ۵۰/دنوں تک مدینہ کی زمین تنگ کردی گئی اور ان کو بیوی اور بچوں سے علحدہ کردیا گیا اور ان کا بائیکاٹ کیا گیا اور یہ تعلیم دی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا کی چیزوں سے محبت انسانوں کو تباہی کی طرف لے جاتی ہے، پھر بعد میں ان کی توبہ قبول ہوئی۔

دوسرے مذاہب میں اس انداز سے کوئی وارننگ نہیں ہے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے آگے دنیا کی تمام محبتیں ہیچ ہیں اور ایمان والے دنیا کی تمام چیزوں سے اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کا پانچ چیزوں کو بھول کر پانچ چیزوں سے محبت کرنے

کا تذکرہ کیا ہے) جن میں سے ایک چیز یہ ہے کہ: انسان پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ مخلوق سے محبت کریں گے اور خالق کو بھول جائیں گے۔

قارون خدا کو بھول گیا اور دولت سے محبت کیا تو عذابِ الٰہی میں مبتلا کر دیا گیا۔

ابوجہل خدا کو بھول گیا اور اقتدار و کرسی سے محبت کیا تو ذلیل کر دیا گیا۔

موجودہ زمانہ میں انسانوں کی بہت بڑی تعداد اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑ کر اللہ کے احکام کی پرواہ کئے بغیر دنیا کی محبت، دنیا کی عزت، دنیا کے رسم و رواج اور دنیا کے فائدوں کی خاطر دنیا کو حاصل کرنے کے لئے خدا کو بھولے ہوئے ہیں، اور خدا کو ناراض کر کے انسانوں کو خوش کرتے ہیں، جس کی مثال یوں ہے کہ وہ نکاح کے نام پر مہر ادا کرنے کے بجائے لڑکی سے سامانِ جہیز اور رقم وصول کر کے خدا کو بھولے ہوئے ہیں، وہ دنیا کی محبت میں، فیشن کے نام پر بے پردہ، بے حیاء اور نیم عریاں لباس پہن کر حسن کا مظاہرہ کرنے کے لئے خدا کو بھولے ہوئے ہیں، مال و دولت کمانے کے لئے دکانوں سے چمٹ کر اور نماز کو چھوڑ کر خدا کو بھولے ہوئے ہیں، دنیا کی عیش و عشرت اور اولاد کی دنیا بنانے کی محبت میں حرام مال کی لذت میں خدا کو بھولے ہوئے ہیں، اسی وجہ سے آج پوری دنیا میں ایسے لوگ ذلت اور مصیبتوں میں مبتلا کر دئے گئے ہیں اور ان پر غیر ایمان والے مسلط ہو چکے ہیں۔

اللہ سے اور دنیا کی چیزوں سے محبت کرنے والوں کا فرق

جب انسان اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر دنیا کی چیزوں سے محبت کرتا ہے مثلاً روپے سے، عورت سے یا ملک سے محبت کرتا ہے تو بد اعمالیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، مثلاً اگر انسانوں میں دولت سے محبت بڑھ جائے اور اس کے چاہنے والے بہت سے ہوں تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ حسد، جلن اور غرور میں مبتلا ہوتے ہیں، اسی طرح ایک عورت کے سو چاہنے والے ہوں یا ایک مرد کی سو چاہنے والیاں ہو تو ان میں بھی ایک دوسرے سے بغض و عداوت، حسد، جلن بڑھ کر دشمنی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے لاکھوں کروڑوں میں کیوں نہ ہوں وہ ایک دوسرے کے لئے نرم، ہمدرد، محبت کرنے والے، ایک دوسرے کا احترام و عزت کرنے والے بن جاتے ہیں، کبھی ان میں حسد،

جلن، بغض وعداوت پیدا نہیں ہوتی، دنیا کی چیزوں سے محبت کرنے والوں سے دنیا میں فساد برپا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں سے دنیا میں امن وسکون قائم ہوتا ہے۔

جس کو جس سے محبت ہوگی وہ اسی کے ساتھ رہے گا

حضرت عبد اللہ بن صامتؓ حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں (ابوذرؓ) نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ایک آدمی ہے اس کو اللہ کے خاص بندوں سے محبت ہے لیکن وہ اس سے عاجز ہے کہ ان کے جیسے عمل کر سکے (تو اس کا انجام کیا ہوگا؟) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر! تم کو جس سے محبت ہوگی تم اسی کے ساتھ رہو گے، ابوذرؓ نے عرض کیا: حضور مجھے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تم انہی کے پاس اور انہی کے ساتھ رہو گے جن سے تم کو محبت ہے، یہ جواب سن کر ابوذرؓ نے پھر اپنی بات دوہرائی اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں پھر وہی ارشاد فرمایا جو پہلی دفعہ فرمایا تھا۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۶۹ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ’’اور جو لوگ فرمانبرداری کریں اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پس وہ اللہ کے ان خاص مقرب بندوں کے ساتھ رہیں گے جن پر اللہ کا خاص انعام ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ سب بڑے ہی اچھے رفیق ہوں گے‘‘۔

اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والوں کا مقام ومرتبہ

امام بزارؒ نے اپنی مسند میں حضرت ابوسعیدؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ان لوگوں کو پہچانتا ہوں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن قیامت میں ان کے مرتبہ کی بلندی پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا سے محبت ہے اور جن کو خدا پیار کرتا ہے، وہ اچھی باتوں کا حکم کرتے اور بری باتوں سے روکتے ہیں، یہی حدیث ابوداؤد میں اس اضافہ کے ساتھ آتی ہے جسے حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے بغیر کسی رشتہ اور قرابت کے اور بغیر کسی مالی لین دین کے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کی پس قسم ہے خدا کی! ان کے چہرے قیامت کے دن نورانی ہوں

گے بلکہ سراسر نور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے، عام انسانوں کو جس وقت خوف و ہراس ہوگا اس وقت وہ بے خوف اور مطمئن ہوں گے اور جس وقت عام انسان مبتلائے غم ہوں گے وہ اس وقت بے غم ہوں گے اور اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ (یونس:۶۲)

ہاں! خدا کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اسی طرح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ: کہاں ہیں میرے وہ بندے جو میری عظمت وجلال کی وجہ سے آپس میں الفت ومحبت رکھتے تھے؟ آج جب کہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے میں اپنے ان بندوں کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔

اسی طرح یہ بھی بتلایا گیا کہ اللہ کے یہ بندے جب کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کرتا ہے، وہ لوگ خالق کو ناراض کرکے مخلوق کی اطاعت نہیں کرتے۔

انسان جب عشق الٰہی میں مبتلا ہوتا ہے تو مچھلی والی سی کیفیت میں آجاتا ہے، مچھلی جس طرح پانی کے بغیر بے چین وبے قرار رہتی ہے اور تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتی ہے، باوجود پانی میں ہمیشہ رہتے ہوئے پانی سے اس کا دل کبھی نہیں بھرتا اور نہ وہ پانی سے بیزار ہوتی ہے جبکہ پانی نہ اس کی غذا ہوتی ہے اور نہ وہ پانی پی پی کر زندہ رہتی ہے، اس کی غذا تو مینڈک، کیڑے اور مچھر ہیں انہی چیزوں سے اس کو زیادہ محبت ہونی چاہئے تھی، مگر وہ پانی ہی کے لئے تڑپتی ہے، بالکل اسی طرح حقیقی ایمان والے جب معرفت الٰہی پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ویسے ہی تڑپتے اور بے چین رہتے ہیں جیسے مچھلی پانی سے کے لئے بےچین ہوتی ہے، اللہ والوں کو سکون اللہ کی عبادت، اللہ کی غلامی، اللہ کے تذکرہ اور ذکر، اللہ کو سجدہ، اللہ کو رکوع، اللہ سے دعاء مانگنے میں اور اللہ کی بڑائی وحمد بیان کرنے اور اللہ کا تعارف کرانے میں ملتا ہے، وہ اگر ان چیزوں سے دور ہوجائیں تو جیسے مچھلی بے چین وبے قرار ہوجاتی ہے وہ بھی اسی کیفیت میں آجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے اوصاف

انسان کو جب ایمان نصیب ہوتا ہے تو وہ اسباب پر سے نگاہ ہٹا کر اپنے منعم حقیقی کو پہچانتا

اوراسی سے سب سے زیادہ محبت کر کے اسی کے خیالوں میں جیتا ہے، اسی کی یاد کے ساتھ زندگی گذارتا ہے، اس کی باتوں اور گفتگو میں اسی کا ذکر اسی کی مدد، اسی کے احسانات وانعامات اوراسی کے فضل وکرم کے تذکرے زیادہ سے زیادہ ہوتے ہیں اور وہ ایک سکنڈ کے لئے بھی اپنے مالک کو بھولنے نہیں پاتا، وہ جب سوتا ہے تو اسی کے نام سے سوتا ہے، وہ جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اسی کے نام سے بیدار ہوتا ہے، وہ جب کھاتا ہے تو اسی کے نام سے کھاتا ہے اور کھا کر اسی کا شکر بجالاتا ہے، وہ جب ملتا ہے تو اسی کے ذکر کے ساتھ ملتا ہے اور وہ جب رخصت ہوتا ہے تو اسی کے نام سے رخصت ہوتا ہے، وہ ہر کام میں اسی کا حکم پیش نظر رکھتا ہے، غرض اسی کی بڑائی، اسی کی تعریف وحمد کے ترانے گاتا پھرتا ہے اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، لیٹتے اسی کو بِسْمِ اللّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اِنْشَآءَ اللّٰہُ، مَاشَآءَ اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اِنَّا لِلّٰہِ کے کلمات سے یاد کرتا رہتا ہے اور ہر عمل سے اس کی غلامی کر کے اس کی یاد کو زندہ رکھتا ہے، یہ یاد اسی محبت الٰہی کا اثر ہوتی ہے، ذرا غور کیجئے کہ کتا، بلی کو جب انسانوں سے محبت ہوجاتی ہے تو وہ انہی کے انتظار میں گھڑیاں گذارتے اور ان کے آنے پر، ان کے سامنے ناز کرتے، دم ہلاتے، پیروں میں لوٹتے اور گود میں چڑھ جاتے یا سو جاتے ہیں اور موٹر میں ساتھ بیٹھنے کے لئے ضد کرتے اور سواری کے ساتھ دور تک دوڑتے بھی ہیں، انسانوں کو تو جانوروں سے زیادہ عقل وفہم ہے اور وہ اپنے احسان کرنے والے کو اچھی طرح پہچانتا ہے، مگر افسوس موجودہ زمانہ میں انسانوں کی ایک کثیر تعداد جو ایمان کا دعویٰ کرتی ہے، غیر مسلموں کی طرح اللہ تعالیٰ سے غافل بن کر بات کرتی ہے اور غیر مسلموں کی طرح اللہ تعالیٰ کا نام لئے بغیر اللہ کی مدد، اللہ کا احسان وانعام، اللہ کا فضل وکرم کا تذکرہ کئے بغیر گفتگو کرتی ہے، نہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتی ہے، نہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتی ہے اور نہ مَاشَآءَ اللّٰہُ اور نہ جَزَاكَ اللّٰہُ کہتی ہے۔

اس قسم کی بے شعوری اور بھول محض اللہ تعالیٰ سے محبت کے کم ہونے کی وجہ سے ہے، اگر محبت کا غلبہ آجائے تو انسان جان بوجھ کر مختلف بہانوں سے اپنے محبوب الٰہی کو یاد کرے گا اور اس کا تذکرہ کئے بغیر اس کو چین وسکون نصیب نہیں ہوگا، (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں) دنیا میں ایک عورت یا مرد کو آپس میں جب محبت ہوجاتی ہے تو ان کی محبت کا غلبہ ان پر اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ وہ حالت بیداری میں تو کسی طرح مرد عورت کا یا عورت مرد کا تذکرہ کرتے ہی ہیں

یہاں تک کہ حالت نیند میں خواب میں بھی وہی دھن سوار رہتی ہے اور نیند کی حالت میں بھی انہی کا نام لے لیکر بڑبڑاتے رہتے ہیں، جب دنیا کے عاشق اور معشوق کی محبت کا یہ عالم ہوتا ہے تو مالک حقیقی کی محبت کا عالم تو حد سے زیادہ ہونا چاہئے، اسی محبت الٰہی کے جنون میں وہ انسان غافل اور گمراہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا اور اللہ تعالیٰ کی پہچان کرواتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور قدرت کو ان کے سامنے بیان کرکر کے اللہ تعالیٰ کو صحیح پہچان کر صحیح ماننے کی دعوت دیتا ہے، اس کام کے لئے وہ اپنا تن من دھن سب کچھ لگا دیتا ہے، اس کام میں وہ اپنا مال خرچ کر کے لوگوں کی گالیوں، مخالفتوں اور زیادتیوں کو برداشت کرتا اور ان کو عاجزی، نرمی اور محبت کے ساتھ صرف اللہ واحد کی عبادت وغلامی کی دعوت دیتا ہے، ایسے انسان کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کا غیر اللہ سے جُڑے رہنا اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور مخلوقات کے سامنے ہاتھ پھیلانا، منت مراد، دعائیں اور ان کی پوجا، پرستش کرنا برداشت نہیں ہوتا، وہ راتوں میں انسانوں کی ہدایت اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے اور دن میں خدا کے بندوں کو خدا کا صحیح تعارف کروا کر مخلوقات سے کاٹ کر خدا سے جوڑنے کی محنت کرتا رہتا ہے اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان لانے کی دعوت دینے کیلئے تڑپتا رہتا ہے، اس کی نماز اس کا روزہ اس کی تمام عبادتیں اس کا جینا اور اس کا مرنا سب کچھ اللہ رب العزت کیلئے ہوتا ہے، گویا وہ یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ ؎

میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی ☆ میں اسی لئے مسلماں، اسی لئے نمازی

اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے کتاب الٰہی کو سمجھ کر پڑھتے ہیں

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ۔(بقرہ:۱۲۱)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہے جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے، وہ اس پر (سچے دل سے) ایمان لاتے ہیں۔

اللہ سے محبت رکھنے والے سوائے اللہ کے کسی کا رنگ اختیار نہیں کرتے

صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً وَ نَحۡنُ لَهٗ عٰبِدُوۡنَ ۔ (بقرہ:۱۳۸)

اللہ کا رنگ اختیار کرو، اس رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا؟ اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے ہیں۔

اللہ سے محبت رکھنے والے کسی بھی مصیبت وتکلیف پر اللہ کو برا بھلا نہیں کہتے

اَلَّذِ یْنَ اِذَا اَصٰبَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْآاِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِ لَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

ہم ضرور تمہیں خوف وخطر،فقر وفاقہ، جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے، ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت آن پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔انہیں خوشخبری دیدوان پر ان کے رب کی طرف، بڑی عنایات ہوں گی،اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست باز ہیں۔(بقرہ:۱۵۶)

میرے ناشاد رکھنے میں اگر تجھ کو مسرت ہے ۔۔۔ تو میں ناشاد ہی اچھا مجھے ناشاد رہنے دے
جنھیں ہے عشق صادق وہ کہاں فریاد کرتے ہیں ۔۔۔ لبوں پر مہر خاموشی دل میں یاد کرتے ہیں

اللہ سے محبت کرنے والے ایمان کیساتھ اسکے تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں

آدمی اللہ کو اور یوم آخرت اور ملائکہ کو اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کیلئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے،نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے پورا کریں اور تنگی ومصیبت کے وقت میں اور حق وباطل کی جنگ میں صبر کریں،بس راست باز اور یہی لوگ متقی ہیں۔(البقرۃ:۱۷۷)

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُ وٌّ مُّبِیْنٌ ۔ (بقرہ:۲۰۸)

اے ایمان والو!تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اللہ سے محبت رکھنے والے ہر کام رضائے الٰہی کیلئے کرتے ہیں

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ رَؤُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۔(بقرہ:۲۰۷)

دوسری طرف انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے۔

اللہ سے محبت رکھنے والے اللہ کا صحیح تعارف کرانے کیلئے تڑپتے ہیں

وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (اٰل عمران:۱۰۴)

تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونا چاہئے جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں، جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح (کامیابی) پائیں گے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔ (اٰل عمران:۱۱۰)

دنیا میں بہتر گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کیلئے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اللہ سے محبت کرنے والے غریبی اور امیری دونوں حالتوں میں راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور گناہ پر فوراً اللہ تعالیٰ سے رجوع ہوتے ہیں

اٰل عمران آیت:۱۳۴-تا-۱۳۶: جنت ان خدا ترس لوگوں کیلئے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ غریب ہو یا خوشحال، جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں، ایسے نیک لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً اللہ تعالیٰ انہیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں، کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہے اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے، ایسے لوگوں کی جزاء ان کے رب کے پاس ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا۔

اللہ سے محبت رکھنے والے سب کچھ اللہ پر قربان کردینے تیار رہتے ہیں

اٰل عمران آیت:۱۹۵:۔ لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گے اور ستائے گئے اور میرے لئے لڑے اور مارے گئے، ان کے سب

قصور میں معاف کردوں گا اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہ ان کی جزا ہے اللہ کے یہاں، اور بہترین جزاء اللہ ہی کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یاد میں زندگی گذارنے والوں کو ستایا نہ جائے

سورۂ انعام آیت:۵۲: اور جو لوگ اپنے رب کو رات دن پکارتے رہتے ہیں اور اس کی خوشنودی کی طلب میں لگے ہوئے ہیں انہیں اپنے سے دور نہ پھینکو۔

اللہ سے محبت رکھنے والے ایمان کے ساتھ شرک کو نہیں ملاتے

سورۂ انعام آیت:۸۲: حقیقت میں تو امن انہی کیلئے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔

اللہ سے محبت رکھنے والوں کا قرآن مجید سن کر ایمان مزید بڑھ جاتا ہے

سورۂ انفال آیت:۲: سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں، ایسے ہی لوگ حقیقی مؤمن ہیں۔

اللہ سے محبت رکھنے والے ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں

سورۂ توبہ آیت:۷۱: مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔

اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والوں کو اللہ کی یاد سے دلی سکون ملتا ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ـ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ـ (الرعد:۲۸)

وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے، خبردار! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔

اللہ سے محبت رکھنے والے اللہ کا نام اور واسطہ سنتے ہی کانپ اٹھتے ہیں

سورۂ حج آیت:۳۴،۳۵: اور اے نبی! بشارت دیدو عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کو جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں، جو مصیبت بھی ان پر آتی ہے تو اس پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اللہ سے محبت رکھنے والے فحش اور بے حیائی کے کام نہیں کرتے

سورۂ مومنون آیت:۱۔۵: یقیناً فلاح پائیں گے ایمان لانے والے جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ کے طریقہ پر عامل ہوتے ہیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اللہ سے محبت رکھنے والوں کو دنیا کی مصروفیات اللہ سے غافل نہیں کرتیں

سورۂ نور آیت:۳۶۔۳۸: (اس کے نور کی طرف ہدایت پانے والے) ان گھروں میں پائے جاتے ہیں جنہیں بلند کرنے کا اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ نے اذن دیا ہے، ان میں ایسے لوگ صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں، جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور اقامت نماز، ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر دیتی، وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹنے اور دیدے پتھرا جانے کی نوبت آجائے گی۔

اللہ سے محبت رکھنے والوں کے اوصاف عام انسانوں سے الگ ہوتے ہیں

سورۂ فرقان آیت:۶۳۔۷۴: رحمٰن کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ لگیں تو سلام کر کے ہٹ جاتے ہیں، جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گذارتے ہیں، جو دعائیں کرتے ہیں کہ: اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب سے ہم کو بچالے، وہ فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ بخل کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہیں بناتے، ناحق کسی کو قتل نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں، جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گذر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گذر جاتے ہیں اور رب کی آیات پر اندھے بہرے بن کر نہیں گرتے اور اللہ سے یوں دعاء مانگتے ہیں: اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنادے۔

اللہ سے محبت رکھنے والوں میں بڑی حکمت و دانائی ہوتی ہے

سورۂ حم سجدہ آیت: ۳۴۔۳۵: اور اے نبی! نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں، تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو، تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے، یہ صفت ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں، یہ مقام بڑے نصیب والوں ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

اللہ سے محبت رکھنے والے اسلام کے دشمنوں کی چاہت میں زندگی نہیں گذارتے

سورۂ مجادلہ آیت: ۲۲: تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان، یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔

اللہ سے محبت رکھنے والے آخرت کی پکڑ کا بہت خیال رکھتے ہیں

سورۂ نازعات آیت: ۴۰: جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔

اللہ سے محبت رکھنے والے ہر حال میں اللہ ہی کو یاد کرتے رہتے ہیں

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَاماً وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ ۔ (ال عمران:۱۹۱)

عقلمند اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں یاد کرتے ہیں۔

اللہ سے محبت کرنے والوں کا جینا اور مرنا خالص اللہ ہی کیلئے ہوتا ہے

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ (اعراف:۱۶۲)

آپ کہہ دیجئے کہ بلاشبہ میری نماز، میری ساری عبادت، میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب اللہ کیلئے ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔

انسان محبت کا اظہار دو طرح سے کرتا ہے

محبت دو طرح سے ظاہر کی جاتی ہے، ایک زبان سے اور دوسرے دل سے، اگر زبانی محبت کے ساتھ دلی محبت شامل نہیں ہے تو اس محبت کو حقیقی محبت نہیں کہتے کیونکہ اس میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان غرض، مطلب، دکھاوے، ڈر خوف سے کسی کی محبت کا اظہار زبانی کرتا ہے مگر دل محبت سے خالی ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دل میں غصہ، نفرت، عداوت ہو، جس کی مثال منافقین میں آسانی سے نظر آتی ہے، اسی طرح انسان بعض اوقات کسی سے راضی رہتا ہوا دکھائی دیتا ہے مگر اس کے ساتھ گہرا قلبی تعلق نہیں رکھتا، اس تعلق سے بھی ہم اُنس و محبت کے فرق کو سمجھ سکتے ہیں، جو محبت دل سے کی جاتی ہے اس کا اظہار اعضاء سے اطاعت و فرمانبرداری کی شکل میں ہوتا ہے، اس لئے کہ پورے اعضاء میں انسان کا دل بادشاہ کی مانند ہوتا ہے اور تمام اعضاء و جوارح اس کی رعایا، دل میں جو ہوگا ہاتھ، پیر اور دوسرے اعضاء اسی کی اطاعت و غلامی میں دوڑیں گے۔

انسان کسی کی بھی محبت ظاہر کرنے کے لئے زبان سے اس کی مدح، تعریف، بڑائی، کمالات، اخلاق و اوصاف کو بیان کرتا ہے اور اس کی تعریف میں اشعار اور مرثیے پڑھتا ہے، مگر اس زبانی محبت کا ثبوت اور دل کی محبت کا اظہار عمل سے اعضاء و جوارح کو اطاعت و غلامی میں لگانے سے ہی ظاہر ہوگا کہ وہ جو زبان سے کہہ رہا ہے اپنے محبوب کے ہر حکم کو پورا کرتا ہے یا نہیں اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہر تکلیف کو برداشت کرتا ہے یا نہیں، ہمیشہ محبوب کے اشاروں کا منتظر رہتا ہے یا نہیں، جس کو کسی سے دل سے محبت ہوتی ہے اس کے دل و دماغ، خیالات و افکار باتوں اور تذکروں میں محبوب ہی کی محبت کا غلبہ اور فکر چھائی ہوئی رہتی ہے اور وہ حکم کا منتظر رہتا ہے، محبوب سے بات کرنے اور محبوب سے ملنے کے لئے تڑپتا رہتا ہے، ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ محبوب اس کو ملاقات کے لئے بلائے، راز و نیاز کے لئے بلائے تو وہ سوتا پڑا رہے یا دوسروں میں دل لگائے بیٹھا رہے یا اس کو کوئی حکم دے تو وہ جان بوجھ کر حکم کی خلاف ورزی کرے تو یہ محبت دلی محبت نہیں کہلائے گی اور یہ محبت جھوٹی ہوگی۔

اس پر ذرا سوچئے کہ کتنے مسلمان ایسے ہیں کہ جب ان کو اللہ کا منادی اذان کے ذریعہ

اللہ سے ملاقات کے لئے بلاتا ہے تو وہ اپنی دکان، نوکری، گھر، ٹی وی، کھیل کود اور دیگر مشغلوں کو چھوڑ کر مسجد کا رخ کرتے ہیں؟ اور اسی سے اندازہ لگائیے کہ ان کو کس چیز سے زیادہ محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اگر صحیح پہچان نہ ہو تو بندہ خالص محبت اللہ سے نہیں کرتا

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: ہر درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے، اسی طرح اندرونی محبت ظاہری اعمال سے پہچانی جاسکتی ہے۔

جس طرح پھل مزیدار خوشبودار تازے ہوں تو درخت کے صحتمند اور صحیح اور اچھے ہونے کا اظہار کرتے ہیں اور اگر درخت میں خرابی، کیڑ آجائے تو پھلوں میں بھی خرابی اور کیڑ آتا اور مرجھا ہوا سوکھا پن پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح انسان میں اللہ تعالیٰ کی پہچان صحیح ہو تو اس کی توجہ اور اطاعتوں کا مرکز اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور اگر انسان کے پاس پہچان صحیح نہ ہو تو اس کی توجہ ہٹ کر اطاعتوں اور فرمانبرداری کا رخ غیر اللہ سے ہو جاتا ہے اور وہ اخلاق رذیلہ والے کیڑ کے پھل پھول ظاہر کرتا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی دن رات کرتا ہے اس کا چہرہ نورانی اور اس کی صحت میں تازگی اور سلامتی نظر آتی ہے۔

بندہ کو اپنے معبود سے محبت ہونا فطری بات ہے مگر یہ کب ہوگا جب بندہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت رکھ کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا عبد اور غلام سمجھے، جب وہ اپنے آپ کو اللہ کا عبد و غلام بنائے گا تو معبود ہی سے خالص محبت کر کے معبود ہی کی غلامی و بندگی کرے گا، اس کے برعکس اگر وہ اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان نہیں رکھتا تو پھر خدا سے زیادہ مخلوقات سے محبت کریگا اور مخلوقات کی محبت میں انہی کی غلامی اور اطاعت کرے گا کیونکہ اطاعت و غلامی کا تعلق خالص محبت سے جڑا ہوا ہے۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس شخص کا ایمان کامل ہے جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کی، اللہ کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے دینے سے روکا رہا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوامامہؓ سے ایک اور روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس بندہ نے بھی اللہ کیلئے کسی بندہ سے محبت کی اس نے اپنے رب عزوجل ہی کی عظمت وتوقیر کی۔ (مسند احمد)

چنانچہ انسان جب صحیح ایمان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کرتا ہے تو اس کو

اللہ تعالیٰ سے خالص محبت پیدا ہوتی ہے تو وہ اسی محبت کے تحت زندگی کے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ ہی کو خوش کرنے کے لئے کرتا ہے۔

وہ زنا سے اس لئے بچتا ہے کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہے، وہ نکاح اس لئے کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفسانی خواہش کو نکاح کے ذریعہ پورا کرنے کا طریقہ بتلایا، وہ لوٹ مار، قتل و خون، غارت گری اور فساد اس لئے نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام بتایا ہے، وہ شراب ،سود، رشوت، جوا، جوڑے کی رقم سے اس لئے دور رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا ہے، وہ فضول خرچی اس لئے نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا، وہ اہل وعیال اور رشتہ داروں اور انسانوں کے حقوق اس لئے ادا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے، وہ ظلم و زیادتی اس لئے نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا ہے، اس کے برعکس جو انسان صحیح ایمان نہیں رکھتا یا ایمان سے خالی ہوتا ہے یا وہ اللہ تعالیٰ کو صحیح نہیں پہچانتا، اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی صحیح محبت اور خالص محبت پیدا نہیں ہوتی اور وہ **وطن کا، قوم کا، نفس کا، اپنے سرداروں، پیشواؤں اور پنڈتوں کا، روپے پیسے کا، عورت کا، انسانوں کا، دیوی دیوتاؤں کا، سوسائٹی کے رسم ورواج کا** بندہ بن کر ان سے خدا کے مقابلہ زیادہ محبت کرتا ہے اور ان ہی چیزوں کے واسطے اور ان ہی کی خاطر اپنی جان و مال قربان کرتا ہے اور دنیا میں قتل وخون، غارت گری، زنا، سود، رشوت، شراب، جوا، ظلم وزیادتی، ناانصافی سب کچھ کرتا، اس کو حرام وحلال سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، وہ جی کی خواہشات، سوسائٹی اور ماحول کے اثرات، وطن اور قوم کی خاطر، گمراہ سرداروں، پیشواؤں اور پنڈتوں کی محبت و غلامی میں سب کچھ کرتا ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ایمان والے معاشرہ کے باشعور افراد میں اخلاق حسنہ بہت زیادہ ہوتے ہیں اور جرائم اور گناہ اور اخلاق رذیلہ ایمان والے معاشرہ کی بہ نسبت بے ایمانی والے معاشرہ میں کثرت سے ہوتے ہیں، وہ گناہوں کا زیادہ شکار ہوتے ہیں، انسان میں ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت، خشیت، خوف وڈر بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے اور ایمان سے خالی انسان اللہ تعالیٰ سے صحیح محبت، خشیت، ڈر وخوف نہیں رکھتے، اسلئے وہ مخلوقات کی اطاعت و غلامی زیادہ کرتے ہیں، چنانچہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ دولت کی محبت میں ڈاکہ، قتل وخون ہوتا ہے، نفس کی محبت میں عورت کی عصمت لوٹی جاتی ہے اور قتل کیا جاتا ہے، بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی محبت میں

فساد مچایا جاتا ہے، قوم و وطن کی محبت میں نا انصافی اور ظلم کیا جاتا ہے اور سرداروں، پیشواؤں اور پنڈتوں کی اندھی تقلید کی جاتی ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے کی تعلیم دی

اسلام نے ایمان والوں کو خاص طور پر سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی تعلیم دی ہے، آخر اس کی وجہ پر غور کرنا ہوگا غور کرنے پر ہمیں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دنیا کی اس زندگی میں انسان دو قسم کی محبت حاصل کرسکتا ہے، ایک طبعی، فطری، ممتا والی اور دوسری کسبی محبت، چنانچہ وہ جس ملک، جس قوم، جس خاندان اور قبیلہ میں پیدا ہوتا ہے اس کو اس ملک اور قوم اور اس خاندان وقبیلہ سے فطری، طبعی اور ممتا والی محبت ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ جو چیزیں اس کی مددگار ہوتی ہیں ان سے بھی وہ طبعی وفطری محبت رکھتا ہے، مثلاً روپے پیسے سے، دوکان سے، دولت سے، بیوی سے، اولاد سے، جانوروں سے اس کو طبعی اور فطری محبت ہو جاتی ہے مگر اس کی یہ محبت دیوانی، افراط وتفریط والی اور جنونی ہوتی ہے اور اس کو صحیح راستہ پر نہیں چلا سکتی اور وہ اس محبت کے تحت ناانصافی، ظلم وزیادتی اور بے ایمانی سب کچھ کرسکتا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان دولت کی محبت میں کسی کا قتل بھی کرتا ہے اور ظلم کے ساتھ اس کو حاصل کرتا ہے، بے ایمانی کرتا ہے، عورت کی محبت میں حد سے گذر کر زنا بھی کرتا ہے، اولاد کی محبت میں زمین اور جائیداد کی محبت میں ناانصافی کرتا ہے، اسی طرح وہ دنیا کی بہت ساری چیزوں سے کسبی محبت پیدا کر لیتا ہے، مثلاً سورج چاند، زمین، درخت، پہاڑ، بتوں سے، پیشواؤں سے، پیغمبروں سے، ولیوں سے، بزرگوں سے اور اس کسبی محبت میں غلو کرکے ان کو خدا کے حقوق دیتا ہے اور خدا کی عبدیت وبندگی سے دور ہو جاتا ہے، اسلام انسانوں کو طبعی، فطری، ممتا والی یا کسبی محبت سے روکتا نہیں بلکہ اس کے رُخ کو صحیح کرتا ہے اور ان تمام محبتوں کو اللہ والی محبت کے ساتھ جوڑ کر اللہ والی کسبی محبت یا اللہ والی محبت کے تحت طبعی اور فطری محبت کو اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے، جب انسان میں اللہ والی محبت کے تحت تمام محبتیں آجائیں گی تو انسان باشعور ہوگا، حق و باطل سمجھ سکے گا، اس کی آنکھیں کھلی رہیں گی، وہ اندھا بہرا نہیں بنے گا اور دیوانگی سے دور رہے گا، افراط اور تفریط کا شکار نہیں ہوگا، دنیا کی کوئی عورت اگر بیوی نہ ہو تو اللہ کی محبت اس کو زنا سے

روک دے گی، دولت اگر اس کی خود کی کمائی ہوئی نہ ہوتو اللہ کی محبت اس کو چوری، لوٹ مار، دھوکہ دہی سے روک دے گی، قوم اور ملک کے لوگ دوسروں کے ساتھ ظلم وزیادتی کررہے ہوں تو اللہ کی محبت اس کو ساتھ دینے سے روکے گی، قوم، وطن، ملک سے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرے گا، اولاد اور بیوی کی محبت اس کو اندھا نہیں بننے دے گی، اللہ کی محبت جب اس کو سب سے زیادہ ہوجائے گی تو وہ پیغمبروں، ولیوں، بزرگوں سے ان کے حدود میں محبت کرے گا، اللہ کا حق اللہ کو، بندوں کا حق بندوں کو دے گا، مگر یہ کب ہوگا؟ جب وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت کرے گا، دنیا میں جب ایک کتّے کو انسان ہر روز روٹی، غذا دیتا ہے، اس کی دیکھ بھال کرتا ہے، اس کی صاف صفائی کرتا تو وہ کتّا اپنے مالک کو پہچان جاتا ہے اور اس میں اپنے اس مالک کیلئے کسبی محبت، طبعی اور فطری محبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اسی کسبی محبت کے تحت مالک کو دیکھتے ہی یا مالک کی آواز سنتے ہی بے چین ہوجاتا ہے، اس کیلئے دوڑتا، لاڑ کرتا، اس کے پیروں میں لوٹتا اور دم ہلاہلا کر اس کے آگے پیچھے گھومتا رہتا ہے، اس کے جانے پر اس کے ساتھ دوڑتا ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ کتّے میں یہ کسبی محبت کب پیدا ہوئی؟ جب وہ ہر روز اپنے مالک کے احسانات کو دیکھتا اور اس کی مہربانیوں کو پاتا رہتا ہے، اب اگر انسان رات دن اللہ کے احسانات وانعامات کو تو حاصل کرتا رہے اور اپنے مالک پروردگار کے فضل وکرم کو سمجھ نہ سکے تو اس میں اللہ سے کسبی محبت کیسے پیدا ہوگی؟ اسی لئے انسانوں کو تعلیم دی جارہی ہے کہ وہ سب سے زیادہ اپنے مالک سے محبت کرنے والے بنیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبدیت صحیح کرسکیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ سے کسبی محبت پیدا نہیں کریں گے تو دوسری محبتیں ان کو جہنم کے راستوں پر لے جائیں گی اور وہ اپنی زندگی برباد کرلیں گے۔

جو جس سے محبت کرتا ہے وہ اسی کا دیوانہ ومجنوں کہلاتا ہے

اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق و مالک ہونے کے یہ جانتا ہے کہ جب اس کے ایمان والے بندے کائنات میں اس کے رحم وکرم کو دیکھیں گے اور اس کے احسانات وانعامات اور نعمتوں میں غور وفکر کریں گے اور اس کی بخشش دین وعطا کو سمجھیں گے اور اپنے مالک کے عفوودرگذر اور معافی کو محسوس کریں گے وہ خود بخود اللہ تعالیٰ کی محبت میں دیوانے ہوجائیں گے اور وہ اپنے

مالک ہی سے شدید محبت کرنے والے بن جائیں گے، اس لئے فرمایا گیا کہ ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں، گویا یہاں ایمان والے بندوں کی خاص اور سب سے اونچی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں شدید ہوتے ہیں، جس کی مثال ہر زمانہ میں انسانوں کی تاریخ بتلاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں جان قربان کیئے، مال قربان کیئے، وطن اور ملک کو چھوڑا، دنیا کی عزت وعہدہ اور کرسی کی پرواہ کیئے بغیر دنیا کی تکالیف اور مصیبتیں خالص اللہ کی محبت میں برداشت کیں اور راتوں میں رورو کر سجدوں کے ذریعہ اللہ کے سامنے وقت گذارا اور معمولی کھانوں، کپڑوں، چھپّروں اور بوریوں پر زندگی گذارا۔

شیطان ہمیشہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہونے نہیں دیتا

انسانوں کو شیطان کی اس چال سے پوری طرح باخبر رہنا چاہئے کہ وہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے ناامیدی، ناشکری اور غصہ پیدا کرا کے اللہ تعالیٰ کی محبت سے دور رکھتا ہے، جس کی نظیر یہ ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے اللہ آپ نے حضرت ایوبؑ کو فلاں فلاں نعمتیں دی ہیں جس کی وجہ سے وہ آپ کے اطاعت گذار اور شکر گذار بندہ بنے ہوئے ہیں، ذرا آپ یہ سب مال و دولت، جائیداد، عیش وعزت لے لیں اور پھر دیکھئے کہ وہ کتنے فرمانبردار اور شکر گذار بنے رہتے ہیں؟ اللہ نے بتلا دیا کہ حضرت ایوبؑ اللہ سے بے انتہاء محبت رکھتے ہیں، وہ مال و دولت، اہل وعیال، جانور، کھیت اور باغات سب کچھ ختم ہوجانے کے باوجود یہاں تک کہ جسم میں کیڑے پڑ جانے کے باوجود اللہ کی عبدیت و بندگی کو نہیں چھوڑا اور صبر وشکر والی زندگی گذاری، حالانکہ شیطان بار بار ہر چیز کے ختم ہونے پر آکر ان کو اللہ تعالیٰ سے ناامید اور ناشکرا بنانے اور غصہ دلانے کیلئے یہ کہتا کہ اللہ نے فلاں چیز ختم کردی حالانکہ تم اتنے اللہ کے فرمانبردار ہو مگر اللہ نے فلاں نقصان کردیا اور بے سروسامان کردیا اور بیماری میں مبتلا کردیا، مگر وہ ہر بار شیطان کو دھتکارتے تھے اور اللہ ہی سے لو لگائے رہتے تھے اور انہوں نے اپنی اطاعت وفرمانبرداری سے ثابت کردیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیوانے ہیں، اسی کے عشق میں زندگی گذار رہے ہیں اور اسی کی محبت میں زندگی کے تمام حالات کو صبر وشکر کے ساتھ برداشت کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں۔

شیطان ہمیشہ انسانوں کے دلوں میں اللہ کی محبت پیدا ہونے نہیں دیتا، اس کو یہ بات

اچھی طرح معلوم ہے کہ جب بندہ عشق الٰہی میں مبتلا ہو جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے تڑپے گا اور اللہ کو پکارے گا اور اللہ کی اطاعت کیلئے دوڑے گا، اس لئے شیطان اللہ کے مقابلہ میں انسانوں کے دلوں میں دنیا کی چیزوں کی محبت کو بڑھاتا اور ان کا دیوانہ بناتا ہے، چنانچہ وہ انسانوں کے پاس مختلف نعمتوں کے نہ ہونے مثلاً کوئی اندھا ہو، کوئی لنگڑا ہو یا کوئی بیمار ہو یا کوئی معذور ہو یا کوئی ناکام ہو جائے یا کسی کا نقصان ہو جائے یا کسی کی اولاد مر جائے یا کسی کا شوہر مر جائے یا کوئی لُٹ پِٹ جائے یا کسی پر غربت آ جائے ان تمام حالتوں میں اچھے انسانوں سے تقابل کروا کر دنیا کی عیش وعشرت سے دوری کا احساس دلا کر اللہ تعالیٰ کے نعمتوں کے نہ عطا کرنے پر غم وغصہ اور اللہ کے رحم نہ کرنے اور اللہ کی عطا سے دور رکھنے کا احساس پیدا کروا کر ناامیدی، ناشکری پیدا کرواتا ہے اور بہت سے انسانوں کی زبانوں سے شکایت ناشکری اور کفریہ کلمات بھی ادا کرواتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہونے نہیں دیتا اس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات کو بھول جاتا ہے اور اللہ سے شکایت رکھتے ہوئے اللہ کو اپنا محسن ہونے کا تصور بھول جاتا ہے، شیطان نے حضرت ایوبؑ کو بھی بار بار مختلف چیزوں کے تباہ وبرباد ہونے اور اللہ کے چھین لینے کا احساس دلانے کی کوشش کر کے ناکام ہوا اس لئے انسان کو اپنی زندگی میں کسی چیز کی کمی پر اللہ سے شکایت نہیں رکھنا چاہئے اور زبان سے یا دل میں بھی کوئی ناشکری وکفریہ کلمات کو آنے نہیں دینا چاہئے ورنہ اگر انسان اپنے دل ودماغ میں اللہ سے شکایت رکھے اور غم وغصہ رکھے تو وہ اللہ کی محبت اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا، دنیا کی زندگی میں بعض چیزوں کا نہ ملنا بھی اللہ کی حکمت ومصلحت ہوتی ہے جسے انسان سمجھ نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ دنیا کی مصیبتوں کی وجہ سے مومن کے حساب کتاب میں بہت آسانی کر دیتے اور اس کا بے انتہاء بدلہ عطا فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ اللہ کی محبت اپنے اندر پیدا ہونے کی دعا فرمایا کرتے تھے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اندر زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہونے کی دعا مانگا کرتے تھے، گویا امت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم فرمائی کہ وہ بھی اپنے اندر سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہونے کی دعا مانگتے رہیں، امام احمدؒ اور بزارؒ نے اپنی

اپنی مسندوں میں، ترمذی نے جامع میں، حاکم نے مستدرک میں اور طبرانی نے معجم میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں محبت الٰہی جیسی عظیم نعمت مانگا کرتے تھے۔

ترمذی اور حاکم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعاء موجود ہے: **''الٰہی تو اپنی محبت کو میری جان سے، میرے اہل وعیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظروں میں محبوب بنادے''۔**

ذرا غور کیجئے کہ گرما کے موسم میں ٹھنڈا پانی انسان کے لئے بہت بڑی نعمت ہے اور پھر عربستان کی سخت گرمی میں غذا نہ بھی ملے صرف ٹھنڈا پانی مل جائے تو اور بڑی نعمت ہوتی ہے مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ کی محبت مانگ رہے ہیں۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں کثرت سے یہ دعا بھی کرتے تھے: **''اے اللہ! میں تیری محبت مانگتا ہوں اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت اور اس کام کی محبت جو تیری محبت سے قریب کردے''۔** (ترمذی، مسند احمد، حاکم)

اسی طرح ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **لوگو! اللہ سے محبت کرو کہ وہ تمھیں اپنی نعمتیں عطا کرتا ہے اور اسی کی محبت کے سبب سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے سبب سے میرے اہل بیت سے محبت کرو''۔**

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ **محبت معرفت کی بنیاد ہے۔**

اللہ تعالیٰ سے محبت اس وجہ سے بھی کرنی چاہئے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی، مرتبہ اور مقام دلانے والی، اللہ سے ہمیشہ جوڑے رکھنے والی ہے، اسی عشق الٰہی کی وجہ سے بندہ کبھی اللہ سے دور نہیں ہوسکتا، اس کے برعکس دنیا کی تمام محبتیں ناقص اور ختم ہونے والی اور ساتھ چھوڑنے والی ہیں، ان میں کمی اور نقص ہوتا رہتا ہے، ایک عورت یا مرد شادی بعد ایک دوسرے کے باہوں میں ہاتھ ڈال کر یہ کہتے ہیں کہ میں تیری ہوں اور تیری ہی رہوں گی یا میں تیرا ہوں اور تیرا ہی رہوں گا، مگر دونوں میں سے کوئی ایک مرجانے کے بعد دوسرے مرد اور عورت سے شادی کر کے یہی الفاظ کہتے ہیں میں تیری ہوں اور تیری ہی رہوں گی، وہی عورت جو شوہر سے محبت کرتی ہے شوہر کے مرنے کے بعد ایک رات اسی شوہر کے ساتھ اکیلی نہیں رہ سکتی، اسے اپنے شوہر کی میت سے ڈر لگتا ہے، اس کی اولاد جو اس سے محبت کا دم بھرتی ہے اس کے استعمال

کے کپڑے اور وہ صابن جو اس کو آخری وقت غسل دینے کے لئے استعمال ہوا تھا سب کچھ خیرات کر دیتے اور خود استعمال کرنے سے ڈرتے ہیں، یہ ہے دنیا کی چیزوں سے محبت کا حال، دنیا کی جن جن چیزوں سے انسان محبت کرتا ہے وہ سب ایک نہ ایک دن ختم ہونے والی ہوتی ہیں، اس کے برعکس پائیدار اور حقیقی اور ہمیشہ جو محبت باقی رہنے والی ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، اس لئے بندوں کو چاہئے کہ اسی سے محبت کرنے والے بنیں اور اسی کے عشق کی آگ میں جلنے والے بنیں، اسی کو اپنی محبت کا منبع ومرکز بنائیں، اسی کیلئے جئیں اور اسی کے لئے مریں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے تھی، جب اذان ہوتی تو کنبہ اور خاندان اور ساتھیوں سے ایسے بیگانے ہوجاتے جیسے انہیں جانتے ہی نہیں، بعض اوقات صحابہ کرامؓ کچھ ایسے الفاظ اور جملے ادا کر دیتے تھے جس سے اللہ تعالیٰ میں اور آپ میں برابری کا احساس یا غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً لوگوں کو ان جملوں کے استعمال سے منع کرتے اور اللہ کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق کی سے حیثیت سے سمجھاتے، مثلاً بعض وقت لوگ کہتے **اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آپ نے چاہا تو!** آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جملہ پر فوراً کہتے کہ ایسا نہ کہو صرف یہ کہو ''**اللہ نے چاہا تو**''۔

دنیا سے انتقال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **خدا نے مجھ کو اپنا پیارا بنایا ہے، جیسے ابراہیمؑ کو اس نے اپنا پیارا بنایا تھا۔**

ترمذی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعاء بھی موجود ہے: **اے اللہ! تو اپنی محبت اور اس کی محبت جو تیری محبت کی راہ میں نافع ہو مجھے روزی (عطا) کر۔**

دنیا انسانوں اور جنات کیلئے امتحان اور آزمائش کی جگہ بنائی گئی

دنیا کو اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنات کے لئے امتحان اور آزمائش کی جگہ بنائی ہے، اسلئے یہاں ان کا مختلف طریقوں سے امتحان لیا جا رہا ہے، انسانوں کو مختلف اسباب کے درمیان میں رکھ کر اسباب سے ان کی مدد کروا کر اسباب ہی سے ان کی تقریباً ضرورتیں پوری کروا رہا ہے، ظاہر بات ہے کہ انسانوں کو بظاہر جن چیزوں سے مدد ہوتی رہے گی اور جن سے ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں گی ان کا ڈر خوف اور محبت ان میں پیدا ہوجائے گی اور وہ ان کی

محبت میں گرفتار ہو کر ان کی غلامی کریں گے، گویا انسانوں اور جنات کو رات دن اسباب کے درمیان رکھ کر ان کی محبت اور خوف کا امتحان لیا جا رہا ہے، آیا وہ اسباب کے درمیان میں رہ کر اسباب سے خوف و محبت کرتے ہیں یا اپنے مالک حقیقی سے محبت کرتے ہیں؟ آیا وہ اسباب کے دیوانے بنتے ہیں یا مالک کے دیوانے بنتے ہیں؟ آیا وہ اسباب کی غلامی کرتے ہیں یا مالک کی غلامی کرتے ہیں؟ اس امتحان گاہ میں ان کا سب سے بڑا امتحان یہ ہے کہ آیا وہ دنیا کی تمام محبتوں پر اللہ کی محبت کو غلبہ دیتے ہیں یا نہیں؟ اور تمام چیزوں سے اللہ کیلئے اللہ کے واسطے محبت کرتے ہیں یا نہیں یا پھر اللہ تعالیٰ کی محبت پر دنیا کی چیزوں کی محبت کو غلبہ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اسباب کے دیوانے بن جاتے ہیں، اس امتحان میں وہی لوگ کامیاب ہو سکتے ہیں جو اسباب کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو غالب کریں اور اسباب کے دیوانے نہ بنیں، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت پر اسباب کی محبت کو غالب کریں گے وہ ناکام ہوں گے۔

دنیا کے تمام اسباب انسانوں کی جو کچھ مدد کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے مدد کر رہے ہیں، بغیر اللہ کی مرضی اور حکم کے ایک دوا بھی اپنا اثر نہیں دکھاتی، اس لئے حقیقی مدد کرنے والا اور حقیقی احسان کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر انسان دھوکہ کھا کر اسباب ہی کا دیوانہ بن جاتا ہے اور انہی کو اپنی محبت کا مرکز بنالیتا ہے۔

پچھلی قوموں میں عربوں کو کعبۃ اللہ کو چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے اور پھر بنی اسرائیل یہود کو بیت المقدس کو چھوڑ کر بیت اللہ کی طرف رخ کر کے عبادت کرنے کا جو امتحان لیا گیا اس میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ انسانوں کے دلوں میں چیزوں کی محبت اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، چیزوں کو وہ خدا نہ بنالیں اور صرف چیزوں ہی کے دیوانے نہ بن جائیں، ان کے پاس حقیقی محبت اللہ تعالیٰ کی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیوانے بنیں، چنانچہ عربوں اور یہود میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ سے دلی محبت رکھتے تھے انہوں نے تحویل قبلہ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی۔

پچھلی تمام امتوں کو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ ان کے نبی چلے جانے کے بعد نئے نبی کے آنے پر نئے نبی کو سچا جاننا اور اس پر ایمان لا کر اس کی اتباع میں زندگی گذارنا ہوگا، ایسی صورت میں جو لوگ اپنے نبی کے ساتھ غلو والی محبت رکھتے تھے اور خدا سے بڑھ کر نبی سے محبت

کرتے تھے وہ نئے نبی کے آنے کے بعد اس کا انکار کرتے تھے اور اس کو جھٹلاتے تھے، حالانکہ نیا نبی وہی پیغام لیکر آتا اور وہی دعوت دیتا تھا جو پچھلے انبیاء نے دی اور پچھلے نبیوں اور ان کی تعلیمات کی تصدیق کرتا تھا، ایسے لوگ گویا نئے نبی کا انکار کر کے خود اپنے نبی کا بھی انکار کر دیتے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وغلامی کے خلاف چل کر شیطان کی روش اختیار کرتے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے نبی کی ذات سے محبت ہو جاتی اور وہ نبی کی محبت کو خدا کی محبت پر غلبہ دیتے اور نئے نبی کو باوجود حق جاننے اور پہچاننے کے جھٹلا کر اپنے نبی کو چھوڑنے تیار نہیں ہوتے تھے، اسی غلط اور اندھی محبت کی وجہ سے پچھلی قوموں میں بہت سے لوگ اللہ کے باغی اور نافرمان بنے اور جہنم والی راہ پر چلے گئے جن کی زندہ مثال یہود کی ہے، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے سے انکار کیا اور اللہ کی ہدایت جو انجیل سے آئی اس کو ماننے سے انکار کیا، اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت کے غلو میں باوجود انجیل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں ہونے کے اور یہود ونصاریٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنی اولاد کو یا اس سے بڑھ کر، مگر پھر بھی انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی محبت کے غلو میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قرآن مجید کا انکار کیا، مگر یہود ونصاریٰ میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ سے حقیقی محبت کرتے تھے انہوں نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے اور تورات وانجیل کا ادب واحترام کرتے ہوئے قرآن مجید کے مطابق زندگی گذاری اور آج بھی وہ عیسائی اور یہودی جو اللہ کی حقیقی محبت رکھتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر اپنے آپ کو امت مسلمہ کا فرد بنا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر بہت بڑا احسان کیا اور اس امتحان سے بچالیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو مکمل کر کے نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا، اب قیامت تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جاری رہے گی، فرض کیجئے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو پتہ نہیں امت محمدیہ کے کتنے لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے نبی کو ماننے سے انکار کرتے اور آپ ﷺ کی محبت میں غلو کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے اور آنے والے نبی کو جھٹلا دیتے، اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ

اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ بند کر کے امت محمدیہ پر احسان کیا ہے اور امت محمدیہ کو اس سخت امتحان سے بچالیا ورنہ اس امتحان میں جس طرح دوسری قوموں کے لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور ہوئے اسی طرح امت محمدیہ کے افراد میں سے بہت سارے وہی رویہ اختیار کرتے، کیونکہ بہت سارے امت محمدیہ کے افراد نبی سے محبت میں اتنا غلو کرتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شرکیہ اشعار استعمال کر کے نبی کو خدا سے ملا دیتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور بڑائی میں دوسرے انبیاء کی بے عزتی بھی کر دیتے ہیں، اسلام نے یہ تعلیم دی کہ انسان پیغمبر سے بھی محبت اللہ کی محبت کے تحت کرے، پیغمبر سے محبت اللہ کے برابر ہو جائے یا اللہ سے بڑھ کر ہو جائے تو وہ اللہ کے ساتھ شرک ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار نبی کی اتباع سے ہوتا ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ (ال عمران:۳۱)

اے محمدؐ! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ (النساء:۶۴)

اور ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا اسی لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ (النساء:۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔

اسلام نے ایمان لانے والے بندوں پر یہ شرط رکھی ہے کہ وہ اپنا ہر کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کرے تب ہی ان کا وہ عمل عملِ صالح بنے گا اور اللہ تعالیٰ کے پاس قبولیت کا درجہ حاصل کرے گا، پیغمبر کی اتباع و اطاعت ہی سے یہ مانا جائیگا کہ بندے کو اپنے معبود سے محبت ہے، جب بندہ نبی کی اتباع و غلامی نہیں کرتا تو اس کے صاف معانی ہیں کہ اس کو خدا سے ویسی محبت نہیں جیسی ہونی چاہئے، اس کے ایمان کا دعویٰ جھوٹا ہے، جس کی عام اور کھلی مثال یہودیوں اور عیسائیوں کی زندگی میں نظر آتی ہے۔

یہودی حضرت موسیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کو اپنا نبی مانتے ہیں مگر وہ ان کی

اتباع قطعی نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کے طریقوں کے خلاف چلتے ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو جس طرح بھی مانتے ہیں وہ ان سے محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود ان کی اتباع واطاعت سے کوسوں دور ہیں۔

اللہ تعالیٰ کسی کو نظر نہیں آتا، ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی رضا اور عبادات کرنے کے طریقے معلوم کرنے کا ایک ہی راستہ ہے، وہ یہ کہ اس کے پیغمبر کو سچا مان کر اس پر ایمان لایا جائے اور پیغمبر ہی کی اطاعت و غلامی کی جائے، اس لئے کہ پیغمبر ہی کی اطاعت و غلامی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و غلامی ہوگی، جس طرح حکومت کی غلامی اور اطاعت کرنے کے لئے اس کے مقرر کردہ گورنر، وائسرائے اور حاکم کی اطاعت و غلامی کی جاتی ہے (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ اس کی ہوائے نفس میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہوجائے۔ (شرح السنۃ)

محبت کا ثبوت اطاعت وغلامی سے ملتا ہے

محبت کیلئے اطاعت وقربانی لازمی اور ضروری ہے، اگر محبت کا دعویٰ ہے مگر اس میں اطاعت وفرمانبرداری نہیں تو وہ جھوٹا دعویٰ ہوگا، اگر کوئی والدین سے محبت کا دعویٰ کرے مگر وہ والدین کی بات نہ سنے اور حکم نہ مانے تو وہ محبت صحیح نہیں، اگر کوئی بیوی شوہر سے محبت کا دعویٰ کرے اور اس کی تعریف کرتی پھرے مگر وہ اطاعت نہ کرے اور حکم نہ مانے تو وہ محبت صحیح نہیں ڈھونگ ہوگی، اگر کوئی نوکر یا غلام آقا سے محبت کا دعویٰ کرے اور اس کا حکم نہ مانے تو وہ محبت صحیح نہیں، محبت کا دعویٰ جھوٹا کہلائیگا، اگر کوئی پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرے اور آپؐ کی سنت کی جگہ یہود ونصاریٰ کے طریقوں کو پسند کرے اور جان بوجھ کر آپؐ کی نافرمانی کرے تو وہ محبت جھوٹی محبت کہلائے گی اور وہ ایک ڈھونگ ہوگا، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ؎

جو میں سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

ذرا غیر مسلموں پر غور کرو کہ بتوں کی محبت میں وہ سورج طلوع ہونے سے پہلے بیدار ہوتے ہیں اور مسلم بستیاں قبرستان کے مردوں کی طرح سوتی پڑی رہتی ہیں۔

دنیا کی زندگی میں اولاد ماں باپ پر جان اور مال قربان کرتی ہے محبت ہی کی خاطر بیوی شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری خادمہ کی طرح کرتی ہے محبت ہی کی خاطر، ماں باپ اولاد کی خدمت کرتے اوران پر اپنا سب کچھ لُٹاتے ہیں محبت ہی کی خاطر، عاشق معشوق کیلئے ہرطرح کی تکالیف برداشت کرتا ہے محبت ہی کی خاطر، صحابہؓ نے اللہ کے راستہ میں ہرقسم کی قربانیاں دیں محبت ہی کی خاطر، تو پھر آج کے اکثر مسلمان اللہ کی محبت میں اس کی اطاعت وغلامی کا ثبوت کیوں پیش نہیں کرتے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ مدد کرنے والا، سب سے زیادہ چاہنے والا، سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور سب سے زیادہ معاف کرنے والا اور سب سے زیادہ مہربانی کرنے والا اور سب سے زیادہ نعمتیں دینے والا اور سب سے زیادہ خیال رکھنے والا ہے۔

تمام انبیاءؑ صحابہ اور اولیاءؒ اللہ سے سب سے زیادہ محبت رکھتے تھے

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیوں پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ ہی سے تھی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں بھوک پیاس کو برداشت کیا، انسانوں سے پہنچائی گئی ہرقسم کی تکلیفیں جھیلیں اور ہر قسم کی مصیبتوں کو برداشت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام پر ہرقسم کی قربانیاں دیں اور بعض تو شہید کردئے گئے، قرآن و حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے ایک ایک گوشہ کو کھول کھول کر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے تھے اور کس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ کی خاطر اپنے والد، خاندان، قبیلہ، وطن کو چھوڑا اور اللہ ہی کی محبت میں اپنے اہل وعیال کو وادیٔ غیر ذی زرع میں اللہ کے بھروسہ پر چھوڑ آئے یہاں تک کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کا اشارہ پاتے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کو بیٹے کی محبت پر غلبہ دے کر بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کرنے کیلئے تیار ہوگئے اور قیامت تک کے انسانوں کو تمام چیزوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ ہی سے محبت کرنے اور اسی کی غلامی کرنے کا سبق دے گئے، اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں سب کچھ چھوٹ جانے اور بیماری میں مبتلا ہونے پر صبر وشکر کا راستہ

اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی نہیں چھوڑی، حضرت نوح علیہ السلام نوسو سال محض اللہ تعالیٰ کی محبت میں قوم کے نہ ماننے کے باوجود ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے، کبھی بیزاری اور نا امیدی ظاہر نہیں کی اور نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و غلامی سے منہ موڑا، پیغمبروں کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے اور وہ اللہ کے ہر حکم پر بغیر کسی تاخیر کے دوڑتے اور حکم بجالاتے ہیں، چنانچہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ ہی سے محبت تھی اور آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک عمل اللہ تعالیٰ ہی کی محبت اور غلامی کا ثبوت دیتا ہے، مکہ مکرمہ کی آبادی میں جو مشرکوں سے آباد شہر تھا، جہاں ایک بھی ایمان والا نہیں تھا اور اور کعبۃ اللہ میں بت بھرے ہوئے تھے، اسی جگہ اکیلے وتنہا پورے شہرِ مکہ کو اللہ تعالیٰ کو ایک اور اکیلا ماننے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنے کی دعوت دی جس پر ہر قسم کا ظلم، تکالیف برداشت کرنی پڑی، اللہ تعالیٰ کی محبت میں لوگوں کے پتھر اور مار کھانی پڑی، وطن چھوڑنے پر مجبور کردئے گئے، اپنی تمام محبتوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر قربان کیا اور اللہ کی محبت کے تابع کیا، اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت اوراس کے ہر حکم کے آگے ہمیشہ اپنے سر کو جھکائے رکھا اور زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ ہی کی شکرگذاری کرتے رہے، چنانچہ لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ: آپ ﷺ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی زیادہ عبادت کی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکرگذار بندہ نہ بنوں؟! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی بھی اسی انداز سے تربیت فرمائی جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت وغلامی میں اور اللہ تعالیٰ کی خاطر ہمیشہ جان و مال، اولاد اور وطن سب کچھ قربان کرنے تیار رہتے تھے اور جان ومال اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کرکے بتلایا، جس کی بہت سی مثالیں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں نظر آتی ہیں اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو محبت الٰہی، عشق رسول، صحابہ کی زندگیوں سے صاف طور پر معلوم ہوگا کہ انہوں نے رسول کی محبت میں غلو نہیں کیا اور رسول کو رسول کی محبت دی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسی محبت کرنی چاہئے تھی اسی طرح محبت کی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت، مرتبہ ومقام اور محبت میں رسول کی اطاعت وغلامی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبدیت وغلامی کا سبق دیا۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جو ابوجہل کی باندی اور غلام تھیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم پر ایمان لائیں تو ہر قسم کی تکالیف جھیلیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں شہادت کو قبول کرنا گوارا کیا مگر اللہ کا انکار نہیں کیا، ان کے بیٹے حضرت یاسرؓ نے اللہ کی محبت وغلامی میں اسلام کو چھوڑنا گوارا نہ کیا اور شہید ہو گئے، حضرت بلالؓ باوجود غلام ہونے کے اللہ تعالیٰ کی محبت میں دن رات مکہ مکرمہ میں سخت تکالیف اٹھاتے، ان کو دوپہر کے وقت عرب کی ریتیلی زمین پر جلتی ریت پر لٹایا جاتا، گرم پتھر سینہ پر رکھا جاتا اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے پر مجبور کیا جاتا لیکن وہ اللہ کی محبت میں اتنے زیادہ اللہ کے عاشق تھے کہ سب کچھ گوارا کیا مگر زبان سے بلند آواز کے ساتھ مشرکوں کے سامنے احد احد کہنا نہیں چھوڑا۔ کسی شاعر نے اس کو اپنے اشعار میں یوں بیان کیا۔

اے خدائے پاک اے رب جہاں — کب تلک عاشق کا ہوگا امتحاں
ہر رگ و ریشے میں کانٹے چبھ گئے — اور جلایا جارہا ہوں آگ میں
پتھروں میں ہورہا ہوں پائیمال — خون تک دینے لگا ہے بال بال
ان عذابوں کی مجھے پرواہ نہیں — ایسی تکلیفوں سے دل دکھتا نہیں
جو تیری مرضی ہو وہ کر میرا حال — عشق میں ثابت قدم ہوگا بلال

گویا یہ اس بات کا ان کی زبان سے اعلان تھا کہ تم سب کچھ کرلو مگر میں اللہ تعالیٰ کو نہیں چھوڑ سکتا، حضرت ابوذر غفاریؓ صحنِ مکہ میں کلمہ توحید بہ آواز بلند پڑھتے ہیں اس پر مشرکین مکہ ہر طرف سے پتھروں کی بارش ان پر کرتے ہیں، بعض لوگ آکر چھڑا دیتے ہیں، لیکن پھر دوسرے دن بھی وہی کرتے اور پھر لوگ آپ کو پتھروں سے مارتے، یہ سب عشق الٰہی کا مظاہرہ تھا، ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا ڈر اور خوف نہیں تھا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بشارت دی کہ ''وہ خدا کے محبوب اور خدا ان کا محبوب''، تمام صحابہؓ نے اللہ ہی کی محبت واطاعت میں مکہ سے ہجرت کی مال ودولت، اہل وعیال کو چھوڑا۔ مکہ ومدینہ میں بہت کم صحابہ کرامؓ کی قبور ہیں، وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں اپنے وطن کو چھوڑے اور دنیا کے مختلف ملکوں میں جا کر اللہ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا تعارف کروایا اور ایمان کی تعلیم دی۔

حضرت غامدیہؓ اور حضرت ماعز اسلمیؓ نے اللہ ہی کی محبت میں ایسی توبہ کی کہ سنگسار ہونا قبول کیا لیکن اللہ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا، حضرت خبیبؓ نے اللہ ہی کی محبت میں جسم کا ایک ایک حصہ کٹوانا پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ کو نہیں چھوڑا، آپؓ نے جب شہادت کا وقت قریب آیا

تو کفار مکہ سے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی اور جلدی جلدی کر کے دو رکعت نماز ادا کی پھر نماز سے فارغ ہو کر کفار مکہ سے خطاب کر کے کہا کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ میری نماز کی طوالت کو میری بزدلی سمجھو گے تو میں کچھ اور دیر تک اپنے رب کے حضور محو عبادت رہتا، مگر میں نے نماز اسی لئے جلدی ختم کر دی کہ کہیں تم یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ میں موت سے گھبرا کر اور موت کو ٹالنے کے لئے نماز میں دیری کر رہا ہو، اس کے بعد آپؓ نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب کر دل کی آواز کے ساتھ کچھ جذباتی اشعار پڑھے اور شہید کر دئے گئے، ان اشعار کا مفہوم یہ تھا کہ ''ظالموں نے مجھے کفر اور موت کا اختیار دیا میں نے کفر کے مقابلہ موت کو ترجیح دی، آج جو آنسو میری آنکھوں سے بہہ رہے ہیں وہ ڈر اور خوف اور افسوس کے نہیں بلکہ محبت الٰہی کے آنسو ہیں، میں موت سے نہیں ڈرتا، بہر حال ایک دن مرنا ہے، میں جہنم کے شعلوں سے ڈرتا ہوں جو دور دور تک لپٹنے والے ہیں، میں اللہ کی راہ میں جان دے رہا ہوں، میں ان دشمنوں سے کسی قسم کی مجبوری محتاجی اور ڈر خوف کا اظہار نہیں کرتا، میں تو اپنے رب کی طرف لوٹ رہا ہوں''۔

صحابہ کرامؓ کی زندگیوں پر اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ کتنا اللہ تعالیٰ کی محبت کا خیال رکھتے اور اللہ کی محبت میں جان اور مال کو ہر طرح سے قربان کرنے کے لئے تیار رہتے، مکہ میں جو دولت مند انسان اسلام قبول کرتا اس کو برا بھلا کہا جاتا اور ہر طرح سے ذلیل و رسواء کیا جاتا، اس کے مال و دولت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی، کمزور مسلمان ہوتے تو انہیں مارا پیٹا اور ستایا جاتا، مگر پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی محبت، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اسلام سے نہیں ہٹتے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے پر ان کا چچا کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے دھواں دیتا اور اسلام کو چھوڑنے پر مجبور کرتا، حضرت مصعب بن عمیرؓ کی ماں کو ان کے اسلام لانے کا علم ہوا تو ان کا دانا پانی بند کر دیا گیا اور گھر سے نکال دیا گیا اور جسم کے کپڑے تک کھینچ لئے گئے، آپؓ نے کھال اور ٹاٹ اوڑھ لی جبکہ آپؓ دولتمند اور خوشحال گھرانے کے نوجوان تھے اور انتہائی ٹھاٹ باٹ میں زندگی گذارتے تھے مگر اللہ کی محبت میں آپؓ نے دنیا اور دنیا کے عیش کو ترک کرنا گوارا کیا، ذوالبجادینؓ نام کے صحابی جب اسلام قبول کئے تو ان کے چچا نے جسم کے کپڑے تک اتار لئے اور وہ ننگے بدن ماں کے پاس

آئے تو ماں نے آپؓ کا حال دیکھا اور پھر دو چادریں دیں، وہ ذرا بلند آواز سے قرآن پڑھنے کے عادی تھے، حضرت عمرؓ کو کچھ شکایت ہوئی وہ اعتراض کرنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو منع کیا اور فرمایا کہ ان کو کچھ مت کہو، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر سب کچھ چھوڑ کر اسلام میں آئے ہیں، اسی طرح بعض صحابہؓ کرام کو گرم کھولتے ہوئے تیل میں ڈال کر شہید کر دیا گیا مگر وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کفر پر جینا گوارا نہ کیا اور موت کو ترجیح دی، اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور واقعہ ہے، جب نفس کی محبت غالب آئی تو باوجود دشمن پر پوری گرفت رکھنے کے اس کے سینہ پر سے اٹھ گئے اور پوچھنے پر بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے قتل کرنے کے احساس کے ختم ہونے سے وہ لڑائی چھوڑ دیئے، اسی طرح آج جتنے اللہ والے دنیا میں گذرے ہیں انہوں نے خالص اللہ تعالیٰ کی محبت میں ظالموں کے ظلم کو سہا مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان سے منحرف نہیں ہوئے اور زندگی میں اللہ تعالیٰ کی محبت واطاعت اور غلامی میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں لیکن اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہیں کی۔

قرآن پچھلی قوموں کے واقعات پیش کر کے بتلاتا ہے کہ اصحاب اخدود نے اللہ ہی کی محبت میں آگ میں جلنا تو گوارا کیا مگر اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے دنیا کی زندگی کو پسند نہیں کیا، اصحاب کہف اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں اپنے عیش وآرام اور سکون کی زندگی کے مقابلہ غار میں مصیبت کے ساتھ رہنے کو پسند کیا، فرعون کے جادوگروں نے اللہ تعالیٰ ہی کی محبت کی وجہ سے ایمان کو چھوڑنا گوارا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان ہونے کو ترجیح دی، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو طرح طرح کے جسمانی تکلیفیں دی گئیں اور انہوں نے اللہ کی محبت میں وہ سب کچھ برداشت کیا مگر اللہ تعالیٰ کا انکار یا اللہ تعالیٰ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

فرعون کی بیوی حضرت آسیہؑ کو بھی اللہ تعالیٰ کی محبت اور ایمان کی وجہ سے طرح طرح کی تکالیف جھیلنی پڑیں اور فرعون نے ان کے جسم میں کیلیں ٹھوکوا کر اوپر سے وزنی پتھر گرا کر ختم کر دیا، مگر انہوں نے اللہ کی محبت میں شہید ہونا تو گوارہ کیا اور ہر قسم کا ظلم وزیادتی برداشت کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی مجھے اپنے قرب میں جگہ عطا فرما۔

اسلام نے پیغمبرؐ سے محبت کرنے کو لازمی اور ضروری قرار دیا

انسانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ پیغمبرؐ سے محبت کریں کیونکہ پیغمبرؐ کی عظمت و محبت کے بغیر ان کا ایمان صحیح نہیں ہوگا، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے سے محبت کرنے کی تعلیم دی، ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا: تم کو مجھ سے کتنی محبت ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ آپ سے محبت رکھتا ہوں! تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہاری جان مال، اہل وعیال سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں، تب حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے اپنی جان، مال، اہل وعیال سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

اللہ، رسول اور اسلام اور اس کے ماننے والوں میں محبت کا ایسا تعلق ہے کہ وہ کسی ایک سے بھی علاحدہ نہیں ہوسکتا، لازم اور ملزوم کی طرح ہے، بندہ اللہ تعالیٰ سے اور اسلام سے صحیح محبت کرتا ہے تو رسول ﷺ سے محبت کا ہونا لازمی ہے اور رسول سے محبت کرتا ہے تو لازماً اللہ اور اسلام سے محبت ہونا لازمی ہے، دوسری طرف بندے میں اللہ اور اسلام کی محبت کی وجہ سے رسول سے محبت ہوگی، اللہ اور اسلام کی محبت کے بغیر رسول کی محبت کا تصور صحیح نہیں، اس لئے کہ بندے کو رسول سے جو محبت ہوگی وہ اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے ہوگی، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوگی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ: ایمان کی حلاوت اسی کو نصیب ہوگی جس میں تین باتیں پائی جائیں گی: ایک یہ کہ اللہ ورسول کی محبت اس کو ہر چیز سے زیادہ ہو، دوسرے یہ کہ جس سے بھی اس کو محبت ہو صرف اللہ ہی کے لئے ہو اور تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹنے سے اسے اتنی نفرت اور ایسی اذیت ہو جیسی کہ آگ میں ڈالے جانے سے ہوتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک

جتنے پیغمبر آئے ان کو سچا ماننے اور ان کی عزت و احترام اور ادب کرنے کی تعلیم دی اور تمام پیغمبروں کو سچا ماننے اور ان پر ایمان لائے بغیر ایمان صحیح نہ ہونے کا اعلان کیا اور ان میں تفریق کرنے سے منع کیا، چنانچہ اسلامی تعلیمات میں یہ تین اصول رکھے گئے ہیں:

(۱) ایمان کی اصل روح اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، اسی محبت کے تحت تمام محبتیں رہیں گی، اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ کوئی ایسی محبت نہ ہو جو برابر کی ہو یا اس سے بڑھی ہوئی ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے اور اللہ کے پاس محبوب ہونے کا واحد راستہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ اور طریقہ سے ہٹ کر جو بھی راستہ اختیار کیا جائے گا وہ بدعت وضلالت اور گمراہی کا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوگا۔

(۳) اگر کوئی ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ رکھے اور رسول کی پیروی سے منہ موڑے تو وہ اللہ کا محبوب نہیں بن سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت ہوگی اور نہ اس کا ایمان ہی صحیح معنی میں ایمان کہلائے گا۔

رسول کو صفت علم یا قدرت میں اللہ تعالیٰ کے برابر کر دینا اور رسول سے اللہ جیسی محبت کرنا یا رسول سے اللہ سے بڑھ کر محبت کرنا شرک ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ویسی محبت کرنا چاہئے جیسے صحابہؓ کرتے تھے اس میں کمی بھی حرام ہے اس میں زیادتی بھی غلو اور گمراہی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبیؐ اپنے آپ سے محبت کیوں کرانا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام چیزوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے بعد اپنے آپ سے محبت کرنے کی تعلیم کیوں دی؟ اس میں کیا حکمت و مصلحت چھپی ہوئی ہے؟ رسول زبردستی لوگوں کو اپنے آپ سے محبت نہیں کروا رہے ہیں بلکہ اس میں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو رسول کی اتباع سے وابستہ کر دیا اور یہ شرط رکھ دی کہ رسول کی اتباع کرنے سے اللہ بھی تم سے محبت کرے گا، گویا اس محبت سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی بندگی وغلامی کی جائے۔

دنیا کی زندگی میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وغلامی کرنے کے لئے مختلف چیزوں کی محبت رکاوٹ ڈالتی اور اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی سے روکتی ہے، ایسی صورت میں انسان کو جس سے محبت زیادہ ہوگی وہ اسی کی محبت کو تمام محبتوں پر غلبہ دے گا اور اسی کی اطاعت و

فرمانبرداری کرے گا، مثلاً بیوی اگر بے پردہ چلنا چاہتی ہے، ایسی صورت میں انسان کو بیوی سے محبت زیادہ ہوگی تو وہ بیوی کی محبت کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر غلبہ دے گا اور بیوی کی اطاعت وغلامی کرے گا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے منہ موڑ کر بیوی کو بے پردہ لیکر پھرے گا، ایسی صورت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی۔

اسی طرح ماں باپ شادی بیاہ میں ناچ گانا اور جوڑے کی رقم، سامان جہیز اور رسم و رواج کرنا چاہتے ہیں، ایسی صورت میں اگر ماں باپ کی محبت زیادہ ہوگی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر غلبہ پائے گی اور انسان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ماں باپ کی اطاعت کرے گا، اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی۔

اسی طرح نفس کہتا ہے کہ زنا کیا جائے، شراب پی جائے، اگر انسان پر رسول کی محبت زیادہ ہوتو نفس کی محبت کو غلبہ حاصل کرنے نہیں دے گی اور انسان زنا اور شراب سے دور رہ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا، اس طرح وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر کے اللہ تعالیٰ کی عبدیت وبندگی کرے گا، اسی لئے انسان کو دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتو وہ پیغمبر کی محبت کو تمام محبتوں پر غلبہ دے کر پیغمبر کی اتباع و اطاعت کرے گا، اور پیغمبر کی اطاعت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وغلامی ہوگی۔

اس تشریح سے یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر اپنے آپ سے محبت کروا کر اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی کروانا چاہتے ہیں، اسی لئے فرمایا گیا کہ:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

اسی طرح قرآن یہ بھی فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

جو لوگ رسول سے دلی محبت نہیں کرتے صرف زبانی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ زندگی کے کاموں میں غیروں کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے رسول کی اطاعت نہیں کریں گے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کریں گے، اس لئے کہ ان کے پاس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر دوسروں کی محبت کا غلبہ رہے گا اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرسکیں گے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمان اسی بیماری میں مبتلا ہیں، وہ زبان سے تو محبت کا دعویٰ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں مگر جب عمل کرنے کا وقت آتا ہے تو نفس کی خواہشات پر یہود و نصاریٰ کی اتباع کرتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کی تہذیب وتمدن اور طریقوں کے عاشق ہوتے ہیں یا پھر رسولؐ سے عشق کا دعویٰ کر کے اپنے آپ کو عاشق رسولؐ کہتے مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے خلاف بدعات اختیار کر کے رسول کے لائے ہوئے دین کی شکل ہی کو بگاڑ دیتے ہیں، ایسے تمام لوگوں کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ ان کے پاس عشق رسول صحیح نہیں، وہ دھوکہ اور فریب میں مبتلا ہو کر شیطان کے پیرو بنے ہوئے ہیں۔

عشق رسولؐ کے بغیر ایمان واطاعت معتبر نہیں

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کسی بھی نبی یا رسول کو اس لئے نہیں بھیجا کہ لوگ اسے صرف زبان سے مان لیں اور اس کے ساتھ اپنی زبانی محبت کا دعویٰ کریں بلکہ نبی یا رسول کو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ لوگ ان کو مان کر ان کی اتباع میں زندگی گذاریں، پھر اس اتباع واطاعت میں شرط لازم یہ بھی ہے کہ یہ اتباع واطاعت زبردستی یا تنگ دلی کے ساتھ نہ کی جائے بلکہ خوشی خوشی محبت کے ساتھ کی جائے، دل میں شک وشبہ یا شکوہ وشکایت ذرّہ برابر بھی نہ ہو۔

ہم صحیح معنی میں مؤمن اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک کہ ہم اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان، مال اور تمام چیزوں سے زیادہ محبوب نہ بنالیں، اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہئے، صرف زبان سے محبت کا دعویٰ کر کے اور عمل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بوجھ کر نافرمانی کرے تو اس کا نام نہ محبت ہے اور نہ وفاداری بلکہ ایسے انسانوں کو فاسق وفاجر کہیں گے، اس کو اس مثال سے یوں سمجھئے، مثلاً کوئی لڑکا یہ اعلان کرے کہ فلاں شخص میرا باپ ہے اور میں اس سے بے انتہاء محبت کرتا ہوں، اب اگر اس کا باپ اس کو یہ حکم دے کہ فلاں جگہ چادر بچھا دو اور مجھے پانی پلا دو، لڑکا اپنے والد کا حکم سنے لیکن نہ تو پانی پلائے اور نہ چادر بچھائے تو کیا یہ محبت کا دعویٰ صحیح ہوگا؟ یہ تو زبانی وجھوٹا دعویٰ کہلائے گا، صحیح دعویٰ تو یہ ہوگا کہ لڑکا اپنے والد کے حکم پر عمل کرے، بس اسی طرح ہمیں بھی چاہئے کہ جب ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر اور رسول مانتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مانیں اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی بھی مانیں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے سے دعویٰ صحیح نہیں ہوگا۔

یاد رکھئے محبت کوئی ایسی چیز نہیں جس کو صرف زبان سے ہی ظاہر کیا جائے بلکہ محبت دراصل دل کے جذبہ کا نام ہے اور حقیقت میں جب محبت ہو جاتی ہے تو پھر وہ چھپائے نہیں چھپتی، دبائے نہیں دبتی، بول چال، حرکتوں، خیالات اور اعمال سے ظاہر ہو کر ہی رہتی ہے۔

ایک مسلمان کو اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہاء محبت ہوتی ہے، اسی محبت کی وجہ سے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اطاعت ہی نہیں بلکہ اتباع کرتا ہے، اتباع کے معنی ہیں پیچھے پیچھے چلنا، قدم بہ قدم چلنا، نقشِ قدم پر چلنا، محبت اور اتباع دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی زیادہ محبت ہوگی اتنی ہی اتباع بڑھتی جائے گی اور جتنی زیادہ اتباع ہوگی اتنی محبت بھی بڑھتی جائے گی۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھانا ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے رہیئے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی دراصل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے۔

پیغمبر کو اس واسطے نہیں بھیجا جاتا کہ لوگ صرف ان کی ذات سے محبت کریں، اللہ تعالیٰ نبیوں کو اس لئے نہیں بھیجتا کہ لوگ ان سے صرف ان کی ذات ہی کی حد تک محبت کرنے والے بن کر ان کے دیوانے بن جائیں اور رات دن ان کی محبت میں ان کی صرف زبانی تعریف، ان کی خوبیاں، ان کی عظمت اور ان کے مقام ومرتبہ میں نعت واشعار پڑھتے ہوئے صرف زبان سے محبت کو ظاہر کریں اور سروں کو جھوم جھوم کر ہلاتے بیٹھے رہیں بلکہ **نبی سے محبت جو کرائی جاتی ہے وہ دراصل وحی الٰہی پر عمل کروانے کیلئے، اس لئے کہ نبی پر وحی الٰہی نازل ہوتی ہے، انسان جب نبی سے محبت کرے گا تو نبی پر اترنے والے کلام سے بھی محبت کرے گا، اس طرح وہ نبی کی محبت میں وحی الٰہی کی پابندی کر کے نبی کی اطاعت کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی عبدیت وبندگی کرے گا، اگر انسان نبی کی ذات سے تو محبت کرے مگر نبی پر اترنے والے علم پر عمل نہ کرے تو کھلے طور پر یہ ثابت ہو جائے گا کہ انسان کو نبی سے صرف زبانی محبت ہے، مگر نبی پر اترنے والے کلام سے محبت نہیں اس لئے انسان وحی الٰہی کی اطاعت سے منہ موڑ رہا ہے۔**

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلے انبیاء کی امتوں میں ان لوگوں پر لعنت فرمائی جنھوں نے نبیوں کے گذرنے کے بعد ان کی قبروں کو سجدہ گاہ اور عبادت گاہ بنالیا، یہ سب نبی کی ذات سے غلو والی محبت کا نتیجہ تھا جوانہوں نے نبی کی تعلیمات کے خلاف عمل کیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مکہ مکرمہ میں دعوت پیش کررہے تھے اس وقت آپؑ کے پیغام کے مخالف دوقسم کے لوگ تھے، ایک تو کھلے طور پر آپ کی مخالفت کرتے، جھٹلاتے، اذیت دیتے اور ستاتے تھے، دوسرے وہ لوگ تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محبت کرتے مگر ان کو وحی الٰہی سے محبت نہیں تھی، وہ لوگ آپ کو ستاتے نہیں تھے بلکہ الٹا آپ کے کام میں آپ کی مدد بھی کرتے تھے، جن میں حضرت ابو طالب سب سے آگے تھے، حضرت ابو طالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے اور پرورش کی ذمہ داری بھی حضرت ابو طالب ہی نے لی تھی، ہر قدم اور ہر مشکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتے، شعب ابی طالب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے ساتھ تین سال تک قید رہے اور تکلیفیں جھیلیں، آپ کے زندہ رہنے تک کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلم کھلا ستانے کی ہمت نہیں کرتے تھے، مگر حضرت ابو طالب کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی سے محبت نہیں تھی اور نہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وغلامی کو قبول کیا، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے تعلق سے فرمایا کہ جہنم میں ان کو سب سے کمتر درجہ کا عذاب دیا جائے گا، وہ یہ کہ ان کو گندھک کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے ان کا دماغ کھولتا رہے گا۔

اس لئے پیغمبر سے زبانی محبت کا دعویٰ کرنے والوں اور اطاعت وغلامی سے منہ موڑنے والوں کو حضرت ابو طالب کی مثال خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں سے یہ امتحان لیا کہ آیا ان کو اپنے نبی سے محبت زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ سے محبت زیادہ ہے، انہوں نے نئے آنے والے نبی کا انکار کرکے اس بات کا ثبوت دیا کہ ان کو اللہ سے زیادہ اپنے نبی سے محبت ہے، اس لئے انہوں نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی، اگر وہ اپنے نبی کے ساتھ ساتھ آگے آنے والے نبی کو بھی مان لیتے تو یہ ظاہر ہوجاتا کہ ان کو اپنے نبی کی محبت پر خدا کی محبت زیادہ ہے، اس لئے وہ خدا کی محبت کے تحت وحیٔ الٰہی کے ہر حکم کو

پورا کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت توحید کی روح اور جان ہے، اس لئے فرمایا گیا کہ:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔

ایمان والوں کو سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت ہوتی ہے۔ (بقرہ:۱۶۵)

یعنی وہ اللہ کی محبت میں شدید ہوتے ہیں، چنانچہ پچھلے انبیاء کرام کی امتوں میں جو لوگ اللہ تعالیٰ سے دل سے محبت کرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آگے آنے والے نبی پر ایمان لاتے اوراس سے بھی محبت کرتے اور کسی میں تفریق نہیں کرتے تھے۔

اسلام انسانوں سے اللہ کے ساتھ زبانی، قلبی اور عملی محبت چاہتا ہے

اپنی اطاعتوں کی بنیاد اور روح عشق الٰہی کو بنایئے پھر دیکھئے کہ اعمال میں کتنا جوش، جذبہ، مزا اور لطف آتا ہے، عشق الٰہی کی وجہ سے کسی دوسرے کی چھاپ، کسی دوسرے کا رنگ اور کسی دوسرے کی غلامی سے انسان بچ جاتا ہے اور بڑے بڑے مجاہدے ہنستے ہنستے کر گذرتا ہے، عشق الٰہی میں مخلوق کے غلبے کو ٹھوکرانا آسان ہوجاتا ہے، فاقہ میں بھی مست اور صبر کے ساتھ رہتا ہے، شریعت پر عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

اسلام انسانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی، تعریف، حمد کمال کا زبان سے بھی اظہار کریں اور عمل سے بھی ثبوت دیں، اسی لئے ایمان والا بندہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کو مختلف طریقوں سے بار بار اٹھتے بیٹھتے یاد کرتا رہتا ہے، اور کائنات میں غور وفکر کرکے اس کی حمد وثناء بیان کرتا ہے اور پھر اس کے ہر حکم کے آگے سر نیاز خم کرکے خالص اسی کی عبدیت وبندگی کا مظاہرہ کرتا ہے اور سر زمین پر رکھ کر سجدہ کے ذریعہ اسی کا شکر بجالاتا ہے اور نماز جیسی سب سے بڑی عبادت کے ذریعہ دن میں پانچ مرتبہ اپنے مالک سے ملاقات کرکے سکون وراحت پاتا ہے، اگر اس کو سب سے بڑی عبادت نماز کا موقع نہ ملے تو وہ اپنے مالک کیلئے ویسے ہی تڑپتا ہے جیسے مچھلی پانی سے باہر رہ کر تڑپتی ہے جیسے جاندار بغیر ہوا کے تڑپتا ہے، حج جیسی عبادت ادا کرکے اپنے اندر مالک کی محبت بڑھاتا ہے، ایمان والا بندہ جانتا ہے کہ اس کا مالک پاک ہے اس لئے وہ بھی اپنے ظاہر وباطن کو پاک رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اس کا مالک برائی اور گناہ کو پسند نہیں کرتا اس لئے وہ بھی گناہ اور برائی سے دور رہتا ہے اور اگر

گناہ ہوجائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوکر توبہ کرتا ہے، غرض وہ مالک کی نافرمانی کو اس کی ناراضگی کا باعث تصور کرتا ہے، اس لئے انسان کو اللہ کی اطاعت او غلامی کرنے کے لئے محبت کا ہونا ضروری ہے اور جو اطاعت اور غلامی محبت کے بغیر کی جاتی ہے وہ اطاعت و غلامی نہیں کہلاتی اور اللہ تعالیٰ کو محبت کے بغیر اپنے بندوں کی اطاعت وغلامی نہیں چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کا اندرون و بیرون یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی کے خیالوں میں جیتے، اسی کی حمد کے ترانے گاتے، اسی کی اطاعت وغلامی کے لئے دوڑتے، اسی کے در پر جھکتے، اسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے، اسی کی محبت میں ہر چیز سے محبت کرتے، اسی کے سامنے فریاد کرتے، اسی کے سامنے روتے، اسی سے التجا کرتے، اسی سے بھیک مانگتے، اسی کے سامنے حاجتوں اور ضرورتوں کو پیش کرکے اسی کو مشکل کشا سمجھتے، اسی کے سامنے تنہائیوں میں آنسو بہاتے اور رات کی تاریکیوں میں گرم نرم بستر چھوڑ کر سجدہ ریز ہوجاتے، وہ ناراض ہوکر سزا دیتا ہے تو ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جس طرح ماں بچے کو مارتی ہے، سزا دیتی ہے تو بچہ ماں سے دور نہیں بھاگتا بلکہ ماں ہی کو لپٹ جاتا ہے، وہ بھی اللہ کو مناتے اور زیادہ سے زیادہ راضی کرنے والے کام کرتے ہیں، دنیا کی چیزوں سے انسان خوف کھاتا ہے تو وہ ان سے دور بھاگتا ہے مگر خدا سے خوف کھا کر خدا کے قریب آجاتا، خدا سے چمٹنے کی کوشش کرتا ہے۔

جب انسان کے پاس اللہ کی محبت بڑھتی ہے تو وہ عشق الٰہی میں اتنا بڑھتا ہے اتنا بڑھتا ہے کہ ہمیشہ محبوب کے قدموں پر ہی سر رکھنا چاہتا ہے اور اپنی جان و مال سب کچھ اسی پر قربان کرتا ہے۔

غافل انسان اللہ کے مقابلہ اسباب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۔ (البقرہ:۱۶۵)

کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ کے ساتھ ہونی چاہیئے۔

جب انسان کو شعوری و حقیقی ایمان نہیں ملتا یا وہ نبی کی تعلیمات سے دور رہتا ہے تو وہ اپنے حقیقی مالک کو چھوڑ کر مختلف چیزوں کی محبت میں گرفتار ہوجاتا ہے اور ان سے ویسی محبت

کرتا ہے جیسی مالک سے ہونی چاہئے اور وہ انہی چیزوں کی محبت میں دوڑتا، حرکت کرتا، تکالیف جھیلتا، یہاں تک کہ ان کے لئے جان ومال بھی لگا دیتا ہے، چنانچہ اگر ہم انسانوں کا جائزہ لیں گے تو دنیا میں ہزاروں ایسے انسان نظر آئیں گے جن کو یا تو روپے پیسے سے یا عورتوں سے یا ماں باپ یا اپنے اپنے لیڈروں، مرشدوں، پنڈتوں اور پیشواؤں سے یا قوم، وطن، قبیلہ اور بتوں دیوی دیوتاؤں یا اپنے بزرگوں اور اکابرین سے یا دنیا سے ویسی محبت ہے جیسے خدا سے ہونی چاہئے، وہ انہی کی خاطر جیتے ہیں انہی کی خاطر مرتے اور انہیں کے لئے سب کچھ قربان کر دیتے ہیں، ان تمام چیزوں کی محبت میں ایسے لوگوں کو حق اور ناحق سمجھ ہی میں نہیں آتا، وہ ان چیزوں کی محبت میں مالک کے قانون کو بھی توڑ دیتے ہیں، بہت کم ایسے انسان نظر آتے ہیں جن کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے حالانکہ تمام انبیاء علیہم السلام نے انسانوں کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی تعلیم دی اور وہ اور ان کے صحابہ نے حقیقی محبت اللہ تعالیٰ سے کر کے دکھایا، انسان کے پاس کسی کا قرب حاصل کرنے اور کسی کو اپنا بنانے کیلئے سب سے بڑی اور قیمتی چیز ''محبت'' ہی ہے، مگر انسان کم علمی اور نادانی کی وجہ سے وہ چیز اپنے خالق ومالک کو دینے کے بجائے دنیا کی حقیر اور فنا ہونے والی چیزوں کو دیتا رہتا ہے اور اپنے حقیقی پروردگار سے ویسی محبت نہیں کرتا جیسا کہ کرنے کا حق ہے۔

بے شعور انسانوں کے پاس خدا سے بڑھ کر مخلوقات کا تعارف اور ان کے احسانات کا احساس ہوتا ہے

ہے چمک جبیں پہ لیکن ذرا دل تو دیکھ زاہد (مؔ) جو جگہ ہے روشنی کی وہیں روشنی نہیں ہے

دنیا میں کروڑ ہا انسان اللہ کو مانتے اور اس پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں، مگر ان میں کی اکثریت اپنے مالک حقیقی کا صحیح تعارف اور پہچان ہی نہیں رکھتی، وہ زبان سے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا مانتے اور زبانی اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ اس کی قدرت، کمالات، خوبیوں، انعامات واحسانات اور فضل سے ہی واقف نہیں، اس لئے وہ اس سے ویسی محبت نہیں کر سکتے جیسی کہ کرنی چاہئے، مسلمانوں

کی بڑی تعداد وحی الٰہی کی تلاوت تو ضرور کرتی ہے مگر صرف ثواب اور مسائل کی خاطر کرتی ہے، وہ وحی الٰہی میں اپنے مالک کے تعارف اور پہچان پر غور وفکر نہیں کرتی، اسی وجہ سے اس کی محبت کا غلبہ اور جنون ان پر سوار نہیں ہوتا ہے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، لیٹتے اس کو بھول کر انسانوں کی محبت اور یاد میں ڈوبے ہوئے رہتے ہیں۔

دولت، عورت، اولاد کی محبت کا عشق انسانوں کو اندھا اور پاگل بنا دیتا ہے مگر خدا کی محبت کا اثر اور غلبہ کسی کو پاگل دیوانہ نہیں بناتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دولت کے عاشق، عورتوں کے دیوانے، اولاد کو حد سے زیادہ چاہنے والے تو انسانوں میں بے انتہاء ملیں گے مگر خدا کے عاشق اور خدا کے دیوانے نہیں کے برابر نظر آتے ہیں، انسانوں کو اپنے محبوب پروردگار عالم سے اتنی محبت نہیں کہ وہ ایمان کا دعویٰ کر کے اسی کی غلامی میں زندگی گذاریں، بھلا ایسے لوگ کہاں ہیں جو اس کا صحیح تعارف اور پہچان دوسروں سے کروا کر اس کی بڑائی اور تعریف دوسروں کے سامنے کر کر کے اللہ کے پاگل اور دیوانوں کے نام سے پکارے جائیں گے۔

افسوس انسان کو اصل اپنے مالک ہی سے محبت کا احساس، شوق و جنون ہی نہیں جس کا اسے سب سے زیادہ احساس، شوق اور جنون ہونا چاہئے تھا، اس کو اپنے مالک ہی کا خوف و خشیت نہیں جس کی اس کو سب سے زیادہ فکر ہونی چاہئے تھی، غیر مسلم تو غیر مسلم مسلمانوں کے پاس بھی اس کی پہچان اور تعارف اتنا کمزور ہے کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود بے شعوری کے ساتھ کلمہ پڑھتی ہے، بے شعوری کے ساتھ اس کی صفات کا ذکر کرتی اور اس کی پاکی اور بڑائی کے کلمات بس برکت و فائدہ اور رسم و رواج کی خاطر تسبیح کی شکل میں پڑھتی رہتی ہے، حقیقی اور شعوری ایمان کم تقلیدی، روایتی، خاندانی اور نسلی ایمان زیادہ رکھتی ہے، مثلاً بہت سارے لوگ کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں مگر اس کے معنی اور مطلب ہی سے واقف نہیں، بہت سارے لوگ سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَر کی تسبیح اور آیت کریمہ ہر روز پڑھتے ہی رہتے ہیں مگر کبھی ان کلمات کو سمجھ کر نہیں پڑھتے، سورۂ اخلاص کو ایک تہائی قرآن کا ثواب حاصل کرنے کیلئے پڑھتے ہیں مگر فکر اور عقیدہ میں شرک بھرا ہوا ہوتا ہے، وہ اللہ کے چند صفاتی نام سے تک واقف نہیں ہوتے، ان کو **خَالِقْ، رَبّ، رَحْمٰن، رَحِيْم، قَادِرْ، سَمِيْع، بَصِيْر** وغیرہ کی کچھ بھی تفصیل نہیں معلوم رہتی، یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ صرف زبان سے اللہ

تعالیٰ کی محبت کے دعویدار ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے صحیح محبت کے نہ ہونے کی وجہ سے باپ دادا، قوم، قبیلہ، گمراہ مرشدوں، پیشواؤں، رہبروں، سماج، سوسائٹی کی جاہلانہ طریقوں اور نفس کی محبت کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت پر غلبہ دے کر انہی کی اطاعت و غلامی زیادہ کرتے ہیں، ایسے لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر ان کے محسن ماں باپ یا فرمانبردار اولاد کے بارے میں جو اپنے وطن سے دور غیر وطن میں برسر روزگار ہو ان کا تذکرہ اور ذکر کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے پاس اپنے ماں باپ، بیٹا بیٹی کی محبت اور کہنے اور تعریف کے بارے میں اتنی زیادہ باتیں ہوں گی جو کبھی ختم نہ ہوں گی، بار بار وہ اپنی اولاد کے اخلاق کا، ان کی قابلیت کا، ان کی کمائی کا، ان کی مدد کرنے کا، ان کی فرمانبرداری کا اور ان کی خدمت کا اور ان کے احسانات کا بس ذکر ہی ذکر کرتے رہتے ہیں، مگر جب انہی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کیا جائے تو وہ اس طرح سرد اور خاموش اور گونگے بنے رہیں گے کہ ان کے پاس خدا کے بارے میں کہنے کے لئے کچھ بھی باتیں اور معلومات ہی نہیں، جیسے کہ وہ خدا کے بارے میں کچھ جانتے ہی نہیں، الٹا وہ خالص اللہ کا نام لینے، اس کی تعریف اور بڑائی بیان کرنے والے کو گمراہ کہہ دیں گے، ایسے انسانوں کو ان کے خاندانی پیر یا بزرگ یا پیشوا اور اکابر کی یاد دلایئے تو وہ اس قدر جذباتی اور پرجوش ہو جاتے اور اس قدر دلی تڑپ اور اس قدر خوشی کے ساتھ بولنے لگتے ہیں جیسے کہ ان کے اندر کے خون کی روانی تیز ہوگئی ہو یا اور وہ ان کے تعلق سے جذبات میں آ کر اپنے پیر و مرشد کی تعریف اور بڑائی میں الفاظ کا دریا بہا دیتے ہیں اور بے تکلف اس وقت تک کہتے ہی رہیں گے جب تک کہ آپ موضوع بدل نہ ڈالیں، مگر ایسے انسانوں کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے اندر کوئی جوش کوئی جذبہ پیدا نہ ہوگا، وہ جذبات اور جوش سے اس طرح خالی نظر آئیں گے جیسے کہ ان کو کچھ معلوم ہی نہیں کہ خدا کے بارے میں کیا کہا جائے؟ کیسے اس کی تعریف اور بڑائی وحمد کی جائے یا ان کے پاس خدا کے بارے میں بولنے کے لئے کوئی معلومات ہی نہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبت کی کمی کی وجہ سے وہ خالص اللہ تعالیٰ کا ذکر برداشت نہیں کر پاتے اور سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَر کو بے شعوری سے پڑھتے ہیں اور اپنی اپنی زبانوں میں اللہ تعالی کی تعریف وحمد کے اشعار کم انسانوں کی تعریف کے الفاظ اشعار کی شکل میں زیادہ لکھتے ہیں اور پیغمبر کی شان میں نعت کے غلو آمیز اشعار

لکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں۔

یہ زمین کسی کے بزرگوں کے کمالات و نشانیوں کی جگہ نہیں یہ تو خالص اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تجلیات اور جلوؤں کو دیکھنے کی جگہ ہے، جہاں انسان کو چلتے پھرتے اور دنیا کی چیزیں استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات اور اس کے فضل و رحمت پر غور و فکر کرنا ہے، مگر غافل اور بے شعور انسانوں کو خدا کے بجائے انسانوں کی خوبیاں اور کمالات اور ان کے اخلاق و احسانات دکھائی دیتے ہیں اور وہ خدا کا صحیح تعارف اور پہچان نہ رکھنے کی وجہ سے ایسے انسانوں کے پاس خدا کے مقابلہ انسانی بزرگوں، پیشواؤں کی تعریف اور اکابر کی بڑائی کے خوب قصیدے اور اشعار پڑھے جاتے اور سنے جاتے ہیں اور ان پر خوب داد دی جاتی ہے اور ان کی تقاریر بھی لوگوں کی بڑائی اور تعریف سے بھری ہوتی ہیں۔

اس سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ انسانوں کے پاس بزرگوں کی تعریف اور بڑائی کے لئے تو معلومات کے خزانے بھرے ہوئے ہیں مگر خدا کے بارے میں ان کے پاس کوئی خاص معلومات نہیں جو ان کی زبان اور اشعار یا قلم یا تقاریر سے ظاہر ہوسکیں۔

کیا لوگ ایمان کو حلق سے نیچے نہیں اتارنا چاہتے؟ کیا سینوں کو ایمان سے خالی رکھنا چاہتے ہیں؟ کیا شعوری اور حقیقی ایمان کے بجائے بے شعوری اور تقلیدی ایمان پر زندگی گذارنا چاہتے ہیں؟ کیا ان کو صرف اپنے بزرگوں کے کمالات، اخلاق اور خوبیاں ہی نظر آرہی ہیں؟ آخر وہ خدا کے اخلاق، کمالات، خوبیوں وصفات اور قدرت اور احسانات و انعامات میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے جس کو وہ تمام انسانوں کے سامنے بیان کرسکیں؟ کیا انسانوں کو صرف ظاہر سے فائدہ دینے والی مخلوقات ہی نظر آرہی ہیں؟ آخر ان کو حقیقی فائدہ دینے اور پہنچانے والا مالک نظر کیوں نہیں آرہا ہے؟ اسی تنگ نظری اور غور و فکر سے دوری کا نتیجہ ہے کہ انسانوں کے پاس اپنے اپنے بزرگوں کی بڑائی اور تعریف کی داستانیں تو بہت ہیں مگر خدا کی بڑائی اور تعریف کی داستان نہیں کے برابر ہے، جمعہ کا وعظ و نصیحت اور لٹریچر اور مدارس کی تعلیم سب کچھ اس سے خالی نظر آتی ہے۔

انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے احسانات کا احساس بہت کم ہے

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی یہ فطرت بنائی ہے کہ وہ اپنے منعم اور محسن کا بہت زیادہ مطیع و

شکر گذار ہوتا ہے، انسان کی یہ عام عادت ہے کہ جب کوئی اس کے ساتھ احسان کرتا ہے، مدد کرتا ہے، حسن سلوک کرتا ہے، ہمدردی کرتا ہے تو وہ اپنے اس محسن سے بے انتہاء محبت کرتا ہے، اسی کے خیالوں میں جیتا ہے، اسی کو بار بار مختلف بہانوں سے یاد کرتا ہے اور اسی کے لئے تڑپتا اور بے قرار رہتا ہے اور اسی کے گُن گاتا اور تعریف کرتا ہے، اس کی تھوڑی سی بھی مخالفت سننا نہیں چاہتا، اس کے سامنے بڑے ادب واحترام سے رہتا ہے اور اس کی ناراضگی سے گھبراتا اور پریشان رہتا ہے، اس کی نافرمانی سے ڈرتا ہے، جہاں بھی ملاقات ہو وہ اپنے محسن کو جھک جھک کر سلام کرتا ہے اور اس کا ادب واحترام کرتا ہے۔

چنانچہ مخلوقات میں انسانوں کو سب سے زیادہ محبت اپنے والدین سے ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کے مقابلہ میں اپنے ماں باپ کو بچپن سے اپنے ساتھ حسن سلوک، پیار ومحبت، شفقت ورحم، ایثار وقربانی اور خدمت واحسان کرنے والا پاتا ہے اور دیکھتا رہتا ہے اور ہر طرح سے تقریباً ضرورتوں کو پورا کرنے والا خیال کرتا ہے، اسی طرح ایک عورت کو اپنے شوہر سے اور شوہر کو اپنی بیوی سے محبت کا جنون ہوتا ہے، یہ محبت ان کے احسانات وانعامات کی وجہ سے ہوتی ہے، ذرا غور کیجئے جب انسان کو انسانوں کے احسانات، ایثار وقربانی، مدد عطاودین کا اتنا زیادہ احساس ہوتا ہے تو پھر اس کو اپنے مالک و پروردگار کے احسانات و انعامات پر تو زبردست نظر رکھنی چاہئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عطاودین اور مدد کے بغیر ماں باپ یا شوہر کچھ بھی نہیں کر سکتے، جو حقیقی منعم اور محسن ہے اس پر تو انسان کی نگاہ کمزور ہے مگر درمیانی واسطوں پر نظر جمی ہوئی ہے، یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے، یہ بے ایمانی اور نمک حرامی بھی ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات اور فضل سے رات دن فائدہ اٹھا کر بھی اس سے ویسی محبت نہیں کرتا جتنا ایک وقت کا کھانا کھلانے یا پریشانی، بھوک، بیماری تکالیف میں روپیوں پیسوں سے کچھ مدد کرنے والے انسان کا کرتا ہے، حالانکہ یہ سب مدد بھی اللہ تعالیٰ ہی کرواتا ہے، ظاہری مدد واحسانات کرنے والے انسان کا اتنا دیوانہ ہو جاتا ہے کہ بار بار لوگوں کے سامنے اپنے اس محسن کا ذکر خیر کرتا اور بار بار اس کی تعریف کرتا اور اس کے احسانات کا تذکرہ کرتا ہے، مثلاً کہتا ہے کہ آپ کی مدد کی وجہ سے میرے بچے یہ تعلیم حاصل کر سکے یا فلاں صاحب کی مدد سے میرے بچے آج ملازم ہوئے ہیں وغیرہ اور

جب بھی اپنے اس محسن سے ملاقات ہوتی ہے اس کے ساتھ بڑے ادب واحترام اور محبت سے ملتا ہے، وہ کسی کام کے کرنے کی ترغیب دیتا ہے تو فوراً اسے عملی جامہ پہناتا ہے، مگر انسان کا اپنے حقیقی محسن کے ساتھ ایسا لگاؤ ہی نہیں، کیونکہ ظاہر میں دینے والا تو دِکھائی دے رہا ہے، پیچھے سے دینے والا نظر نہیں آرہا ہے۔

انسان کو سب سے زیادہ محبت اپنے مالک اور پروردگار سے ہونی چاہئے، تب ہی وہ مالک کی اطاعت وفرمانبرداری کیلئے دوڑے گا، مالک و پروردگار سے جیسی محبت ہونا ہے ویسی محبت کے نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات اور فضل ورحمت پر غور وفکر نہیں کرتا، جبکہ انسان رات دن اللہ تعالیٰ کی مدد اور سہارے ہی کے ساتھ زندگی گذار رہا ہے۔

افسوس انسان کو ظاہر میں تو کچھ روپے پیسوں کی مدد کرنے والے نظر آرہے ہیں مگر حقیقی مدد کرنے والا اسے نظر نہیں آرہا ہے، اللہ تعالیٰ کے احسانات اور فضل کا سلسلہ اس پر مسلسل اسی طرح جاری ہے جس طرح بجلی ایک منٹ اور ایک سکنڈ کے لئے بھی پنکھا، ٹیوب لائٹ، کولر، فریج مشینوں میں مسلسل سپلائی ہوتی رہتی ہے منقطع نہیں ہوتی یا جس طرح موسلا دھار بارش مسلسل شور کے ساتھ برستی رہتی ہے ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے احسانات انسانوں پر مسلسل برس رہے ہیں اور انسان ان احسانات ہی کے ذریعہ اپنی زندگی کے تمام سامان بغیر کسی رکاوٹ کے حاصل کررہا ہے مگر افسوس دن رات ان کا بغیر کسی تکلیف اور رکاوٹ کے ملتے رہنے اور روزانہ کا معمول ہونے نے انسانوں سے اللہ کے احسانات وانعامات اور فضل کا احساس کم کردیا ہے اور انسانوں پر غفلت کی حالت پیدا ہوگئی ہے، چنانچہ ہر روز رات کا آنا اور پھر رات ختم ہوکر دن کا آنا اللہ کا احسان وفضل نظر نہیں آتا، ہر روز خود بخود نیند کا آنا اور پھر تھکان دور ہوکر تازہ دم ہوجانا اللہ کا احسان وفضل نظر نہیں آتا، ہر روز بول وبراز کا اپنے اپنے وقتوں میں خارج ہونا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، آنکھوں کو روشنی، زبان کو قوتِ گویائی اور مزے، کانوں کو سماعت، ناک کو سونگھنے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات محسوس نہیں ہوتے، انسانوں کو ہر موسم میں مختلف قسم کے پھل، ترکاریاں، غلے اور اناج کا ملنا احسان وانعام نظر نہیں آتا، زمین سے مختلف قسم کی پیداوار، پھولوں پھلوں کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کا احسان وانعام نظر نہیں آتا، زمین پر مختلف قسم کی نباتات مختلف قسم کے حیوانات، چرند پرند اور درندوں کا ہونا اللہ تعالیٰ کا احسان وانعام نظر

نہیں آتا، سورج چاند اور ستاروں کا وقت پر طلوع وغروب ہونا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، پانی کا آسمان سے بارش کی شکل میں برسنا اللہ کا احسان نظر نہیں آتا، ٹھنڈی ہواؤں کا نمی لیکر چلنا اللہ کا احسان وانعام نظر نہیں آتا، پانی کا ٹھنڈا، میٹھا اور پاک صاف شفاف ملنا انسانوں کو اللہ کا احسان نظر نہیں آتا، جانداروں میں نر اور مادہ کا ہونا اللہ کا احسان نظر نہیں آتا، جانوروں سے گوشت، انڈے، دودھ کا ملنا اللہ کا احسان نظر نہیں آتا، جانداروں کے جسم میں تمام اعضاء کا اپنی اپنی جگہ پر اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہنا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، انسانوں سے انسانوں کو مدد کا ملنا اللہ کا احسان نظر نہیں آتا، مخالف ماحول میں انسانوں کا حفاظت وعافیت کے ساتھ زندگی گذارنا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، مختلف قسم کے علوم کا ملنا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، انسانوں کی آنکھوں کی خوشنمائی کے لئے رنگین پرندوں اور چرندوں اور پھولوں کا ہونا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، سمندروں اور ریگستانوں میں راستہ کا ملنا اللہ کا احسان نظر نہیں آتا، زمین کو مختلف کاموں کے لئے استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، مختلف قسم کی سواریوں کا ملنا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، درختوں سے مختلف ضرورتوں کا پورا ہونا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، سمندروں میں کشتیوں کا چلنا اور ہوا میں جہازوں کا اڑنا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، غذاؤں کا آگ کے ذریعہ تیار ہونا اور ہرے بھرے درخت کی لکڑی سے آگ کا نکلنا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، انسانوں میں رشتے اور خاندانوں کا ہونا اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، اس کے برعکس انسانوں کو کسی انسان سے ایک پیالی چائے یا ایک وقت کا کھانا یا کپڑا یا پیسے مل جائیں تو بہت جلد انسانوں کا احسان نظر آتا ہے، کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو نوکری یا تجارت میں مدد کردے تو اس پر انسان کا احسان نظر آتا ہے، کوئی کسی انسان کو بھیک کے دو روپئے دیدے یا قرض دیدے تو اس پر انسان کا احسان نظر آتا ہے یا کوئی کسی چیز میں سفارش کردے تو انسانوں کا احسان نظر آتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں لاکھوں نعمتیں دن رات بغیر کسی رکاوٹ کے ملے تو اللہ تعالیٰ کا احسان نظر نہیں آتا، اسی لئے اللہ تعالیٰ کو پہچان کر ایمان لانے اور اس کے احسانات میں غور وفکر کے لئے انسان کو دعوت دی گئی ہے، اگر وہ اللہ کی نعمتوں پر غور وفکر کرے گا تو پھر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی غلامی کے لئے تیار نہ ہوگا، محسن سے محبت کا ہونا عین فطرت ہے، سب سے بڑے محسن سے سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے۔

نعمتوں کو روک لیا جائے تو نعمت کا احساس زیادہ پیدا ہو جاتا ہے

انسان کو دن رات بغیر کسی رکاوٹ کے مسلسل اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مل رہی ہیں جس کی وجہ سے اس کے پاس اس کی اہمیت اور قدر و قیمت باقی نہیں رہی اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ تمام چیزیں اپنے آپ مل رہی ہیں اور خیال کرتا ہے کہ جب خدا مخلوقات کا مالک اور پروردگار ہے تو اسے یہ تمام چیزیں دینا ہی چاہئے، مگر اس کو ان نعمتوں کا احساس کب ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ بارش کو کسی ملک میں روک دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی ملک میں قحط پیدا کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی ملک میں آندھی اور طوفان پیدا کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ بیماریوں کا زور بڑھا دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ سورج کو تیز کر دیتا یا غائب کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ سردی و گرمی کو بڑھا دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ اولاد نہیں دیتا، جب اللہ تعالیٰ غلہ اور اناج کو کیڑوں کے حوالے کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ فصلیں بگاڑ دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بہت تیز کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ خون میں گردش کم یا زیادہ کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ آنکھوں، کانوں اور دماغ کی صلاحیتیں کم کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ دل کی حرکت کمزور کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نیند کو اڑا دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ دوائیوں کا اثر ختم کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ بھوک بند کر دیتا ہے یا بول و براز روک دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ زمین کو ہلا دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ سورج اور چاند پر گہن ڈال دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ فصل کم کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ تجارت میں نقصان دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو انسانوں پر مسلط کر دیتا ہے، جب سمندروں اور ریگستانوں اور ہواؤں میں راستہ نہ ملتا اور بھٹکتے رہتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ ماں باپ کا سایہ یا شوہر کا سایہ اٹھا لیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ سمندروں اور ہواؤں میں جہازوں کا توازن ختم کر دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کمائیوں میں سے برکت کھینچ لیتا ہے، جب ہاتھوں، پیروں، جسم کی طاقت کھینچ لیتا ہے یا اولاد دے لیتا یا اولاد نہیں دیتا ہے، جب اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی ختم کر دیتا اور بیمار ڈال دیتا ہے، جب روزی تنگ کر دیتا ہے، جب آنکھوں کی روشنی، کانوں کی سماعت لے لیتا ہے اور جب میٹھے پانی کی جگہ کھارا پانی اور ٹھنڈے کی جگہ گرم پانی دیدیتا ہے وغیرہ وغیرہ تو اس وقت انسان اللہ تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کو بار بار یاد کرتا رہتا ہے اور مختلف نعمتوں کے چھن

جانے پر اس کو نعمتوں کا احساس ہوتا ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس چپل نہیں تھی، وہ دل ہی دل میں اللہ سے یہ شکایت کرنے لگے کہ اللہ نے مجھے چپل نہیں دی، ننگے پیر پھرنا پڑ رہا ہے، آگے جانے کے بعد ان کو ایک لنگڑا انسان نظر آیا، اُسے دیکھ کر فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگے کہ اللہ نے مجھے چلنے کے لئے دو پیر تو دئے، اس لئے اپنے سے کمتر پر نظر رکھو تو اللہ کی نعمتیں یاد آئیں گی، اندھوں کو دیکھو تو آنکھوں کی بصارت کی نعمت یاد آئے گی، گونگوں کو دیکھو تو کلام کی نعمت یاد آئیگی، بیماروں کو دیکھو تو صحت کی نعمت یاد آئے گی، بھکاریوں کو دیکھو تو عزت دار زندگی کی نعمت یاد آئیگی، فٹ پاتھ پر سونے والوں کو دیکھو تو گھر کی نعمت یاد آئے گی، اَن پڑھ مزدور انسانوں کو دیکھو تو تعلیم کی نعمت یاد آئے گی، شرک اور بت پرست، ایمان سے خالی انسانوں کو دیکھو تو توحید اور ایمان کی نعمت یاد آئیگی، دوسری قوموں کے گمراہ علم کو دیکھو تو وحی الٰہی قرآن مجید کی نعمت یاد آئے گی، یہود و نصاریٰ کو دیکھو تو مسلمان بنائے جانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا ہونے کی نعمت یاد آئے گی جس امت میں دوسرے انبیاء پیدا ہونے کی خواہش کئے تھے، مگر یہ کب ہوگا جب انسان شعور کی آنکھیں کُھلی رکھیں۔

اس لئے عقلمند اور سمجھدار انسان نعمتوں کے چھن جانے سے پہلے نعمتوں پر غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کا احسان مند بنتا اور اللہ تعالیٰ ہی کو منعم حقیقی مانتا ہے اور شکر گذار زندگی گذارتا ہے، اللہ تعالیٰ اور بے شعوری اور ناشکری کی زندگی نہیں گذارتا اور وہ ہر ہر منٹ ہر ہر سکنڈ اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات پر غور و فکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے اندر بڑھاتا رہتا ہے، ایمان کے ذریعہ انسان یہ جانتا ہے کہ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کے بے انتہاء احسانات ہیں، اس لئے وہ اپنی ذات اپنے اہل و عیال، دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

تمام جانداروں میں احسان مندی کا جذبہ موجود ہے

تمام جانداروں کی یہ فطرت ہے کہ وہ جس کا کھاتے جس کا پیتے جس کے پاس رہتے ہیں اور جو ان کی ہر طرح سے دیکھ بھال کر کے پرورش و تربیت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ اسی سے محبت کرتے ہیں، جس کی عام مثال کتا، بلی وغیرہ میں کھلے طور پر سمجھ میں آتی ہے۔

حضرت سعدیؒ نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی تمثیل یوں بیان کی، ایک مرتبہ ایک بزرگ راستہ سے جا رہے تھے، اچانک ان کا پیر ایک کتّے کو لگ گیا تو فوراً کتّے سے کہا کہ: اے کتّے! میں معافی چاہتا ہوں، کتّے نے کہا حضرت آپ مجھ سے معافی مانگ رہے ہیں؟ جبکہ ہر روز مجھے مختلف لوگ لاتیں مارتے، پتھر مارتے اور دھتکارتے ہی رہتے ہیں، تو بزرگ نے کہا: نہیں! تو مجھ سے بہتر ہے اس لئے کہ تو جس کا کھاتا، جس کا پیتا اور جس کے گھر میں رہتا، جو تیری دیکھ بھال کرتا ہے تو اس کو خوب اچھی طرح پہچانتا ہے، اس سے محبت کرتا ہے، اسی محبت میں اس کیلئے تڑپتا اور اس کے بلانے پر بھاگتا دوڑتا ہے، اس کے آنے کے انتظار میں اس کے دروازہ پر انتظار کرتے ٹھہرتا اور وہ کبھی غصہ ہو کر تجھے مارتا ہے تو تو اسی کی چوکھٹ پر سر رکھ کر بیٹھا رہتا ہے، تو مالک کو پہچانتا اور اس سے محبت کرتا ہے، مگر میرا یہ حال ہے کہ میں جس مالک کا کھاتا، جس کے آسمان کے نیچے سوتا اور جس کی رات دن نعمتیں استعمال کرتا ہوں اس کو صحیح نہیں پہچانتا اور نہ اس سے ویسی محبت کرتا ہوں جیسے تجھے اپنے مجازی مالک سے ہوتی ہے اور نہ اس کے بُلانے پر ویسے دوڑتا ہوں جیسے تو بے چین ہو کر دوڑتا ہے اور نہ اس کی ہی چوکھٹ پر پڑا رہتا ہوں، اس لئے تو مجھ سے بہتر ہے اور میں انسان ہوتے ہوئے تجھ سے بہتر نہیں ہوں، اس لئے کہ مجھے میرے مالک کی پہچان ویسی نہیں جیسے تجھے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو انسانوں کو تمام جانداروں سے زیادہ عقل وفہم دیا ہے اور وہ آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اس کی رات دن حقیقی دیکھ بھال، تربیت اور پرورش اور حفاظت کون کر رہا ہے؟ اور اس کا حقیقی محسن کون ہے؟ اگر انسانوں پر صحیح طریقہ سے محنت نہیں کی گئی تو ان کی فطرت بگڑ جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیوانے بننے کے بجائے چیزوں کے دیوانے بن جاتے ہیں اور چیزوں ہی کی محبت میں جیتے ہیں، اس لئے انسان کی فطرت کو زندہ اور سلامت رکھنے کیلئے زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کے کمالات اور خوبیوں کو اس کے سامنے پیش کر کے سمجھا کر اس کو اللہ تعالیٰ سے واقف کروا کر اللہ تعالیٰ کی پہچان کروائی جائے، اگر وہ اپنے حقیقی مالک کو چھوڑ کر دوسروں سے مالک سے زیادہ محبت کرے گا یا مالک کے برابر محبت کرے گا تو یہ نمک حرامی اور بندگی اور عبدیت کے خلاف ہوگا، اس کو تو فطری طور پر سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہئے، اس کی جان ومال سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہئے۔

اللہ کی محبت سے انسانوں اور جنوں ہی کو عزت، مقام اور مرتبہ ملے گا

ایمان کی وجہ سے انسان میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے، اسی محبت کی وجہ سے تعظیم، خوف، رجاء (امید)، خشیت، ادب واحترام سب کچھ پیدا ہوتا ہے، دنیا کی اس امتحان گاہ میں انسان اور جن جتنی زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھائیں گے تو اس میں ان ہی کا بے انتہاء فائدہ ہی فائدہ ہے، انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اسی کا رنگ اختیار کرتا ہے، مثلاً اگر وہ اپنے لیڈروں سے یا مذہبی پیشواؤں سے یا فلمی اداکاروں سے یا مغربی تہذیب سے محبت کرتا ہے تو انہی کا رنگ اور حلیہ اختیار کرتا ہے، انہی کی چال ڈھال میں زندگی گذارتا ہے، حالانکہ اسے تو سب سے زیادہ اپنے مالک حقیقی سے محبت اختیار کرنی چاہئے، مشرکین کو بتوں سے جتنی محبت ہوتی ہے اس سے ہزاروں درجہ مومنین کو اپنے خدا سے ہونی چاہئے، جب اس کو اپنے مالک حقیقی سے محبت ہوگی تو وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا رنگ ''صِبْغَةَ اللّٰهِ'' اختیار کرے گا اور جب اس میں اللہ کا رنگ چڑھ جائے گا تو وہ بھی اپنے مالک کے رنگ روپ کو اختیار کرتے ہوئے انسانوں پر رحم وکرم کرے گا، مالک کی ہدایت کے مطابق عدل وانصاف کرے گا، مالک کی مرضی کے مطابق لوگوں کی تربیت کرے گا، خود پاک رہے گا اور لوگوں کو پاکی کی تعلیم دے گا، مالک کے احکام پر عمل پیرا ہو کر لوگوں سے محبت کرے گا، صلہ رحمی کرے گا، عفو ودرگذر کرے گا، ان کی ہدایت وبھلائی چاہے گا اور ان کے حقوق ادا کرے گا، ظلم وزیادتی نہیں کرے گا، گناہوں سے نفرت اور نیکیوں سے محبت کرے گا، اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ پر راضی رہے گا، اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اچھی اور بری تقدیر پر راضی رہے گا، وہ اپنی خوشی اور خواہشات اور آرزوؤں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر قربان کرکے اللہ کا قرب لُوٹے گا، اسی محبت کی وجہ سے زندگی کے ہر معاملہ کو اپنے مالک کے سپرد کرکے اطمینان حاصل کرے گا، گناہ سے رُکے گا بھی تو اللہ کی محبت میں اور اگر نیکی کرے گا بھی تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں، ہر کام سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر کرے گا، اس سے اس کو دنیا میں سکون، عزت اور راحت ملے گی، اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ رہے گی، آخرت میں بڑے بڑے درجات ملیں گے، اللہ کا دیدار نصیب ہوگا اور وہ جنت کا وارث بنے گا۔

انسانوں میں عقلمند کون ہیں؟

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ۔ اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیَاماً وَّ قُعُوۡداً وَّ عَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبۡحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (ال عمران:۱۹۰۔۱۹۱)

بیشک زمین اور آسمانوں کی بناوٹ اور رات و دن کی گردش میں نشانیاں ہیں ان عقلمندوں کے لئے جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور زمین وآسمانوں کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں (غور وفکر کے نتیجہ میں وہ حقیقت حال سے باخبر ہو کر پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ کائنات فضول اور عبث نہیں بنائی ہے، بیکار کاموں سے تیری ذات پاک ہے تو ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔

دنیا میں انسانوں کے نزدیک عقلمندی اور سمجھداری کا معیار یہ ہے کہ وہ انسان جو دنیا کی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرے یا کارخانے اور فیکٹریاں بنا کر نئے نئے سامان تیار کرے یا اپنی مکاریوں اور چالبازیوں سے حکومت و اقتدار سنبھالے یا خوب مال و دولت کمانے کے نئے نئے طریقے جانتا ہو تو ایسے انسانوں کو لوگ سمجھدار اور عقلمند سمجھتے ہیں اور ان کو ذہین تصور کرتے ہیں، مگر خالق کائنات اس آیت میں تمام انسانوں میں سے سمجھدار اور عقلمند ان انسانوں کو کہتا ہے جن میں دو صفات ہوں، پہلی صفت وہ آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور رات و دن کی گردش میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھتے ہیں اور لیٹے، بیٹھے، کھڑے اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں، گویا انسانوں کے نزدیک عقلمندی اور دانشوری کا پیمانہ کچھ اور ہے اور اللہ تعالیٰ عقلمندی و دانشوری کا پیمانہ کسی دوسری چیز کو بتلاتا ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ اگر حکومت کی طرف سے اس بات کا اعلان کر دیا جائے کہ تمام رعایا میں وہی لوگ قابل احترام اور بڑے عہدوں کے مستحق ہیں جو فلاں فلاں تعلیم اور ڈگری رکھتے ہوں، ایسے ہی لوگوں کو حکومت کی طرف سے اونچے عہدے دئے جائیں گے، تو لوگ اس اعلان پر وہی تعلیم اور ڈگری حاصل کرنے کی جد وجہد شروع کر دیتے ہیں جو حکومت کو پسند ہے اور حکومت اعلیٰ مقام بتلاتی ہے، تو ذرا غور کیجئے کہ جب دنیا کی معمولی حکومت کچھ خاص تعلیم اور ڈگری کو اعلیٰ بتلاتی اور ان کے حاصل کرنے والوں کو اونچا عہدہ دیتی ہے تو لوگ ذوق وشوق سے وہی تعلیم حاصل کرنے کی رات دن کوشش کرتے ہیں تو خالق کائنات جب یہ تعلیم دے رہا

ہے کہ انسانوں میں عقلمند اور سمجھدار وہ انسان ہیں جو زمین اور آسمانوں کی بناوٹ اور رات دن کی گردش میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتے ہیں اور کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقلمند اور سمجھدار ہیں، چاہے ایسے لوگوں کے پاس دولت ہو یا نہ ہو، فیکٹریاں اور کارخانے ہوں یا نہ ہوں، دنیا کی ڈگریاں ہوں یا نہ ہوں، دنیا کا اقتدار اور کرسی ہو یا نہ ہو، اللہ کے نزدیک انسان کی دنیوی ڈگریاں، مال و دولت، اقتدار اور کرسی کوئی اہمیت نہیں رکھتے، اہمیت تو ان لوگوں کی ہے جو کائنات کی چیزوں میں غور وفکر کر کے خالص توحید رکھتے ہیں اور اللہ کی یاد کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، خدا کے نزدیک دنیا میں سب سے بڑا بیوقوف وہ انسان ہے جو اللہ کی زمین پر رہے، اللہ کے آسمان کے نیچے سوئے اور اللہ کی نعمتیں استعمال کرتے ہوئے بھی اللہ کا انکار کرے یا اللہ کو نہ پہچانے اور شرک کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ گویا انسانوں کو کائنات میں غور وفکر کی تعلیم دے رہا ہے، اگر ہم انسانوں سے رات اور دن میں اللہ کی نشانیوں کے بارے میں پوچھیں گے تو عام طور پر اکثر انسان اتنا ہی کہیں گے کہ رات اللہ نے آرام کے لئے اور نیند لینے کے لئے بنائی ہے اور دن کو محنت کرنے اور روزگار کمانے کیلئے بنایا ہے، اگر انسانوں کا اتنا ہی جواب رہے گا تو اتنا جواب تو جانوروں کے عملی مظاہرے سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور دن رات کے ان دو بڑے مقاصد سے وہ بھی اچھی طرح واقف ہیں، جانتے ہیں، تب ہی سویرا ہوتے ہی اپنے اپنے گھونسلوں سے نکلتے، دانہ تلاش کرتے اور دن ڈھلتے ہی اندھیرا ہونے سے پہلے اپنے گھونسلوں میں واپس آجاتے ہیں، اگر انسان بھی اتنا ہی جانتا ہے تو یہ جاننا جانوروں کی سطح کی حد تک ہوگا، جانور کسی بھی چیز کو بس اپنے نفع یا نقصان کی حد تک جانتا ہے اگر فائدہ مند ہو تو کھاتا ہے ورنہ سونگھ کر الگ ہو جاتا ہے، وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور وفکر نہیں کرسکتا اور نہ غور وفکر کر کے اللہ کی معرفت حاصل کرسکتا ہے، اس کے برعکس انسانوں کو تمام مخلوقات میں عمدہ و اعلیٰ عقل و فہم دیا گیا اور وہ ہر چیز کو استعمال کرتے ہوئے ان میں سوچ سکتا ہے، غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کو سمجھ کر خالص ایمان اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے، اس لئے انسانوں کو جانوروں کی سطح پر نہیں جینا چاہئے بلکہ اپنے معیار کے ساتھ زندگی گذارنا چاہئے اور اللہ نے جو عقل و فہم دیا ہے اس کا حق ادا کرنا چاہئے، اگر انسان اپنی اعلیٰ عقل و فہم کو گائے، بیل، بھینس، کی طرح استعمال کرے اور کائنات کی چیزوں میں

اللہ کی قدرت کو نہ سمجھے تو ان میں اور جانوروں میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا، قرآن مجید نے جگہ جگہ انسانوں کو کائنات کی چیزوں میں عقل استعمال کرنے، آنکھیں کھلی رکھنے اور غور وفکر اور تفکر وتدبر کی تعلیم دی ہے اور ایسے ہی انسانوں کو اللہ تعالیٰ عقلمند اور سمجھدار کہتا ہے۔

عقلمند انسانوں کی پہلی صفت:۔ اس آیت کے پہلے حصہ میں عقلمندوں کی یہ پہلی صفت بتلائی گئی کہ وہ زمین وآسمان کی بناوٹ پر اور رات ودن کے آنے جانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت ونشانیوں میں غور وفکر کرتے ہیں، ذرا سوچیئے انسان جب بھی کائنات میں چیزوں پر نظر ڈالے گا تو اس کی نظریں سب سے پہلے کائنات کی یہ دو بڑی چیزوں زمین وآسمان پر پڑیں گی اور پھر ان کے درمیان کی چیزوں پر پڑیں گی، گویا یہاں آسمان وزمین کا تذکرہ کرکے پوری کائنات میں انسان کو دعوت فکر دی جارہی ہے اور پھر آگے ارشاد ہے رات ودن کے آنے جانے میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، دنیا میں رات ودن بارہ بارہ گھنٹوں کے ہوتے ہیں اس طرح دنیا میں رات ودن چوبیس (۲۴) گھنٹوں تک رہتے ہیں گویا رات ودن کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ انسانوں کو چوبیس گھنٹے غور وفکر کی بھی تعلیم دے رہا ہے۔

غور وفکر، تفکر وتدبر کے خاص طریقے

انسان قرآن وحدیث کی روشنی میں پانچ طریقوں سے غور وفکر کرسکتا ہے اور اسے حسب ذیل پانچ طریقوں سے چوبیس گھنٹے غور وفکر کرتے رہنا چاہئے:

☆ **آفاق وانفس میں غور وفکر کرنا:۔** آفاق اور انفس میں غور وفکر کرنے سے انسان میں خالص ایمان پیدا ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت (پہچان) حاصل ہوتی ہے اور وہ شرک سے دور رہ کر خالص توحید سمجھ سکتا ہے، انسان کو ایمان حاصل کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ وہ کائنات کی چیزوں میں غور وفکر کرے، قرآن مجید قولِ الٰہی ہے اور کائنات کی تمام چیزیں فعل الٰہی ہیں، گویا اللہ تعالیٰ کی آیات کتاب کی شکل میں قرآن مجید ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیوں) کا عملی مظاہرہ کائنات کی شکل میں ہے۔

☆ **اللہ تعالیٰ نعمتوں میں غور وفکر کرنا:۔** انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ احسان مند ہے احسان فراموش نہیں، جب اس کی فطرت بگڑ جاتی ہے تو وہ احسان فراموش بن جاتا ہے، دنیا

کی زندگی میں لوگوں کے احسانات میں دب کر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات یاد آتے ہیں، جب انسان کو اللہ کے احسانات وانعامات فضل وعطا اور دین سمجھ میں آئے گی تو اس میں اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اللہ تعالیٰ ہی کا دیوانہ بن سکتا ہے، جب انسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے گی تو اس کے لئے عشق الٰہی میں ہر حکم کو پورا کرنا آسان ہو جائے گا چاہے وہ حکم کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو اور اس پر جو بھی حالات آئیں گے ان کو صبر کرنا آسان ہو جائے گا اس لئے عبدیت وبندگی کے تمام کاموں میں عشق الٰہی کا ہونا بہت بڑی روح ہے۔

☆**اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر غور وفکر کرنا:۔** اللہ تعالیٰ نے حالت ایمان میں اعمال صالحہ کرنے پر انسانوں سے جو جو انعامات، درجات اور مقامات ومرتبے دینے کے وعدے کیا ہے اور دنیا وآخرت میں جو عزت، برکتیں ونعمتیں دینے کے وعدے کیا ہے ان میں غور وفکر کرنے سے انسان میں اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور انسان کے لئے اللہ کی عبدیت و بندگی کرنا آسان ہو جاتا ہے، جس طرح حکومت کی طرف سے وفاداری، دیانتداری کرنے پر اعزاز وانعام کے وعدے واعلانات کئے جاتے ہیں تو انسان وفاداری کرتا ہے، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئے گئے وعدوں پر یقین کر کے غور وفکر کرنے سے انسانوں میں عبدیت و بندگی کا جذبہ بڑھتا ہے، یہ انسان کی عین فطرت ہے۔

☆**اللہ تعالیٰ کی وعیدوں، پکڑ اور سزاؤں پر غور وفکر کرنا:۔** انسان کی یہ بھی فطرت ہے کہ وہ حساب وکتاب اور پکڑ سے ڈرتا ہے اور سزاؤں، تکالیف اور بے عزتی سے گھبراتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جن جن اعمال پر سزا پکڑ اور گرفت کا اعلان کیا ہے اور جن جن اعمال پر بے عزتی اور عذاب کا تذکرہ کیا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم میں پھینکنے کا اعلان کیا ہے ان وعیدوں اور پکڑ اور سزاؤں اور عذابات پر یقین کر کے غور وفکر کرنے سے انسان میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر پید ہوتا ہے اور وہ اللہ کے پاس جواب دینے کے احساس سے جہنم والے راستہ سے دور رہتا ہے

☆**اللہ کی نعمتوں سے اپنی بداعمالیوں کا جائزہ لینا:۔** انسان اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات پر نظر رکھتے ہوئے اپنی بداعمالیوں اور نافرمانیوں پر غور وفکر کرتا رہے گا اور اللہ کے ساتھ نافرمانی کا جائزہ لیتا رہے گا تو انسان میں احسان فراموشی اور نمک حرامی اور عدول حکمی کا

احساس پیدا ہوکر شرم وحیاء کا عنصر جاگے گا اور اپنی بداعمالیوں پر ندامت وشرمندگی محسوس کر کے اس میں توبہ واستغفار کی فکر پیدا ہوگی۔

عقلمند انسانوں کی دوسری صفت:۔ اسی طرح آیت کے دوسرے حصہ میں عقلمندوں کی دوسری صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں، دنیا کی زندگی گذارتے وقت انسانوں کی تین حالتیں رہیں گی، یا تو وہ کھڑا رہے گا یا لیٹا رہے گا یا پھر چلتا پھرتا رہے گا، ان تینوں حالتوں کا ذکر کر کے گویا انسان کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ وہ اپنے زندگی کے ہر حال میں اللہ کو یاد رکھے یا یاد کرنے والا بنا رہے، اللہ تعالیٰ کو بھولنے اور اللہ سے غافل ہونے والا نہ بنے، گویا اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان رکھنے والے زندگی کی ہر حالت جو چوبیس گھنٹوں میں گذرتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے زندگی گذاریں گے، یہاں اللہ کی یاد اور ذکر سے مراد صرف تسبیح ہی نہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دن رات چوبیس گھنٹوں میں مختلف کام انجام دیتے تھے، آپؐ ہمیشہ تسبیح لیکر اللہ کا ذکر کرتے بیٹھے نہیں رہتے تھے، آپؐ نمازیں بھی ادا کرتے تھے، لوگوں کو درس بھی دیتے تھے، لوگوں میں دعوت وتبلیغ بھی کرتے تھے، لوگوں کے فیصلے کرتے تھے، دشمنوں سے مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ کرتے تھے، بیوی بچوں میں رہتے، نکاح وتجارت بھی کرتے، راتوں میں تہجد پڑھتے اور تلاوت قرآن کرتے، لوگوں کی تربیت و اصلاح بھی کرتے تھے، اس کے علاوہ گھر کے کام کاج بھی کرتے تھے، بی بی عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے، مطلب یہ نہیں کہ آپ ایک جگہ بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتے بیٹھے رہتے تھے بلکہ زندگی کے تمام کاروبار اللہ کی یاد، اللہ کے احکام، اللہ کی اطاعت وبندگی اور اللہ کی بڑائی اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ کی محبت میں کرتے رہتے تھے، جب انسان چوبیس گھنٹوں کی زندگی میں کوئی بھی کام کرے گا تو وہ یا تو لیٹا ہوا ہوگا یا بیٹھا ہوا ہوگا یا چلتا پھرتا رہے گا، ان تمام حالتوں میں وہ کبھی نماز ادا کرے گا، کبھی نوکری وتجارت کرے گا، کبھی اہل وعیال کے ساتھ ہوگا، کبھی اقتدار وکرسی پر ہوگا اور کبھی بیٹھے، لیٹے اور کھڑے لوگوں کے ساتھ وقت گذارے گا یا دوستوں کی محفلوں میں ہوگا، ان تمام حالتوں میں اللہ سے غافل بننا اور اللہ کو بھول کر اپنے جی کی خواہشات پر زندگی گذارنا یا سماج وسوسائٹی کی مرضیات پر زندگی گذارنا یہی اللہ کی یاد سے دور ہونا ہے اور اللہ کو بھولنا ہے، لوگ لیٹے، بیٹھے اور کھڑے اور

چلتے پھرتے اللہ کو یاد کرنے سے مراد تسبیح یا زبان پر یاد کرنے ہی کا تصور لیتے ہیں اور زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ کی نافرمانی اور بغاوت کو اللہ تعالیٰ کو بھولنا اور اللہ سے غافل ہونا تصور نہیں کرتے، یوں تو اللہ کو یاد کرنے اور اس کا ذکر کرنے کے مختلف طریقے ہیں، انسانوں کا تسبیح کے دانوں اور بیجوں پر اللہ کو یاد کرنا بھی ذکر ہے، انگلیوں پر یاد کرنا بھی ذکر ہے، زبان سے یا دل میں یاد کرنا بھی ذکر ہے، اپنی گفتگو میں اللہ کی بڑائی تعریف اور احسانات اور شکر وحمد بیان کرنا بھی ذکر ہے، زندگی کے مختلف حالات پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے کلمات سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ادا کرنا بھی ذکر ہے، مسنون دعاؤں کا پڑھنا بھی ذکر ہے، اللہ کی یاد کے لئے نماز قائم کرنا بھی بڑا ذکر ہے، مگر زندگی کے تمام کاروبار کو اللہ کے احکام اور مرضی کے مطابق کرتے ہوئے اللہ کی بڑائی کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ کی محبت میں اللہ کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں انجام دینا بھی سب سے بڑا ذکر ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت دینے کا وعدہ کیا ہے، اگر انسان تسبیح کے دانوں یا زبان پر تو اللہ کو یاد کرتا رہے مگر زندگی کے کاروبار میں اللہ کے احکام کے خلاف چلے اور غیروں کی بڑائی اور غیروں کی رضا اور غیروں کی غلامی میں نام ونمود اور دکھاوا اور نفسانی خواہشات میں اعمال کرے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے خلاف یہود ونصاریٰ کے طریقوں پر اپنے کاروبار انجام دے تو یہ اللہ تعالیٰ سے بہت بڑی غفلت اور اللہ کو بھول جانا اور اللہ کو یاد نہ کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا تعارف اور پہچان حاصل کرنے کا واحد راستہ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل عطا فرمائی اور وہ عقل صرف اس لئے نہیں دی کہ اس سے انسان صرف دنیوی کام دھندوں کو کرتا رہے بلکہ اس کے ذریعہ سب سے بڑا کام یہ لے کہ وہ اس کائنات میں آفاق وانفس میں غور وفکر کر کے اپنے مالک کی قدرت، خوبیوں وکمالات اور احسانات کو سمجھے اور اس کی پروردگاری اور رحمت، اس کی مصوری اور اس کی تخلیق پر غور وفکر کرے اور اس کے قادر وحاکم اور معبود ہونے کو سمجھے، اس کے بغیر وہ اپنے مالک سے محبت نہیں بڑھا سکتا ہے، افسوس آج دنیا میں ہر چیز کا تعارف کروایا جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا اور اللہ کی قدرتوں کا اللہ کے احسانات وانعامات کا کوئی تعارف نہیں کرواتا اور جس کتاب میں اس کا صحیح تعارف ہے اس

کو بھی بغیر سمجھے صرف ثواب حاصل کرنے کیلئے پڑھا جاتا ہے، قرآن مجید کائنات کی گویا ڈکشنری ہے، انسان اگر چیزوں کا استعمال کرتے ہوئے کائنات میں غور وفکر کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ کا مختلف انداز سے تعارف ملتا رہے گا، اگر انسان دنیا میں زندگی گذارتے ہوئے عقل کی آنکھوں کو کھلا رکھے تو اسے ہدایت کا نور ملتا ہی جائے گا، جس طرح بند کمرے میں سورج کی روشنی نہیں آتی اسی طرح آنکھیں بند رکھ کر جانوروں کی طرح چیزوں کو بے شعوری کے ساتھ استعمال کرنے سے ہدایت نہیں ملتی، ہدایت انسان کی فطرت کی آواز ہے اور یہ اسی کو ملتی ہے جو اس کی حقیقی طلب رکھتا ہے، اس کیلئے تڑپتا اور بے چین رہتا ہے، جو سچائی اور حق کو پانے کیلئے اتنا بے قرار رہتا ہے کہ صحیح اللہ کا تعارف نہ ملنے کی وجہ سے اس کے دل میں سکون نہیں رہتا، وہ اللہ تعالیٰ کو پانے کیلئے اسی کی یاد لیکر سوتا ہے اور اسی کی یاد لیکر جاگتا ہے اور غیر اللہ کے تعارف وتذکرہ سے بیزار رہتا ہے اور اسے قلبی سکون نہیں ملتا اور وہ گھبراتا ہوا بے اطمینانی کی زندگی گذارتا ہے۔

کیسے عجیب ہیں وہ لوگ جو خدا پر ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر توحید ان کی زندگیوں سے ظاہر نہیں ہوتی، وہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ اکبر کے کلمات پکارتے اور نماز میں دوہراتے ہیں مگر ان کی بول چال اور گفتگو میں خدا کی بڑائی اور تعریف نہیں سنائی دیتی، کیسے ہیں وہ لوگ جو خدا کے نام پر بظاہر جلسے جلوس نکالنے کے لئے دھوم مچاتے ہیں مگر زندگی کے کاموں میں کوئی عبدیت وبندگی اور غلامی کی دھوم نہیں، کیسے عجیب ہیں وہ لوگ جو ایمان کے دعویدار بن کر جنت کے خیالوں میں جیتے ہیں مگر جنتی اعمال ان کی زندگی میں نظر نہیں آتے، کیسے عجیب ہیں وہ لوگ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر ان کی زندگیوں میں سنتوں پر عمل نظر نہیں آتا اور وہ سنتوں کے بجائے بدعتوں کو پسند کرتے ہیں، کیسے عجیب ہیں وہ لوگ جو قرآن پر ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر قرآن کی عملی مثال ان کی زندگیوں میں نظر نہیں آتی، کیسے عجیب ہیں وہ لوگ جو اسلام کا کلمہ تو پڑھتے ہیں مگر یہود ونصاریٰ کی تہذیب کو پسند کرتے ہیں، کیسے عجیب ہیں وہ لوگ جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں مگر ان کی زندگی میں آخرت کی تیاری کی کوئی شکل نظر نہیں آتی، ان کی ساری توجہ، دلچسپیاں، محبتیں سب کچھ دنیا اور دنیا کی چیزوں کے لئے لگی رہتی ہیں اور وہ دنیا ہی پر مرمٹنا چاہتے ہیں۔ بقول ایک شاعر کے ۔

نظر سوئے دنیا قدم سوئے مرقد — کدھر دیکھتا ہے کدھر جارہا ہے

اللہ تعالیٰ کا تعارف حاصل کرنے اور اس سے محبت بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات پر خوب غور وفکر کرے اور سب سے پہلے اس کی صفت رب، صفت رحمت، صفت تخلیق، صفت عدل و ہدایت اور اس کے قادر و حاکم ہونے کو سمجھے اور اس کے احسانات وانعامات پر رات دن غور کرتا رہے، اس سے بندہ کو اللہ تعالیٰ کے محسن ہونے اور خود کا احسان مند ہونے کا تصور پیدا ہوگا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوب محبت ہو، جس بندہ میں جتنی محبت ہوگی وہ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وغلامی شوق اور تڑپ کے ساتھ کرے گا اور اطاعت وغلامی کیلئے ہر وقت ہر گھڑی تیار رہے گا۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کی صفت رب، صفت تخلیق اور صفت قادر پر غور وفکر کا طریقہ سمجھایا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ۔ (ال عمران:٦)

وہی تو ہے جو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔

اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ (ال عمران:٤٧)

وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس کہتا ہے "ہو جا" اور وہ ہو جاتا ہے۔

لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت دنیا میں پھیلائے۔ (النساء:١)

تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے زمین وآسمان بنائے، روشنی اور تاریکی پیدا کی۔ (الانعام:١)

دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا اللہ ہے، وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندے سے خارج کرتا ہے، یہ سارے کام کرنے والا اللہ ہی ہے۔ (الانعام:٩٥)

پھر تم کدھر بہکے چلے جار ہے ہو؟ پردہ شب کو چاک کر کے وہی صبح نکالتا ہے، اسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے، اسی نے چاند اور سورج کے طلوع وغروب کا حساب مقرر کیا ہے، یہ سب اسی زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے ٹھہرائے ہوئے اندازے ہیں اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے تاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا، دیکھو ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں، اور وہی ہے جس نے تم سب کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر ہر ایک کے لئے ایک جائے قرار ہے اور ایک اس کے سونپے جانے کی جگہ ہے، یہ نشانیاں ہم نے واضح کردی ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات اگائے، پھر اس سے ہرے

ہرے کھیت اور درخت پیدا کیئے، پھر ان سے تہہ بہ تہہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے خوشوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کیئے جو بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں، اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور پھر ہر ایک کی خصوصیات جدا جدا بھی ہیں، یہ درخت جب پھلتے ہیں تو ان میں پھل آنے اور پھر ان کے پکنے کی کیفیت، ذرا غور کی نظر سے دیکھو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں، اس پر بھی لوگوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا دیا، حالانکہ وہ ان کا خالق ہے اور بغیر جانے بوجھے اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا ڈالیں۔ (الانعام: ۹۷-۱۰۰)

وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے طرح طرح کے باغ اور نخلستان اور تاکستان پیدا کیئے، کھیتیاں اگائیں جن سے قسم قسم کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں، زیتون اور انار کے درخت پیدا کیئے جن کے پھل صورت میں مشابہ اور مزے میں مختلف ہوتے ہیں، کھاؤ ان کی پیداوار جب کہ یہ پھلیں پھولیں اور اللہ کا حق ادا کرو جب ان کی فصل کاٹو اور حد سے نہ گذرو کہ اللہ تعالیٰ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، پھر وہی ہے جس نے مویشیوں میں سے وہ جانور بھی پیدا کیئے جن سے سواری و بار برداری کا کام لیا جاتا ہے اور وہ بھی جو چھوٹے قد کے زمین سے چمٹے ہوئے ہیں، کھاؤ ان چیزوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخشی ہیں، اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (الانعام: ۱۴۱)

اس انسان کو ایک ذرا سی بوند سے پیدا کیا اور دیکھتے دیکھتے صریحاً وہ ایک جھگڑالو ہستی بن گیا، اس نے جانور پیدا کیئے جن میں تمہارے لئے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی، اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی، ان میں تمہارے لئے جمال ہے جب کہ صبح تم انہیں چرنے کے لئے بھیجتے ہو اور جب کہ شام انہیں واپس لاتے ہو، وہ تمہارے بوجھ ڈھو کر ایسے ایسے مقامات تک لے جاتے ہیں جہاں تم سخت جانفشانی کے بغیر نہیں پہنچ سکتے، حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے، اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیئے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زندگی کی رونق بنیں، وہ اور بہت سی چیزیں (تمہارے فائدہ کے لئے) پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے اور اللہ ہی کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا جبکہ ٹیڑھے راستے بھی موجود ہیں، اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا، وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی برسایا جس سے تم خود بھی سیراب ہوتے اور تمہارے جانوروں کے لئے چارہ پیدا ہوتا ہے، وہ اس پانی کے ذریعہ سے کھیتیاں اگاتا ہے اور زیتون، کھجور اور انگور اور طرح طرح کے دوسرے پھل پیدا کرتا ہے ، اس میں ایک بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔ (النحل: ۳-۱۱)

کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا، اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے، کہتا ہے کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں؟ اس سے کہو! انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انہیں پیدا کیا تھا اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے، وہی ہے جس نے تمہارے لئے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم اس سے اپنے چولہے روشن کرتے ہو، کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں جبکہ وہ ماہر خلّاق ہے، وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ''ہوجا'' اور وہ ہو جاتی ہے، پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔(یٰس:۷۷۔۸۳)

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو۔(الصافات:۹۶)

اسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر وہی ہے جس نے اس جان سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کئے، وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے، یہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے۔(الزمر:۶)

آسمان کو ہم نے اپنے زور سے بنایا ہے اور ہم اس کی قدرت رکھتے ہیں، زمین کو ہم نے بچھایا ہے اور ہم بڑے اچھے ہموار کرنے والے ہیں اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں، شاید کہ تم اس سے سبق حاصل کرو۔(الذاریات:۴۷۔۴۹)

جس نے تہہ بہ تہہ سات آسمان بنائے، تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے، پھر پلٹ کر دیکھو کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ تمہاری نگاہ تھک کر نامراد لوٹ آئے گی، ہم نے تمہارے قریب کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے آراستہ کیا۔(الملک:۳۔۵)

کیا یہ لوگ اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو پر پھیلائے اور سکیڑتے ہوئے نہیں دیکھتے؟ رحمٰن کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہے، وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔(الملک:۱۹)

ان سے کہو! کبھی تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ اگر تمہارے کنوؤں کا پانی زمین میں اتر جائے تو کون ہے جو اس پانی کی بہتی ہوئی سوتیں تمہیں نکال کر لا دے گا؟ (الملک:۳۰)

کیا ہم نے زمین کو سمیٹ کر رکھنے والی نہیں بنایا، زندوں کے لئے بھی اور مردوں کے لئے بھی اور اس میں بلند و بالا پہاڑ جمائے اور تمہیں میٹھا پانی پلایا۔(المرسلات:۲۵۔۲۷)

نیند کو باعث سکون بنایا اور رات کو پردہ پوش اور دن کو معاش کا وقت بنایا۔(النبأ:۹۔۱۰)

پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے، یقیناً وہ (خالق) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ (الطارق:۵۔۸)

یہ لوگ کیا اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے ہیں؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند کیا گیا، پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی۔ (الغاشیۃ:۱۷۔۲۰)

کیا ہم نے اسے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور دونوں نمایاں راستے اسے نہیں دکھا دیئے؟ (البلد:۷۔۱۰)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ (التین:۴)

ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔

تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔ (العلق:۶)

ہم نے زمین کو پھیلایا اس میں پہاڑ جمائے، اسمیں ہر نوع کے نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائے اور اس میں معیشت کے اسباب فراہم کئے، تمہارے لئے بھی اور ان بہت سی مخلوقات کیلئے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو، کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں۔ (الحجر:۲۰۔۲۱)

کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ تعالیٰ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے، وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ (العنکبوت:۶۰)

اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو، اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔ (الاعراف:۲۶)

اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الاعراف:۳۱)

اس نے تمہاری بھلائی کے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور سب تارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں، اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں، اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں ان میں بھی ضرور نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو سبق حاصل کرنے والے ہیں، وہی

ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تا کہ تم اس سے تر و تازہ گوشت لیکر کھاؤ اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنہیں تم پہنا کرتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہے، یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گذار بنو، اس نے زمین میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ زمین تم کو لیکر ڈھلک نہ جائے، اس نے دریا جاری کئے اور قدرتی راستے بنائے تا کہ تم ہدایت پاؤ، اس نے زمین میں راستہ بنانے والی علامتیں رکھ دیں اور تاروں سے بھی لوگ ہدایت پاتے ہیں، پھر کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اور وہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے دونوں یکساں ہیں؟ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے، حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی درگذر کرنے والا ہے اور رحیم ہے۔ (النحل:۹-۱۸)

وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئاً وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ (النحل:۷۸)

اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، اس نے تمہیں کان دئے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دئے اس لئے کہ تم شکر گذار بنو۔

وَ فِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ (ذاریات)

اور یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بھی معرفت حق کی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے وجود میں بھی، پھر کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ ( )

اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو حکمت اور مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور بلاشبہ اس بات میں ارباب ایمان کے لئے معرفت حق کی ایک بڑی نشانی ہے۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہو، پھر وہ اپنے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا، اور اس نے آفتاب و ماہتاب کو ایک قانون کا پابند بنایا۔ (الرعد:۲)

اور پھر دیکھو زمین کی سطح اس طرح بنائی کہ اس میں ایک دوسرے سے قریب آبادی کے قطعات بن گئے اور انگوروں کے باغ، غلہ کی کھیتیاں، کھجوروں کے جھنڈ پیدا ہو گئے، ان درختوں میں بعض درخت زیادہ ٹہنیوں والے ہیں، بعض اکہرے اور اگرچہ سب کو ایک ہی طرح کے پانی سے سینچا جاتا ہے لیکن پھل ایک طرح کے نہیں، ہم نے بعض درختوں پر پھلوں کے مزے میں برتری دیدی، بلاشبہ ارباب عقل کے لئے اس میں معرفت حقیقت کی بڑی نشانیاں ہیں۔ (الرعد:۴)

اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لئے ہوئے بھیجتا ہے، پھر

جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھالیتے ہیں تو انہیں کسی مردہ سرزمین کی طرف حرکت دیتا ہے اور وہاں مینہ برسا کر (اسی مری ہوئی زمین سے) طرح طرح کے پھل نکالتا ہے، دیکھو اس طرح ہم مردوں کو حالت موت سے نکالتے ہیں، شاید کہ تم اس مشاہدہ سے سبق لو، جو زمین اچھی ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب پھل پھول لاتی ہے اور جو زمین خراب ہوتی ہے اس سے ناقص پیداوار کے سوا کچھ نہیں نکلتا، اس طرح ہم نشانیوں کو بار بار پیش کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو شکر گذار ہونے والے ہیں۔ (الاعراف: ۵٦۔۵۸)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے پھر اس کے ٹکڑوں کو باہم جوڑتا ہے، پھر اسے سمیٹ کر ایک کثیف ابر بنا دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے خول میں سے بارش کے قطرے ٹپکتے چلے جاتے ہیں اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں کی بدولت جو اس میں بلند ہیں اولے برساتا ہے، پھر جسے چاہتا ہے ان کا نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ان سے بچالیتا ہے، اسکی بجلی کی چمک نگاہوں کو خیرہ کئے دیتی ہیں، رات اور دن کا الٹ پھیر وہی کر رہا ہے اس میں ایک سبق ہے آنکھ والوں کے لئے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو ایک طرح کے پانی سے پیدا کیا، کوئی پیٹ کے بل چل رہا ہے تو کوئی دو ٹانگوں پر اور کوئی چار ٹانگوں پر، جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم نے صاف صاف حقیقت بتانے والی آیات نازل کر دی ہیں، آگے صراط مستقیم کی طرف ہدایت اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ (النور: ۴۳۔۴۵)

اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی، پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی پھر اس قوت کے بعد تمہیں ضعیف اور بوڑھا کر دیا، وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ (روم: ۵۴)

ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکتی ہوئی بوند میں تبدیل کر دیا پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا، پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، سب کاریگروں سے اچھا کاریگر، پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے، پھر قیامت کے روز یقیناً تم اٹھائے جاؤ گے، اور تمہارے اوپر ہم نے سات راستے بنائیں، تخلیق کے کام سے ہم کچھ نابلد نہ تھے اور آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا، ہم اسے جس طرح چاہیں غائب کر سکتے ہیں، پھر پانی کے ذریعہ سے ہم نے تمہارے

لئے کھجور اور انگور کے باغ پیدا کر دیئے، تمہارے لئے ان باغوں میں بہت سے لذیذ پھل ہیں اور ان سے تم روزی حاصل کرتے ہو اور وہ درخت بھی ہم نے پیدا کیا جو طور سیناء سے نکلتا ہے، تیل بھی لئے ہوئے اگتا ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن بھی، اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے مویشیوں میں بھی ایک سبق ہے، ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اسی میں سے ایک چیز ہم تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں بہت سے دوسرے فائدہ بھی ہیں ان کو تم کھاتے ہو اور ان پر اور کشتیوں پر سواری بھی کئے جاتے ہو۔ (المؤمنون: ۱۲-۲۲)

آفاق وانفس میں غور وفکر کا طریقہ

اِنَّمَا قَوۡلُنَا لِشَیۡءٍ اِذَآ اَرَدۡنٰہُ اَنۡ نَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۔ (النحل: ۴۰)

ہمیں کسی چیز کو وجود میں لانے کیلئے اس سے زیادہ کچھ نہیں کرنا پڑتا کہ اسے حکم دیں ''ہوجا'' تو بس وہ ہوجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی خدائی میں رتی برابر مجبور نہیں

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت میں رتی برابر مجبور نہیں اور جو مجبور ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا، وہ جو چاہے جیسا چاہے کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی اکیلا خالق کائنات ہے، ہر چیز وہ بناتا اور پیدا کرتا ہے، اس کی تخلیق میں اور انسانوں کی تخلیق میں زمین آسمان کا فرق ہے، انسان جو چیز بھی بناتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ مادہ کو لیکر بناتا ہے اور اللہ کی عطا کی گئی عقل وفہم اور علم کی مدد سے بناتا ہے، بغیر اسباب کے نہیں بنا سکتا، مثلاً لوہے کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، لوہے سے ریل، موٹر گاڑیاں اور دوسری مشینیں بنانے کی صلاحیت دی، لکڑی کو اللہ نے پیدا کیا، لکڑی سے دروازے، کھڑکیاں، تخت وغیرہ بنانے کی صلاحیت دی، اس لئے انسان کسی چیز کا بھی خالق نہیں اور نہ اسے خالق کہا جا سکتا ہے، خالق تو صرف اکیلے اللہ تعالیٰ ہی ہے، اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز بنانے کیلئے نہ اسباب چاہئے اور نہ مادہ چاہئے، نہ مزدور اور نہ میٹیریل چاہئے، نہ کسی کی مدد چاہئے وہ جو چیز بھی بناتا ہے اسباب کے بغیر بھی بناتا ہے اور اسباب کے ذریعہ بھی وجود دیتا ہے، وہ جب ارادہ کرتا تو لفظ ''کُنۡ'' کہتا ہے تو وہ چیز بن جاتی ہے، انسان اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں سے نقل کر کے کوئی چیز بناتا ہے، اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز بنانے کیلئے نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں، انسان بعض چیزیں

بناتا ہے وہ چیز خود اس کیلئے مصیبت اور جان لیوا بھی بن سکتی ہیں، مثلاً: بم، بندوق، زہر، ہوائی جہاز وغیرہ، مگر اللہ تعالیٰ جو چیزیں بھی بناتا ہے وہ چیزیں اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نقصان نہیں کرسکتیں اور نہ اللہ کی طاقت وقدرت پر حاوی ہوسکتی ہیں، وہ ہر طرح ان چیزوں پر قادر ہوتا ہے، پھر یہ بھی یادرکھئے کہ وہ اپنی تخلیق میں کسی سے مدد نہیں لیتا، اس کے کاموں اور تخلیق میں کوئی دوسرا شریک نہیں، اس تشریح کو ذہن میں رکھ کراب کائنات کی چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق پر غور کیجئے، فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۔(سب سے بہترین تخلیق کرنے والا اللہ ہے)

انسان کو چمڑے کا جسم دیا گیا

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، انسان خود اپنی بناوٹ پر غور کرے تو اسے اندازہ ہوگا کہ اس جیسی مشین آج تک کوئی نہیں بناسکا اور نہ کبھی بنا سکے گا، اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کیجئے اس نے کائنات میں ہزاروں مخلوقات کو پیدا فرمایا، کسی کو چمڑے کا جسم دے کر جاندار بنایا، کسی کو پتھر کا جسم دے کر پہاڑ بنایا، کسی کو مٹی کا جسم دے کر زمین بنایا، کسی کو نور کا جسم دے کر فرشتے بنایا اور کسی کو آگ کا جسم دے کر جنات بنایا، کسی کو ابر کا جسم دے کر بادل بنایا، کسی کو مائع کا جسم دے کر پانی بنایا اور کسی کو گیاس کا جسم دے کر ہوا بنایا، کسی کو لکڑی کا جسم دے کر درخت بنایا اور کسی کو مختلف شکلوں اور رنگوں میں تبدیل ہونے والا جسم دیا، بیشک وہ خالق ہے، اس جیسا کوئی دوسرا نہیں، وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے: وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے چمڑے کا جسم دیا اور اس کا چمڑا ہاتھی، گینڈے، گائے، بیل، بھینس کی طرح موٹا نہیں بلکہ اس کی جسامت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو باریک چمڑا دیا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" ۔ایسا کمال والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں۔

جانداروں کو پانی کے قطرے سے بنایا گیا

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان کاغذ، لکڑی اور پتھر یا دیوار پر ایک تصویر بناتا ہے، کاغذ، لکڑی اور دیوار پر تصویر بنانا کوئی کمال نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی خالقیت دیکھئے کہ وہ زمین کے مختلف حصوں میں پیدا ہونے والی غذاؤں کے مجموعہ سے بننے والے قطرہ پر اور آگ اور نور

پر جس میں کوئی ٹھہراؤ نہیں تصویر بناتا ہے، غور کیجئے کہ کیا ایسا کمال اور قدرت کسی میں ہے؟ نہیں ایسی قدرت کسی میں نہیں! صرف اللہ تعالیٰ ہی ایسی قدرت والا ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔ وہ فرشتوں کو نور سے اور جنات کو آگ سے پیدا کیا، (۱) آگ کا کیڑا آگ ہی سے پیدا کرتا ہے پانی سے نہیں، (۲) اناج میں کیڑے پیدا ہوجاتے ہیں جہاں نطفہ نہیں ہوتا، سوچئے کہ اناج میں پہلا کیڑا نطفہ کے بغیر کیسے پیدا ہوتا ہے؟ اور تمام جانداروں کو پانی کے ایک حقیر قطرے سے بنایا، وہ ایک چھوٹے سے پانی کا قطرہ چاہے چیونٹی کا انڈا ہو یا مچھر کا انڈا یا ہاتھی کا قطرہ یا انسان کا قطرہ، آنکھ کی جگہ آنکھ، ناک کی جگہ ناک، کان کی جگہ کان، ہاتھ پیر کی جگہ ہاتھ پیر، دل ودماغ بال، ناخن وغیر وغیرہ غرض تمام اعضاء تیار کرتا ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' اور بند انڈے کے اندر یا ماں کے پیٹ میں پانی ہی کے اندر رکھ کر مختلف مدتوں کے ساتھ اور انسانوں کو نو مہینے تک پرورش ونگہداشت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا خود ہی یہ کمال کیا کم تھا کہ وہ ایک حقیر پانی کی بوند سے جاندار جیسی حیرت انگیز مخلوقات مثلاً انسان، ہاتھی، گھوڑا، اونٹ، ہرن، شیر، ببر، بکری، گائے، بیل، بھینس، مچھر، مکھی، چیونٹی وغیرہ بنا کر کھڑی کرتا ہے، پھر ہر ایک میں ان کی اپنی اپنی جنس کے جو جو خصوصیات ہیں وہ سب اسی قطرہ میں بھر دیتا ہے، چنانچہ ہر جاندار اپنی اپنی جنس کی مکمل شکل وصورت اپنے جنس کا مزاج طبیعت اور اپنے جنس کے اخلاق وکردار لیکر ماں کے پیٹ اور انڈے ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

پیدائش کا بنیادی فارمولہ تو ایک ہی ہے مگر اس میں نر اور مادہ بنایا

اللہ تعالیٰ کا مزید کمال دیکھئے کہ اس نے تمام جانداروں میں اسی ایک پانی کے قطرہ سے دو الگ الگ نمونے نر اور مادہ، مذکر ومؤنث پیدا کرتا ہے، حالانکہ بناوٹ کا بنیادی فارمولہ تو ایک ہی ہے مگر انڈا ہو یا ماں کا پیٹ ذرا خدا کا انکار کرنے والو غور کرو! کون ہے جو پانی کے اس قطرہ میں نر اور مادہ بنا رہا ہے؟ اور دونوں نر و مادہ کو ایک دوسرے سے الگ الگ جسمانی ساخت و مختلف ذہنی ونفسیاتی اوصاف اور مختلف جذبات دے کر کون پیدا کرتا ہے؟ اسی طرح اللہ کی تخلیق پر غور کیجئے وہ اسی قطرہ سے مادہ کو پیدا کرتا ہے تو مادہ میں زنانی خصوصیات ڈالتا ہے اور اسی قطرہ سے نر پیدا کرتا ہے تو اس میں مردانہ خصوصیات پیدا کرتا ہے، حالانکہ دونوں کی پیدائش ایک ہی

قطرہ سے ہوتی ہے، دونوں ماں کے پیٹ میں پرورش پاتے ہیں اور دونوں کی پرورش پانے کی مدت ایک ہی ہوتی ہے، پھر یہ بھی غور کیجئے کہ دونوں دودھ ہی سے پلتے ہیں، ایک ہی قسم کا کھانا اور غذا کھاتے، دونوں ایک ہی ہوا، ایک ہی پانی پیتے ہیں، دونوں کی زبانیں چمڑے کی ہوتی ہیں، دونوں کو دانت برابر برابر ہوتے ہیں مگر دونوں کی طبیعتوں، مزاجوں، طاقت وقوت، آوازوں میں کھلا فرق ہوتا ہے، اور ہم دیکھتے ہی فوراً پہچان لیتے ہیں کہ یہ نر ہے اور یہ مادہ ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔ دونوں ایک دوسرے کی راحت اور ضرورت کی تکمیل کا ذریعہ بنتے ہیں اور اپنی نسلوں کی افزائش میں علٰحدہ علٰحدہ رول ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صرف انسانوں اور حیوانات ہی میں نہیں بلکہ نباتات میں بھی نر اور مادہ بنایا، یہاں تک کہ بے جان مادوں میں بھی زوجین کا اصول اللہ تعالیٰ نے بنایا، یعنی بے جان مادے جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو نئے نئے مرکبات وجود میں آتے ہیں، برقی توانائی میں منفی اور مثبت طاقت موجود رہتی ہے تب ہی تو برقی پیدا ہوتی ہے، ایٹم کے دقیق ذرّہ کو جب پھاڑا گیا تو اس میں منفی اور مثبت طاقت موجود نظر آئی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کے ساتھ آگ کو، آسمان کے ساتھ زمین کو، دن کے ساتھ رات کو، گرمی کے ساتھ سردی کو، خشکی کے ساتھ تری کو، زندگی کے ساتھ موت کو اور دنیا کے ساتھ آخرت کو بنایا ہے، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کمال ہے، اس جیسی قدرت والا کوئی نہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

شروع دنیا سے پوری دنیا میں نر اور مادہ کا تناسب برابر برابر ہے

اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر یہ بھی غور کیجئے کہ جانداروں میں نر اور مادہ کی پیدائش کا تناسب شروع دنیا سے کیسے اعتدال اور برابری کے ساتھ چلا آرہا ہے، آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ دنیا کی کسی جاندار مخلوق میں کسی خطہ زمین پر صرف نر ہی نر پیدا ہوئے ہوں یا کہیں کسی خطہ میں صرف مادہ ہی مادہ پیدا ہوئی ہوں، پیدائش کا بنیادی فارمولہ تو ایک ہی ہے، پھر ذرا غور کیجئے کونسی ذات ہے جو اپنی تخلیق سے نر اور مادہ کے تناسب کو اعتدال اور برابری کے ساتھ بنا رہی ہے؟ بیشک وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس جیسی خدائی کسی میں نہیں، لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ وہ حکیم ودانا ہے۔

اللہ ایک ہی وقت میں کئی کئی جانداروں کو ایک ماں سے پیدا کرسکتا ہے

اگر ہم غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ مگرمچھ، کچھوا اور سانپ ایک ہی وقت میں سوسو انڈے دیتے ہیں، اسی طرح مچھلی، مینڈک، مچھر بھی غول کے غول میں انڈے جھول کی شکل میں دیتے ہیں اوران جانوروں کے انڈوں سے سوسو دودوسو بچے ایک ہی وقت میں نکلتے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اسی طرح اس نے بعض جانور مثلاً خنزیر، کتا، بلی، شیر وغیرہ کی جنس میں چار چار، پانچ پانچ بچے پیدا ہونے کا طریقہ رکھا، بکری کو دو یا تین بچے ہوتے ہیں، مگر ہاتھی، گھوڑا اونٹ، گینڈے کو ایک ایک ہی بچہ ہوتا ہے اور انسان کو عموماً ایک بچہ ہی ہوتا ہے، قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ انسانوں نے فیملی پلاننگ تو شروع کی تھی کہ بچے کم پیدا ہوں لیکن اب بھی بعض اوقات چار سے چھ بچے ایک ہی وقت میں ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال دیکھئے کہ منی کے قطروں میں ہزاروں جرثومے جانداروں کے جسم سے خارج ہوتے ہیں، ان میں کا صرف ایک جرثومہ ماں کے انڈے سے مل کر انسانی ماں کے رحم میں چلا جاتا ہے اور انسان کو عموماً ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے، اگر ہر مرتبہ حمل کے درمیان پانچ پانچ چھ چھ جرثومے ماں کے انڈوں سے مل کر حمل ٹھہرتا تو ایک وقت میں پانچ پانچ بچے پیدا ہوتے اور عورتوں کو بچوں کی پرورش میں کتنی تکلیف ہوجاتی، حالانکہ دوسرے جانداروں میں وہ ایک ہی وقت میں کئی کئی بچے پیدا کرتا ہے اورانہیں ماں کے ذریعہ ہی پالتا ہے۔

اللہ منی کے قطرہ سے جاندار بنا کر جیسی صلاحیت چاہے پیدا کرسکتا ہے

اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال دیکھئے کہ ایک حقیر پانی جس میں سوائے جرثومۂ حیات کے کچھ نہیں ہوتا، کہیں بندر پیدا کررہا ہے، کہیں ہاتھی اور اونٹ اور کہیں شیر و ببر اور کہیں پرندے مور، طوطا مینا، کوا وغیرہ اور کہیں چیونٹی، مکھی، مچھر، مچھلی وغیرہ، ان تمام جرثوموں کے مقابلہ اللہ تعالیٰ انسانی جرثومہ کو جو ترقی اور عروج دیتا ہے وہ کسی دوسرے جاندار کو حاصل نہیں ہوتی، دوسرے تمام جاندار چلتے، پھرتے، کھاتے پیتے، دیکھتے، سنتے اپنی بولی بولتے، بچوں کو پالتے، نگرانی وحفاظت کرتے، گھونسلہ بناتے، غذا تلاش کرتے اور شکار کرنے کا طریقہ جانتے وغیرہ وغیرہ، مگر اللہ

تعالیٰ انسانی جرثوموں کو ترقی دے کر عقل وفہم دیتا ہے، ضمیر عطا کرتا ہے، اچھے برے کی تمیز عطا کرتا ہے، اخلاق و کردار میں صفاتِ حسنہ اور اوصافِ رذیلہ اختیار کرنے کی صلاحیت دیتا ہے، غور وفکر کی صلاحیت دیتا ہے، لکھنے پڑھنے اور تقریر کرنے کی صلاحیت دیتا ہے، جو کسی دوسرے جاندار کو حاصل نہیں ہوتی، بیشک اس جیسی تخلیق کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

ذرا یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ جب اللہ تعالیٰ ایک معمولی حقیر جرثومہ کو ترقی دے کر ہڈی، گوشت، خون، پانی کا مجموعہ بنا کر بات کرواسکتا ہے تو کیا وہ اپنی دوسری مخلوقات کو بات نہیں کرواسکتا؟ بیشک کرواسکتا ہے! اس نے حضرت سلیمانؑ کو پرندوں سے بات کرنے کی اور حضرت عیسیٰؑ کو مردوں سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو درختوں، جانوروں، پتھروں سب ہی سے بات کرائی، اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، اس جیسی قدرت والا کوئی دوسرا نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

اللہ تعالیٰ انسانی جرثوموں کی شکل وصورت، طبیعت ومزاج عقل وفہم علٰحدہ علٰحدہ بناتا ہے

اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کیجئے کہ دنیا کے تمام جانداروں میں اور انسانوں میں تخلیق کا یہ خاص کمال ہے کہ وہ دنیا کے دوسرے تمام جانداروں کی شکل وصورت اور آواز ایک جیسی رکھتا ہے، مگر ہر انسان کی شکل وصورت اور آواز الگ الگ بناتا ہے، حالانکہ ان کی پیدائش کا بنیادی فارمولہ تو ایک ہی ہے، ذرا غور کیجئے دنیا کے تمام ہاتھی، اونٹ، بندر، گھوڑے، چڑیا، مینا، کبوتر، بکری، گائے، بیل، بھینس وغیرہ وغیرہ کی اپنی اپنی جنس ہے، دنیا کے تمام گھوڑے ایک جیسے، دنیا کے تمام بندر ایک جیسے، دنیا کے تمام کبوتر ایک جیسے، دنیا کی تمام گائیں ایک جیسی، اور ہر جگہ کے یہ جانوروں کی آواز بھی ایک جیسی، ہندوستان کا کوا جیسے کائیں کائیں پکارتا ہے امریکہ کا کوا بھی ویسے ہی پکارتا ہے، لنکا کی چڑیا جیسے چوں چوں کرتی ہے ویسے ہی آسٹریلیا کی چڑیاں پکاریں گی، مگر انسان کو اللہ نے ایسا نہیں بنایا بلکہ ہر ملک کا، ہر خطہ کا، ہر قوم کا انسان الگ الگ ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی کو گورا، کسی کو کالا، کسی کو نیلی، بھوری اور سیاہ آنکھوں والا، کسی کو دبی ناک والا اور کسی کو کم قد والا، کسی کو موٹے ہونٹوں والا، کسی کو چھوٹے ہاتھوں والا بنایا، حالانکہ ان سب کی پیدائش کا بنیادی

فارمولہ تو ایک ہی ہے، اتنا ہی نہیں، ہر ایک انسان کی شکل وصورت، عادات واخلاق، طبیعت اور مزاج، عقل وفہم ایک دوسرے سے بالکل علٰحدہ علٰحدہ اور مختلف رکھتا ہے یہاں تک کہ ایک انسان کے ہاتھ پیر کی انگلیوں کے نشانات اور آنکھوں کے ڈورے دوسرے انسان کے ہاتھ پیر کی انگلیوں کے نشانات اور آنکھوں سے الگ اللہ تعالیٰ نے بنایا، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کمال ہی کمال ہے، ذرا غور کیجئے کہ انسانوں کی پیدائش کا بنیادی فارمولہ تو ایک ہی ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان میں زبردست اختلاف ہی اختلاف رکھا ہے، اس اختلاف اور فرق کا یہ حال ہے کہ قوم تو قوم ایک ہی ماں باپ کے چار پانچ بچوں میں رنگ، روپ، سوچنے سمجھنے کا معیار، عقل وفہم، طبیعت و عادت اور فطرت آواز یکساں اور ایک جیسی نہیں ہوتی، یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال ہی کمال ہے۔

انسانوں میں مختلف قسم کا فرق اللہ کی صفتِ حکمت کو سمجھاتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو امتحان وآزمائش کی جگہ بنایا اور انسانوں کو آزادی واختیار بخشا، اب انسان اس آزادی کا فائدہ اٹھا کر نیکی بھی کرسکتا ہے اور برائی بھی کرسکتا ہے، چنانچہ انسان چوری بھی کرتا ہے، زنا بھی کرتا ہے، قتل وخون بھی کرتا ہے، انسانوں کی بناوٹ میں اختلاف اور فرق سے اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس سے مختلف قوم اور ملک کے لوگ علٰحدہ علٰحدہ پہچانے جاتے ہیں، اگر تمام انسانوں کی صورت، قد، آواز، طبیعت، مزاج، فطرت ایک جیسی ہوتی تو ایسی صورت میں ماں باپ اپنی اولاد یا اولاد اپنے ماں باپ کو یا بھائی بہن کو یا شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو پہچان ہی نہیں سکتے تھے، اس سے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا بہت مشکل ہوجاتا اور جو انسان برائی کا ارادہ رکھتے وہ کسی بھی گھر میں گھس کر زنا، چوری، قتل وخون کرکے بھاگ جاتے، انسانوں میں ایک ہی نام کے کئی افراد ہوتے ہیں، ان کا یہ اختلاف اور فرق پہچان میں بڑی مدد دیتا ہے، چنانچہ حکومتوں کو چور، قاتل، زانی کو اس اختلاف اور فرق کی وجہ سے پکڑنے میں آسانی ہوگئی ورنہ ایک شخص قتل وزنا کرکے کئی معصوم لوگوں پر الزام دیدیتا، اسی اختلاف اور فرق کی وجہ سے دنیا کے کئی کاروبار چلتے ہیں، نوکر اور آقا میں پہچان ہے، شوہر اور بھائی اور غیر مرد کی پہچان ہے، اولاد اور غیر اولاد کی پہچان ہے، بیوی، بیٹی، بہن کی پہچان ہے، اللہ حکیم اور دانا ہے، وہ اپنی حکمت ومصلحت سے انسانوں میں اختلاف اور فرق رکھا ہے۔

تمام انسانوں کی آوازوں میں فرق ہی فرق رکھا گیا

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کیجئے کہ جانداروں کی پیدائش کا بنیادی فارمولہ تو ایک ہی ہے اور ہر ایک کے منہ، زبان، دانت اور حلق میں کوئی فرق نہیں اور ہر جنس ایک ہی قسم کی غذا کھاتی ہے، انسان کی دماغی ساخت بھی ایک جیسی ہے مگر دنیا کے تمام جانداروں کی آواز اپنی اپنی جنس میں ایک جیسی ہے کوئی فرق نہیں، دنیا کے کسی کونے میں جانوروں کو بغیر دیکھے گھر میں بیٹھ کر صرف ان کی آواز سے پہچان سکتے ہیں کہ کوا، کتا، مرغ، بکری پکار رہی ہے مگر تمام انسان ایک ہی قسم کی غذائیں کھانے اور ایک ہی ہوا لینے اور ہر ایک کی زبان چمڑے کی ہونے کے باوجود ہر ہر مرد اور ہر ہر عورت کی آواز الگ الگ ہے اور ہم بغیر دیکھے فون وغیرہ پر بھی پہچان لیتے ہیں کہ یہ کس مرد اور کس عورت کی آواز ہے، شاید اسی فرق کی وجہ سے ماں باپ اپنے بچوں کو، استاد اپنے شاگردوں کو، سیٹھ اپنے نوکروں کو پہچان سکتا ہے اور انسانوں میں جتنے اچھے اور برے کام کرنے والے ہیں علٰحدہ علٰحدہ پہچانے جا سکتے ہیں اور ہر عورت اگر اپنے شوہر یا باپ، بیٹا، بیٹی کو پہچان سکتی اور ہر مرد اپنی بیوی کو پہچان سکتا ہے، اگر تمام انسانوں کے چہرے ایک جیسے اور تمام انسانوں کی آواز ایک جیسی اور تمام انسانوں کی عادات، طبیعت، مزاج ایک جیسے ہوتے چاہے نام ان کے علٰحدہ علٰحدہ ہی کیوں نہ ہوتے تو دنیا میں بہت بڑا فساد ہو جاتا، اس لئے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی یہ حکمت نظر آتی ہے کہ انسانوں کو جانوروں کی طرح یکساں اور ایک جیسے نہیں رکھا گیا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ '' بیشک اللہ تعالیٰ جیسی قدرت اور حکمت والا کوئی دوسرا نہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

اگر انسانوں کی صورتیں ایک جیسی اور آواز ایک جیسی ہوتی تو بدمعاش قسم کے انسان اپنا نام بدل کر دھوکہ دے سکتے ہیں، زنا کر سکتے، چوری کر سکتے، ہر قسم کی بداعمالیاں کر سکتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا یہ حال ہے کہ زمین کے مختلف حصوں میں رہنے والے الگ الگ زبانیں بولتے اور ہر شخص کا لب ولہجہ اور تلفظ اور طرز گفتگو دوسرے انسان سے مختلف، مگر انسانی بچوں کی آواز میں کوئی فرق نہیں ہوتا، دنیا کے تمام انسانوں کے بچے ایک ہی طرح روتے، ایک ہی طرح ہنستے اور ایک ہی طرح آوازیں نکالتے ہیں یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچی کی

آواز تک یکساں اور ایک جیسی ہوتی ہے، آپ پہچان نہیں سکتے کہ یہ بچے کی آواز ہے یا بچی کی آواز، بچوں کی آوازوں میں یکسانیت اور ایک جیسی ہونے کی ایک حکمت یہ نظر آتی ہے کہ ان میں اچھے برے اعمال کرنے کی صلاحیت بھی نہیں ہوتی اور نہ وہ گناہ کرتے ہیں اس لئے ایسا لگتا ہے کہ ان میں اختلاف نہیں رکھا گیا، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال ہی کمال ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔ اس جیسی تخلیق کرنے والا کوئی دوسرا نہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

غور کرنے پر ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ یہ تمام اختلافات اپنے آپ نہیں ہو رہے ہیں بلکہ اللہ کی خاص حکمت کے ساتھ تخلیق پا رہے ہیں بلکہ خالق اپنی کاریگری سے ہر انسان کو پوری انفرادی توجہ، ایک نئے ڈیزائن، نئے نقش اور نئے اوصاف وعادات کے ساتھ پیدا کر رہا ہے، اس کی بنائی ہوئی انسانی ہر شکل منفرد ہے، اس کی تخلیق گواہی دے رہی ہے کہ اس جیسا کمال کسی میں نہیں، اسکی صنّاعی ایک ڈیزائن کو دوسری مرتبہ دوہرانا اپنی حکمت کے خلاف سمجھتی ہے، اس حیرت انگیز تخلیقات کو جو شخص بھی عقل وفہم سے اور غور وفکر سے آنکھیں کھول کر دیکھے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے الفاظ میں کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس کائنات کو بنانے والا کائنات بنا کر کہیں آرام نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ ہر وقت تخلیق میں لگا ہوا ہے اور اپنی خلق کی ایک ایک چیز پر انفرادی توجہ دے رہا ہے۔

جانداروں کے جسم اور اعضاء کس چیز سے بن رہے ہیں؟

ذرا غور کیجئے کہ تمام جانداروں کا جسم کس چیز سے بن رہا ہے؟ کیا چاول، گیہوں، گوشت، مسالے، ترکاریاں، پھل پھلاری، انڈے، ہری گھاس، سوکھی گھاس، پتوں سے ہڈی، گوشت، خون، چمڑا بن سکتا ہے؟ یہ چیز سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی، مگر اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے ان چیزوں سے پرورش کرتا ہے جبکہ تمام جاندار یہ سب چیزیں ایک ساتھ نہیں کھاتے، اللہ تعالیٰ نے کسی کو صرف پھل کھانے کے قابل بنایا، کسی کو صرف پتے اور گھاس کھانے کے قابل بنایا، کسی کو دانہ اور بغیر پکا ہوا اناج کھانے کے قابل بنایا اور کسی کو صرف گوشت کھانے کے قابل بنایا اور کسی کو پکی ہوئی غذاؤں کے ساتھ پھل پھلاری کھانے کے قابل بنایا، مگر تمام جانداروں کے جسموں میں چاہے وہ صرف گوشت کھاتے ہوں، چاہے وہ صرف گھاس اور پتے کھاتے ہوں

، چاہے وہ صرف پھل کھاتے ہوں، خون، ہڈی، چمڑا، گوشت سب کچھ اپنی قدرت سے بنا رہا ہے اوران کی پرورش کرر ہاہے، جانداروں میں ہر ایک کا خون لال ہوتا ہے مگر جھینگور کا خون اللہ تعالیٰ نے لال نہیں بنایا، کھٹمل اور مچھر صرف خون پیتے ہیں مگران میں بھی یہ سب چیزیں بن رہی ہیں، ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ''۔ اس جیسی تخلیق کرنے والا کوئی دوسرا نہیں۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اور پھر یہ بھی غور کیجئے کہ ان تمام غذاؤں میں کہیں پر بھی آنکھوں کو بصارت، کانوں کو سماعت، دل ودماغ کو عقل وفہم، زبان کو بات کرنے، ناک کو سونگھنے کی صلاحیت دینے کی کہیں پر بھی کوئی ادنیٰ سی جھلک نظر نہیں آتی مگر اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے ان ہی چیزوں کے ذریعہ تمام اعضاء کے برابر برابر مساوی مساوی ضرورت کے مطابق آنکھوں میں بصارت، کانوں میں سماعت، دل ودماغ میں عقل وفہم، زبان میں بات کرنے، ناک میں سونگھنے کی صلاحیت دے رہا ہے، جلد میں محسوس کرنے، دماغ میں سمجھنے اور دل میں چاہنے، غرض جسم کے ہر ہر عضو کو الگ الگ صلاحیتیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے، جبکہ کسی غلہ، ترکاری اور اناج میں سماعت، بصارت، غور وفکر، سونگھنے، سمجھنے کی صلاحیت بڑھانے کی کوئی طاقت ہی نظر نہیں آتی، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ گوشت کھانے والے کو ایک صلاحیت خوب ملے، پتے، گھاس کھانے والے کو کوئی صلاحیت خوب ملے یا میوہ کھانے والے کو کوئی صلاحیت ملے اور کوئی صلاحیت نہ ملے، مگر عجیب بات ہے کہ جاندار چاہے کسی قسم کی غذاء کھائے اور غذاؤں میں کچھ کھائے اور کچھ نہ کھائے، مثلاً شیر کبھی گھاس اور پتوں کو منہ نہیں لگاتا اور بکری گائے کبھی گوشت کو منہ نہیں لگاتے، جب ہر جنس اپنے اپنے اقسام کی غذائیں کھاتے ہیں تو تمام غذائیں اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق سے گوشت کی جگہ گوشت، ہڈی کی جگہ ہڈی، خون کی جگہ خون پیدا کرتی ہیں اور جانداروں میں ان کی اپنی اپنی ضرورت کے مطابق سماعت، بصارت، سونگھنے، بات کرنے، سمجھنے کی صلاحیتیں اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہتا ہے، اگر محض غذاؤں سے ان تمام چیزوں کے بڑھنے کا نظام ہوتا تو چیونٹی سے زیادہ سونگھنے کی طاقت انسان کو ہونی چاہئے تھی، گھوڑا میلوں دور سے ہواؤں میں شیر ببر کی بو سے پہچان جاتا ہے کہ اس راستہ میں شیر ہے، چیونٹی کئی منزلہ اوپر رکھے ہوئے شکر اور میٹھے کی بو پر بند ڈبے میں گھس جاتی ہے، اسی طرح میلوں اوپر اڑنے والا شکرا اور چیل سے زیادہ تیز نظر

ہاتھی اور گینڈے کو ہونی چاہئے تھی کہ وہ تو کنٹلوں گھاس کھا جاتے ہیں، اگر گوشت، دودھ، انڈوں سے سماعت و بصارت اور عقل وفہم کا تعلق ہوتا تو ترکاری، سبزی کھانے والوں کو یہ طاقتیں کم ملنی چاہئے تھیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام جانداروں کو الگ الگ غذائیں کھلا کر پال رہا ہے، بس غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کمال ہی کمال ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ایسا کمال کسی میں نہیں ۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

اللہ تعالیٰ تو ایسی زبردست قدرت رکھتا ہے کہ وہ جب پالنے پر آتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں رکھ کر پالتا ہے جبکہ آگ میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ہر چیز کو جلا دیتی ہے، اب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ان کے جسم اور اعضاء کی پرورش کیسے ہوئی؟ اللہ تعالیٰ جب پالنے پر آتا ہے تو حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں رکھ کر پالتا ہے، آخر مچھلی کے پیٹ میں ان کے اعضاء کی پرورش کیسے ہوئی؟ اور وہ اپنی زبان، عقل وفہم کا استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کو کیسے پکارے؟ اللہ تعالیٰ جب پالنے پر آتا ہے تو فرعون کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رکھ کر انہی کی ماں سے دودھ پلا کر اور فرعون کو خواب بتلا کر فرعون ہی کی بیوی کے ذریعہ مخالف ماحول میں رکھ کر پالتا ہے اور حفاظت کرتا ہے، اسی طرح وہ جب پالنے پر آتا ہے تو بغیر ہوا، گوشت، پانی، چاول، گیہوں کھلائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ رکھ سکتا ہے اور ان کے تمام اعضاء کی پرورش اپنی قدرت سے کرتا ہے اور وہ اصحاب کہف کو سالوں نیند میں سلا کر بغیر غذائیں کھلائے بھی ان کی پرورش کرتا ہے، اسی طرح وہ فرشتوں کو ہوا، پانی، گوشت، ترکاریاں، غلّے کھلائے بغیر آسمانوں پر پال رہا ہے اور ان کو اپنی قدرت سے سماعت، بصارت، کلام، قوت وطاقت سب کچھ دوسری تمام مخلوقات سے زیادہ دیا ہے، چنانچہ ایک فرشتہ بغیر کچھ کھائے یہ طاقت رکھتا ہے کہ زمین کے ایک قطعہ کو الٹا دے، ایک فرشتہ یہ طاقت رکھتا ہے کہ پہاڑ کو اٹھالے، ایک فرشتہ یہ طاقت رکھتا ہے کہ آسمان پر سے زمین پر آجائے، چنانچہ انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کرے گا تو اس پر حیرت ہی حیرت طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے اور انسان اس کی قدرت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے مختلف جانداروں کو مختلف غذائیں کھلا کر مختلف اعضاء بنا رہا ہے اور ان میں اپنی تخلیق سے سب کچھ طاقتیں دے رہا ہے، جب انسان کے دنیا سے جانے کا وقت آجاتا ہے اور وہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو سب کچھ غذائیں کھانے کے باوجود انسان کی

آنکھوں، کانوں، زبان، دل و دماغ، جسم سب کی طاقتیں ختم ہونا شروع ہو جاتی ہیں جبکہ کوئی جانور نہ بوڑھا ہونے پر عینک کا استعمال کرتا ہے اور نہ اپنے بچوں کی پرورش وغیرہ کو بھولنا شروع کرتا ہے اور نہ سہارا لیکر چلتا ہے، انسان کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ بہرا ہو جاتا، عینک کا استعمال کرتا، اندھا ہو جاتا اور زبان میں لکنت پیدا ہو جاتی ہے اور جسم میں رعشہ آجاتا ہے، جبکہ وہ تمام غذائیں برابر کھاتا رہتا ہے، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال ہے، وہ اگر چاہے تو لکڑی کو بات کرادے، وہ اگر چاہے تو جانوروں کو بات کرنے کی صلاحیت دیدے، وہ اگر چاہے تو پہاڑوں کو چلادے، وہ اگر چاہے تو کنکریوں سے کلمہ پڑھادے، وہ اگر چاہے تو انسانوں کے دوسرے اعضاء سے بات کروادے، وہ خالق ہے اس جیسا کمال کسی میں نہیں، وہ اپنی تخلیق سے سب کچھ کرسکتا ہے۔

ذرا یہ بھی غور کیجئے کہ انسان مختلف دوائیں استعمال کرتا ہے، مثلاً سر میں درد ہو تو گولی کھاتا ہے، دل میں تکلیف ہو تو گولی کھاتا ہے، پیر میں سوجن ہو تو گولی کھاتا ہے، جسم کے کسی حصہ میں زخم اور پیپ آجائے تو گولی کھاتا ہے، مگر وہ تمام دوائیں اپنے معدے میں ڈالتا ہے، آخر یہ کیسا نظام ہے کہ معدہ میں ڈالی گئی دوا کو کون سر اور دل کی تکلیف دور کرنے کی طرف لیجاتا ہے؟ یا پیر کے زخم اور پیپ کو سُکھانے کے لئے لیجاتا ہے، ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جو دوا کان اور آنکھ کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے کھائی جائے وہ اپنا زیادہ اثر پیروں کی طرف بتلائے یا پیر اور ہاتھ کے زخم اور پیپ کو سُکھانے کے بجائے جسم کے دوسرے فاسد مادوں کو سُکھادے، پیر اور ہاتھ پر اثر نہ دکھائے، اسی طرح جو غذائیں معدہ میں ڈالی جارہی ہیں ان کا زیادہ حصہ آنکھوں کو طاقت دینے کے بجائے پیروں میں طاقت جمع کرڈالے یا دماغ کی صلاحیت بڑھانے کے بجائے گردوں میں جمع ہو جائے اور گردوں کی طاقت بڑھادے۔

ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر کہ اس نے جانداروں کے جسم میں کیسا عجیب تخلیقی نظام بنایا جس سے آنکھوں کو آنکھ کی، زبان کو زبان کی، کانوں کو کان کی، دل و دماغ کو دل و دماغ کی، ناک کو ناک کی، گردے، پھیپڑوں اور جگر کو برابر برابر مساوی مساوی طاقتیں تقسیم ہورہی ہیں اور وہ برابر اللہ تعالیٰ کے منصوبے اور حکمت کے تحت نشو و نما پاتے چلے جاتے ہیں، سوکھی گھاس کھانے والے جانداروں کے اعضاء بھی برابر نشو نما پاتے ہیں، گوشت کھانے والے جاندار کے

اعضاء بھی برابر نشونما پاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو بحیثیت خالق ہونے کے یہ علم ہے کہ اس کی مخلوق کو دیکھنے، سننے، بات کرنے، سوچنے سمجھنے، سونگھنے، محسوس کرنے وغیرہ سب کچھ چیزوں کی ضرورت رہے گی، اس لئے وہ اپنی تخلیق سے یہ سب کچھ ضرورتیں پوری فرما رہا ہے، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے جس سے مخلوقات کی ربوبیت کا انتظام چل رہا ہے، اسی کی تخلیق ہے۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ۔ (الاعراف:۵۴)

خبردار اسی کے لئے تخلیق اور حکم ہے، بابرکت ہے اللہ کی ذات جو تمام عالموں کا پرورش کرنے والا ہے۔

بیشک ہاتھ، پیر، آنکھ، کان، ناک، دل و دماغ، گردے، زبان، دانت، بال، چمڑا، جلد سب کا بنانے اور تربیت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسی کی قدرت اور تخلیق سے پوری کائنات اور کائنات کا ذرہ ذرہ پرورش پا رہا ہے، انسان کا بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو سب کچھ اعضاء رکھتے ہوئے اپنی کوئی ضرورت پوری نہیں کر پاتا، اس کے برعکس جانوروں کے بچے پیدا ہوتے ہی سب کچھ کرتے ہیں یہاں تک کہ ماں کے ساتھ دوڑتے، چرتے اور دشمن سے دور رہتے ہیں۔

جانداروں کے جسمانی سوراخوں سے خون باہر نہیں نکلتا

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کیجئے کہ اس نے تمام جانداروں کے جسم اور چمڑے پر سوراخ رکھے ہیں جن سے صرف پسینہ پانی کی شکل میں نکلتا ہے وہ بھی صرف گرما میں، کبھی خون نہیں نکلتا، حالانکہ تمام جسم میں باریک باریک رگوں کے ذریعہ خون دن رات تیزی سے دوڑتا رہتا ہے، جسم کا کوئی حصہ خون سے خالی نہیں مگر خون باہر نہیں نکلتا، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال ہی کمال ہے، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' ۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ۔ وہ صرف کوئی چیز بناتا ہی نہیں بلکہ اس کو جو حکم دیتا ہے وہ ویسا ہی کام کرتی ہے۔

جانداروں کے جسم میں جو سوراخ بڑے بڑے ہیں ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا کمال رکھا ہے کہ باہر کی چیز اندر جا سکتی ہے مگر اندر کی چیز باہر نہیں نکل سکتی، مثلاً آنکھوں، کانوں اور ناک میں کوئی دوا قطروں کی شکل میں ڈالی جائے تو اندر چلی جاتی ہے مگر لیٹنے، اٹھنے، بیٹھنے، سونے یا گرنے یا سر جھکانے میں اندر کا خون باہر نہیں آتا، البتہ بعض حالتوں میں ناک سے گرمی میں خون نکلتا ہے یا دوران خون کی زیادتی کی وجہ سے کبھی ناک کان سے خون نکلتا ہے، یا حلق

سے قئے وغیرہ کی شکل میں بھی کبھی خون آ جاتا ہے مگر انسان کتنا ہی اپنا سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کرلے تو اس کا خون ان بڑے سوراخوں سے کبھی باہر نہیں آتا، منہ کے ذریعہ غذا معدے میں چلی جاتی ہے مگر معدہ کے اندر جانے کے بعد انسان اگر الٹا لٹک جائے تب بھی منہ کے ذریعہ غذا باہر نہیں نکلتی، معدہ غذا کو اپنے اندر پھنسا کر رکھتا ہے، آنکھوں، کانوں اور ناک اور معدے کے راستے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے عجیب انداز کے بنائے، تمام جانداروں میں ان سوراخوں کے راستے ٹیڑھے میڑھے بنایا ہے، جن کی بناوٹ ہی کچھ ایسی ہے کہ باہر کی چیز اندر تو جاسکتی ہے لیکن اندر کی چیز کو باہر نکلنے نہیں دیتی، البتہ نزلہ اور زکام کی وجہ سے فاسد مادوں کو اللہ تعالیٰ باہر نکالنے کا طریقہ رکھا ہے، بلغم حلق سے نکلتا ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کمال ہے۔ اَلَا لَـهُ الْـخَـلْـقُ وَ الْاَمْرُ۔ وہ صرف کوئی چیز بناتا ہی نہیں بلکہ اس کو جو حکم دیتا ہے وہ ویسا ہی کام کرتی ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ جب بلغم نزلہ اور زکام باہر نکل سکتے ہیں تو خون بھی باہر آ سکتا ہے اور بعض حالتوں میں خون بھی باہر آتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی تخلیق عجیب ہے، جب آنکھوں سے آنسو پانی کی شکل میں نکالنا چاہیں نکال سکتا ہے، کان سے پیپ کی شکل میں پیپ نکالتا ہے اور ناک سے نزلہ اور زکام کی شکل میں نزلہ اور زکام نکالتا ہے مگر خون کو باہر آنے کا حکم نہیں ہے، چنانچہ خون سوراخ ہوتے ہوئے باہر نہیں آ سکتا، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال ہی کمال ہے، "اَلْـحَـمْـدُ لِلّٰهِ"۔ اگر خون بھی بار بار سر کو جھکانے یا نیچے سر کرتے ہی باہر آ جاتا تو جانداروں کی زندگی مشکل ہو جاتی اور ان کا خون ضائع ہو جاتا اور زندگی خطرہ میں پڑ جاتی، مگر بعض حالات میں جاندار جب زہریلی غذا کھالیتا ہے یا فوڈ پائزن ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا تخلیقی نظام بنایا ہے کہ معدہ خود اس غذا کو قئے کے ذریعہ واپس کر دیتا ہے اور انسان کو زبردست قئے، پاخانے ہو جاتے ہیں اور جسم کا زہریلا مادہ پانی کے ذریعہ خارج ہو جاتا ہے، اسی طرح بول و براز کے سوارخوں میں بھی یہ خاصیت رکھی گئی ہے کہ وہ اندر سے باہر آنے والے مادوں کو تو خارج کرتے ہیں مگر باہر سے کوئی چیز اندر جانے کے لئے اپنے آپ نہیں کھلتے اور جاندار جب چاہے انہیں نہیں کھول سکتا، اگر ان کے کھلنے پر کنٹرول نہیں ہوتا تو بار بار بول و براز باہر آ جاتا اور انسان ناپاک ہو جاتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں میں ناک کے ذریعہ سانس لینے کا طریقہ بنایا، مگر باہر کی گرد اور جراثیم کو اندر جانے سے روکنے کیلئے ناک کے شروع راستہ میں بال اگا کر ہوا کے جراثیم اور گرد کو

اندر جانے سے روکنے کا انتظام کر دیا، ہوا تو بار بار ناک کے ذریعہ اندر جاتی اور آتی رہتی ہے مگر اندر کا پانی اور خون باہر نہیں آ سکتا، جاندار جب غذا کھاتے ہیں تو غذا اللہ تعالیٰ کے حکم سے معدے کی نالی میں جاتی ہے، ناک کی نالی میں نہیں جاتی، اگر ناک کی نالی میں چلی جائے تو زوردار ٹھسکا لگتا ہے یا چھینک آتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جانداروں کے دودھ پینے کیلئے جانداروں کی ماؤں کے جسم میں سوراخ بنائے ہیں، ہم جب بچوں کو شیشی سے دودھ پلاتے ہیں تو اس کو بار بار گرم پانی سے دھودھو کر پلاتے ہیں تاکہ کسی طرح کے جراثیم بچے کے پیٹ میں نہ چلے جائیں، اللہ تعالیٰ ماں کے جسم میں دودھ کے جو سوراخ رکھے ہیں ان کی ساخت کچھ ایسی بنائی ہے کہ اندر کی چیز تو باہر آ سکتی ہے یعنی دودھ صاف محفوظ شکل میں باہر نکلتا ہے مگر ان سوراخوں سے کوئی جراثیم اندر نہیں جا سکتے، حالانکہ جسم پر پسینہ اور میل سب کچھ پیدا ہوتا ہے، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کمال ہی کمال ہے، اَلَا لَـهُ الْـخَـلْـقُ وَ الْاَمْـرُ ۔ وہ صرف کوئی چیز بناتا ہی نہیں بلکہ اس کو جو حکم کرتا ہے وہ وہی کام کرتی ہے، جانوروں میں دودھ نکلنے کی جگہ بول و براز سے قریب ہوتی ہے مگر بول و براز کے جراثیم دودھ میں نہیں جا سکتے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال ہی کمال ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام جاندار بیماریوں کا شکار ہو جاتے۔

ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی پرورش کیسی زبردست ہے، مچھلی کے گلپھڑے بڑے بڑے ہوتے ہیں مگر نہ خون باہر آتا ہے اور نہ پانی اندر جاتا ہے، اسی طرح تمام جانداروں کی ماؤں کے رحم کا حال ہے، حمل ٹھہرتے ہی اس کا منہ بند ہو جاتا ہے، پھر حمل مکمل ہونے تک منہ کے راستہ سے باہر کی چیز اندر نہیں جا سکتی اور جیسے ہی حمل مکمل ہوتا ہے اس کا منہ خدا کی قدرت سے کھل جاتا ہے اور بچہ باہر آ جاتا ہے، یہ ایسی صاف عام اور کھلی باتیں ہیں جن کو ایک بے پڑھا لکھا انسان بھی سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعتراف کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال دیکھئے کہ ہتھیلیوں میں کوئی سوراخ نہیں، انگلیوں کے سامنے کے حصوں میں کوئی سوراخ نہیں، انگلیوں کے پچھلے حصوں میں سوراخ ہیں، اگر ہتھیلیوں اور انگلیوں کے سامنے بھی سوراخ ہوتے تو پسینہ غذا کے ساتھ معدہ میں چلا جاتا، گویا گندگی بھی چلی جاتی، اسی طرح غور کیجئے کہ زبان میں اللہ تعالیٰ نے ہزاروں سوراخ رکھے ہیں، انہی سوراخوں کی مدد سے جانداروں کو غذا کا مزہ معلوم ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کے مزے معلوم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بہترین شکل وصورت میں پیدا فرمایا

ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ تمام جانداروں میں انسان کو بہترین شکل وصورت پر پیدا کیا، چنانچہ سانس لینے کے لئے ہر ایک جاندار کو ناک رکھی، کسی کو صرف دو سوراخ رکھے جو پروں کے نیچے ہوتے ہیں، کسی کو دبی ہوئی چپٹی ناک رکھی اور کسی کو ناک کے سوراخ پر باقاعدہ ناک کی شکل دیدی مگر تمام جانداروں میں سب سے خوبصورت ناک اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطا فرمائی، ذرا سوچئے اللہ تعالیٰ اگر انسانوں کے چہرے پر ناک کی شکل نہ بناتا اور دو سوراخ گینڈے، سانپ کی طرح رکھ دیتا تب بھی انسان سانس لیتا مگر یہ اللہ تعالیٰ کی شان مصوری ہے کہ اس نے انسان کے چہرہ پر باقاعدہ خوبصورت ناک بنا کر سوراخوں کو چھپا دیا، صرف سوراخ ہوتے تو تیز ہواؤں کے چلتے وقت سانس لینے میں بھی مشکل ہوتی اور سوراخوں میں سے بال نظر آتے اور چہرے پر گندہ اور بھونڈا پن نظر آتا، اسی طرح ناک اگر منہ کے قریب نہ رکھی جاتی، سینہ پر رکھی جاتی تو ہر غذا کا نوالہ پہلے سینہ کے پاس لیجا کر سونگھنا پڑتا پھر کھانا پڑتا تھا، اللہ تعالیٰ نے جسم کے اعضاء جہاں ضروری تھے اپنی حکمت سے ان کو وہیں بنایا ہے تا کہ جانداروں کو تکلیف نہ ہونے پائے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں کو سننے کے لئے کان کے دو سوراخ رکھے، کبوتر، کوّا طوطے کے اندر دو سوراخ ہوتے ہیں اور چرندوں میں کسی کے کان لمبے لمبے پتوں کی طرح، ہاتھی کے تو بہت بڑے بڑے، مچھلی کو گلپھڑے دیئے، مگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے کانوں کے سوراخوں کو دو بہترین کور کے ذریعہ خوبصورت بھی بنایا اور محفوظ بھی کیا، اگر اللہ تعالیٰ کانوں کے سوراخوں پر کان کے کور نہ بناتا اور صرف دو سوراخ چھوڑ دیتا تو ذرا سوچئے کتنا بھدّا اور بدنما معلوم ہوتا، اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق ہونے کے یہ جانتا ہے کہ اس کی یہ مخلوق جب آنکھوں کی روشنی کم ہو جائے گی تو عینک استعمال کرے گی اور بننے سنورنے کے لئے زیور کا استعمال کرے گی اور اپنے چہرے کو خوبصورت بنائے گی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ناک اور کانوں کی شکل وصورت بھی ایسی تخلیق کی ہے کہ انسان ناک اور کان کی مدد سے عینک اپنے چہرے پر رکھتا اور مہذب خوبصورت نظر آتا ہے اور عورتیں کانوں میں زیور کا استعمال کر کے بناؤ سنگھار کرتیں اور اپنے آپ کو سنوارتی ہیں، اگر ناک اور کان پر صرف دو سوراخ ہوتے اور ان کی شکل وصورت نہ

ہوتی تو زیور کیسے پہنا جاتا اور عینک کو رسّی سے سر پر باندھنا پڑتا اور بڑا خراب نظر آتا۔

اسی طرح آنکھوں پر غور کیجئے جو چیز جتنی اہم ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو ویسا ہی محفوظ رکھا ہے، ناک، کان اور آنکھیں جانداروں کے لئے بہت ضروری اور اہم ہیں ورنہ ان کی زندگی کو خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ آنکھوں اور کانوں کو گڑھوں کے اندر محفوظ رکھا ہے اور آنکھوں پر باقاعدہ خوبصورت پلکیں بنائیں اور ان پلکوں پر باریک بال رکھے اور پھر آنکھوں کے اطراف چاند نما بھویں بھی رکھیں تا کہ انسان کی خوبصورتی میں اضافہ ہو اور پلکوں کی مدد سے انسان اپنی آنکھوں کو پتھر، لکڑی، کچرا، گرد، کیڑوں وغیرہ سے محفوظ رکھ سکے اور اگر گر جائے تو آنکھیں اور کان محفوظ رہیں، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' یہ اللہ تعالیٰ کی شاندار تخلیق کا نمونہ ہے: فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۔ بیشک وہ بہترین تخلیق کرنے والا ہے۔ لا خالق الا الله ۔

بیشک یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کمال ہی کمال ہے، وہ اپنی مخلوقات کی تخلیق بڑی حکمت و دانائی سے کرتا ہے، اس لئے کہ وہ رب کے ساتھ ساتھ خالق، مصور اور حکیم بھی ہے، ذرا سوچئے اگر آنکھوں پر بھی کوئی کور (پلکیں) نہ ہوتیں اور چہرے پر صرف دو سوراخ ہوتے اور ناک کے دو سوراخ اور کان کے صرف دو سوراخ ہوتے تو انسان کتنا بدنما اور بھدّا لگتا تھا، دیکھتے ہی ڈراونی لگتا۔

اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اس کی قدرت کا یہ کمال دیکھئے کہ اس نے تمام جانداروں کو آنکھوں پر پلکیں عطا فرمائیں، تمام جانداروں کو بہت سارے کام اپنی حفاظت کے لئے خود کرنا پڑتا ہے اور بہت سارے کام خود بخود اللہ تعالیٰ کرنے کا طریقہ رکھا ہے، پلکوں کو گرانا اور اٹھانا یہ کام جاندار خود سے نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان میں خود بخود یہ نظام رکھا ہے کہ وہ خود اپنے آپ گرتی اور اٹھتی ہیں، چنانچہ گرد و غبار کے وقت فوراً بند ہو جاتی ہیں، سونے کے لئے نیند کے آنے کا ذریعہ بنتی ہیں اور نیند کا غلبہ ہوتے ہی خود بخود بند ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سونے اور جاگنے کا ذریعہ اسے بنایا ہے، ذرا غور کیجئے کہ اگر پلکیں بند ہونے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نہ رکھتا اور انسان اگر آنکھیں کھلی رکھ کر سوتا تو کتنا ڈراونا لگتا اور لوگ اس کے حالت نیند اور بیداری کے فرق کو بھی محسوس نہ کرتے، جب موت واقع ہو جاتی ہے تو پلکیں حرکت نہیں کرتیں اور پوری طرح ڈھک جاتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے تخلیقی نظام پر یہ بھی غور کیجئے کہ وہ اپنے نظام قدرت سے پلکوں کے ذریعہ جانداروں کی آنکھوں کی بار بار صفائی

کا انتظام کرایا، پلکیں آنکھوں کو پانی سے گیلا اور تر رکھتی ہیں، اللہ تعالیٰ یہ پانی آنکھوں میں آنسوؤں کی شکل میں رکھتا ہے، جس طرح موٹر کے گلاس کو پانی اور کپڑے سے صاف کیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جانداروں کی پلکوں کو بار بار بند کروا کر آنکھوں کے پردوں پر جو گرد وغبار اور کچرا آجاتا ہے میل کی شکل میں صاف کرواتا ہے، اگر پلکوں سے پانی نہ پھیلے تو آنکھیں جلن، چبھن اور تکلیف محسوس کرتی ہیں، اگر آنکھوں میں آنسو کم ہوجائیں تو مصنوعی آنسو لانے والے ڈراپس ڈالے جاتے ہیں، تمام جاندار ایک منٹ میں اٹھارہ سے بیس مرتبہ پلکیں جھپکتے ہیں، جب انسان کسی چیز کو مسلسل گھورتا ہے مثلاً ٹی وی اور کمپیوٹر کو تو پلک جھپکنے کا عمل کم ہوجاتا ہے جس سے آنکھوں کا پانی مناسب طریقہ سے پھیلتا نہیں اس لئے آنکھیں جلنے لگتی ہیں اور اس سے انفکشن کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی طرح کسی بھی قریبی شئے کو گھورنے سے آنکھوں کا فوکس زیادہ تر اندر کی جانب مڑ جاتا ہے اس کی وجہ سے آنکھوں کی رگیں دکھنے لگتی ہیں، چنانچہ ٹی وی اور کمپیوٹر پر کام کرنے والوں کو سر درد اور بے چینی کی شکایت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے ہر بیس منٹ کے بعد کمپیوٹر یا ٹی وی پر سے نگاہ ہٹا کر بیس فٹ کے فاصلہ پر دور کی نگاہ کے ذریعہ بیس سکنڈ تک دیکھنا ہوگا اس سے آنکھوں کو سکون نصیب ہوگا اور آنکھوں میں پانی بھی یکساں طور پر پھیل جائے گا اور آنکھوں پر غیر ضروری دباؤ بھی ختم ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر ادا کیجئے کہ اس نے پلکوں کو خود بخود اٹھنے اور بند ہونے کا طریقہ رکھا ہے، اگر ایسا نہیں ہوتا تو انسان کو ہاتھوں سے پلکیں اٹھا کر یا سر اونچا کر کے دیکھنا پڑتا تھا، بعض لوگوں کو بیماری لاحق ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے ان کی آدھی آنکھوں پر پلکیں گری کی گری رہتی ہیں اور وہ چہرہ کو اوپر اٹھا کر دیکھتے ہیں، یونان کا ایک دولتمند انسان جس کو ہر قسم کی راحت نصیب تھی جس کے جہاز دنیا کے ہر کونے میں چلتے تھے اس کو اعصابی کمزوری کی وجہ سے اس کی پلکیں آنکھوں پر سے اوپر نہ اٹھتی تھیں، آخر میں جب علاج کر کے تھک گیا تو ڈاکٹروں نے اس کی پلکوں کو ٹیپ لگادیا جس سے دن میں وہ دیکھتا اور سوتے وقت ٹیپ نکال دیتا، جب پلکیں بند ہوجاتیں تو سوجاتا ہے، مسلسل دیکھنے سے آنکھوں پر جو بار پڑتا ہے وہ پلکیں بند کرنے سے، جھپکنے سے ختم ہوجاتا ہے اور آنکھیں تر رہنے سے صحت مند رہتی ہیں، ذرا غور کیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کیسی قدرت ہے بیشک ایسی قدرت والا کوئی نہیں۔ لا الہ الا اللّٰہ

ہاتھوں اور پیروں کو بنانے میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق

اللہ تعالیٰ نے مختلف جانداروں کو مختلف انداز کے پیر دیئے، کسی کو موٹے موٹے گول جیسے ہاتھی اور کسی کو ریگستان میں چلنے کے قابل لانبے اور پتلے جیسے اونٹ اور پرندوں کو پنجہ کی شکل میں اور چوپایوں کو کھر کی شکل میں، بیچ سے کٹے ہوئے، وہ بھی جوتے کے ساتھ، شیر ببر کو چپٹے نرم پیر دیئے، کسی کو چپو نما تا کہ وہ تیر سکیں، مگر انسانوں کو سب سے اعلیٰ قسم کے پیر دیئے جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں، تمام جاندار تقریباً اپنے پیروں سے ہاتھوں جیسا ہی کام لیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ہاتھ اور پیر علٰحدہ علٰحدہ دے کر دونوں کے علٰحدہ علٰحدہ کام مقرر کر دیئے ہیں، چنانچہ ہاتھ کا کام ہاتھ کرتے ہیں اور پیر کا کام پیر کرتے ہیں یہاں تک کہ انسان گندگی اور غلاظت صاف کرنے کیلئے صرف بائیں ہاتھ کو استعمال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے سیدھے ہاتھ کو گندگی اور غلاظت صاف کرنے سے دور رکھا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی پاکی اور طہارت کا کتنا خیال رکھا گیا اور اس کا کھلا احساس ہوتا ہے، مگر انسان پھر بھی جسم کو گندگی لگائے بے طہارت پھرتا ہے، ذرا سوچیئے اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کو ہاتھی کی طرح موٹے موٹے گول پیر دیدیتا یا اونٹ اور زراف کی طرح لمبے لمبے پیر دے دیتا تو کتنا بدنما اور بھدّا اور تکلیف دہ ہوتا، یہ تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے قد اور اور جسامت کے لحاظ سے خوبصورت پیر دیئے جس سے وہ دوڑ سکتا، کود سکتا، تیر سکتا، سب کچھ کر سکتا ہے، زمین پر چل سکتا ہے، پہاڑوں پر چلتا ہے، ریگستانوں میں چلتا ہے، برف پر چلتا ہے، پانی میں تیر سکتا ہے یہاں تک کہ درختوں، کھمبوں اور سیڑھیوں پر چڑھ سکتا ہے۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔

اللہ تعالیٰ کا کمال ہی کمال، وہ اپنی مخلوقات کی تخلیق بڑی حکمت و دانائی سے کرتا ہے اس لئے کہ وہ رب کے ساتھ ساتھ خالق، مصور، حکیم بھی ہے، اسی طرح انسانی جسم پر غور کرتے چلے جایئے اللہ تعالیٰ انسانوں کو لکھنے پڑھنے کے قابل بنایا، پوری مخلوقات میں انسان، جن اور فرشتے ہی لکھنے پڑھنے کا عمل کرتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ہاتھوں کی ساخت شکل و صورت ہی ایسی بنائی کہ ہر انسان کو انگوٹھا عطا فرمایا، اگر ہاتھوں کی انگلیوں میں انگوٹھا نہ ہوتا تو انسان کسی بھی چیز کو نہیں پکڑ سکتا تھا، اسی طرح وہ قلم بھی ہاتھ میں پکڑ نہیں سکتا تھا،

گھونسا نہیں بنا سکتا تھا، انگوٹھا خاص طور پر لکھنے میں اور کسی چیز کو طاقت کے ساتھ پکڑنے میں بہت مدد کرتا ہے، غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر کہ اللہ تعالیٰ کیسی شاندار تخلیق کر کے اپنی مخلوقات کی ربوبیت کرتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

دانتوں کے بنانے میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق

اسی طرح غور کیجئے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں کسی کو گھاس کھانے کے قابل، کسی کو گوشت کھانے کے قابل، کسی کو سبزی اور گوشت کھانے کے قابل بنایا اور کسی کو صرف پھل کھانے کے قابل بنایا، اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک کو ان کی اپنی غذاؤں کے لحاظ سے اسی طرح کے دانت دئے جس سے وہ آسانی سے چبا سکیں، مثلاً جو جانور گوشت کھاتے ہیں ان کو تیز نوکیلے دانت دئے اور جو صرف سبزی کھاتے ہیں ان کو سبزی اور پتہ چبانے کے قابل موٹے اور چپٹے دانت دئے اور جو گوشت اور سبزی کھاتے ہیں مثلاً انسان، ان کو تیز نوکیلے اور چپٹے دونوں طرح کے دانت دئے، یہ کمال صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، اس لئے کہ وہی خالق کائنات ہے، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔

اسی طرح غور کیجئے کہ جانداروں کے جو بچے دودھ پیتے ہیں ان کے دودھ چھوڑنے تک ان کو دانت نہیں دیتا، اس میں حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ کہیں وہ بچے بے شعوری میں اپنی ماں کے جسم کو کتر نہ دیں، جب دودھ چھوڑنے کا وقت آتا ہے تو آہستہ آہستہ دانت نکل آتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی منصوبہ بندی ہے! ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔

جانداروں میں دماغ کی تخلیق پر غور کیجئے!

انسانی دماغ میں ۲۵/ارب سے زیادہ ''نیورون'' (عصبی خلئے) ہوتے ہیں جو اپنا کام رات دن کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ نیند کے دوران بھی ان کا کام جاری رہتا ہے، ساری دنیا کا ٹیلی فون نظام بھی اس کے برابر کام نہیں کر سکتا ہے، انسان کا جسم جب نیند کی حالت میں کروٹ چاہتا ہے تو یہ دماغ اس کو کروٹ لینے لگاتا ہے، اگر نیند کی حالت میں کوئی چیز چڑھ جائے تو سوتے سوتے ہاتھ پیر سے حرکت کروا کر اس کو دور ہٹاتا ہے اور جسم میں کھجلی محسوس ہو تو ہاتھوں کو کھجانے پر لگاتا ہے، غرض نیند کی حالت میں بھی پورے جسم کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے، بھوک کا

احساس دلاتا ہے، غم کا احساس دلاتا ہے، تکلیف کا احساس دلاتا ہے، پیشاب پاخانہ کے خارج ہونے کا احساس دلاتا ہے یہاں تک کہ مچھر کے جسم پر بیٹھنے کا تک احساس نیند میں کراتا ہے، غرض انسانی دماغ آدمی کی سمجھ سے بالاتر ایک نظام ہے، اس پر جتنا غور کرتے چلے جایئے تعجب ہی تعجب ہوتا جائے گا، اس کی جسامت چھوٹی سی اور وزن سوا کیلو تک ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس کو چربی کا ایک ڈلا یا لوتھڑا بنایا ہے، انسان نے کمپیوٹر کو اسی کی صلاحیتیں دیکھ کر بنانے کی کوشش کی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کیسا عجیب کمال ہے کہ وہ چربی اور رگوں کے مجموعہ کو دماغ کی شکل دے کر اس میں بے انتہاء صلاحیتیں رکھ دی ہیں، وہ ہر چیز کا اسکیان کرتا ہے یعنی فوٹو گرافی کرتا ہے، چنانچہ انسان جتنے انسانوں سے دوستی کرتا ہے ملاقاتیں کرتا ہے ان کی صورتیں اس میں محفوظ ہوتی ہیں، جتنے قسم کا علم چاہے وہ علم سائنس ہو یا علم حساب ہو سب اس میں محفوظ رہتا ہے، یادداشتوں کا ذخیرہ اس میں محفوظ رہتا ہے، شر اور خیر ہر قسم کے علم کو یہی سمجھ سکتا ہے، ہر قسم اور ہر چیز کے مزے اس میں محفوظ ہوتے ہیں، وقت پر بھوک پیاس اور نیند کا احساس دلاتا ہے، معدہ غذا سے بھر جانے پر بھوک کے ختم ہونے کا احساس دلاتا ہے، دل کی تمام آرزوؤں اور خواہشات اور حکم کو یہ اپنے حکم سے تمام جسم کے اعضاء سے کرواتا ہے، جانوروں پہاڑوں، درختوں غرض ہر قسم کے علم کو یہ اپنے اندر محفوظ رکھتا ہے، دوست دشمن کا احساس دلاتا ہے، رنگوں کا فرق، مزوں کا اختلاف، بچاؤ کی ساری ترکیبیں یہ سکھاتا ہے، ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی یہ کیسی قدرت ہے وہ جس سے جیسا چاہے کام لیتا ہے۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔

یہ دماغ ۷۵ رسال تک برابر اپنا کام جاری رکھ سکتا ہے، انسان دماغ میں جو بات بھی ڈالی جاتی ہے وہ پوری طرح اس کو محفوظ کر لیتا ہے، خواہ انسان ان تمام معلومات کو شعوری طور پر یاد میں نہ لاسکیں، جس طرح کمپیوٹر میں مختلف فائلیں ہوتی ہیں، اسی طرح ہمارے دماغ میں مستقل فائلیں الگ الگ ہوتی ہیں، اسی میں اللہ پر، انسانوں پر، نباتات پر، جمادات پر، حیوانات پر بے انتہاء معلومات کا علم جمع رہتا ہے، جس کو انسان بیان کر کے دوسروں کو تعلیم دیتا ہے، اگر ایک ایسا کمپیوٹر بنایا جائے جس کے امکانات انسانی دماغ کے برابر ہوں تو اس کا انفراسٹرکچر اتنا زیادہ ہوگا کہ وہ ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ (نیویارک، امریکہ) جیسی عمارت کو گھیر لے گا، جس کی ۱۰۲ رمنزلیں ہیں اور اس کی اونچائی 1250 فٹ ہے، ایسا سوپر کمپیوٹر اگر بنایا

جا سکے تو اس کو چلانے کے لئے ایک ارب واٹ بجلی کی توانائی درکار ہوگی، اس کی لاگت کا اندازہ لگانا مشکل ہے، یہ دماغ تمام جانداروں کیلئے اللہ تعالیٰ کا ایک انتہائی حیرت انگیز تحفہ اور نعمت ہے، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ''۔مگر بڑے سے بڑا سائنسداں بھی اس کو صرف جزوی طور پر استعمال کر پاتا ہے، دماغ کی شکل میں دنیا کی سب سے طاقتور خدائی مشین انسان کے پاس ہے مگر افسوس انسان اس کو استعمال ہی نہیں کرتا اور کرتا بھی ہے تو صرف لکڑی اور لوہے کے استعمال پر، انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں ان میں وہ ہاتھوں کا استعمال پورا کرے گا، پیروں کا استعمال پورا کرے گا، آنکھوں اور کانوں کا استعمال پورا کرے گا یہاں تک کہ زبان کا استعمال پورا کرے گا، مگر صرف دماغ کا استعمال ہی پورا نہیں کرتا، چنانچہ آج دنیا کی اکثریت اس کا استعمال نہیں کرنے کی وجہ سے جہنم کے راستہ پر زندگی گذار رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی دماغ سے حق و باطل کو سمجھنے کی صلاحیت دی ہے، مگر انسان جان بوجھ کر اپنی عقل وفہم کے خلاف باطل کا ساتھ دیتا ہے، کائنات کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور سمجھنے کی نشانیاں ہیں، وہ اپنی اپنی جگہ اپنے خالق و مالک کی نمائندہ اور وکیل ہیں، انسان کو دماغ دیا ہی گیا ہے اس لئے کہ وہ کائنات کی تمام چیزوں پر غور وفکر کر کے اپنے دماغ کو معرفت الٰہی کا عظیم ترین کتب خانہ بنائے ،غور کیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانوں کو کتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ''۔اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق اور اصول سے یہ ضابطہ بنایا کہ جو چیز جتنی زیادہ قیمتی ہو اس کو اتنا ہی محفوظ کر کے رکھا جائے تا کہ اس کو نقصان نہ پہنچے اور وہ ضائع نہ ہو جائے، چنانچہ تمام جانداروں میں دماغ کو انتہائی مضبوط کھوپڑی میں رکھا گیا، گویا ہر جاندار کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک کمپیوٹر رکھا ہے، اسی دماغ کو ذرا سا زخم آجائے تو انسانی زندگی کا توازن بگڑ جاتا ہے یا اس دماغ میں خرابی پیدا ہو جائے تو انسان پاگل بن کر پھرتا ہے، اپنے جسم کو گندگی لگائے پھرتا ہے، کچرا کنڈی میں سے چن چن کر کھاتا ہے، جب دماغ خراب ہو جاتا ہے تو انسان کے دماغ کا وہ حصہ جو پیٹ بھرنے کی اطلاع معدے کو دیتا ہے وہ کام نہیں کرتا اور انسان بس کھاتے ہی رہتا ہے، چنانچہ پاگل لوگ بہت زیادہ غذا اس لئے کھاتے ہیں، اسی طرح انسان ایک وقت میں میٹھا جتنا کھا سکتا ہے اتنا ہی کھائے تو دماغ معدہ کو اطلاع دیتا ہے کہ اب میٹھا روک دیا جائے تب انسان اپنا ہاتھ میٹھے سے روک لیتا ہے۔

جانداروں کی زبان اور ناک پر غور کیجئے

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے گوشت کے ایک ٹکڑے کو زبان بنایا اور اس گوشت کے ٹکڑے میں کلام کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی، چنانچہ اللہ تعالی نے اس میں کلام کرنے، مختلف چیزوں کے مزے پہچاننے اور پیاس کو محسوس کرنے کے قابل بنایا، پھر دانت جو چیز پیس کر دیتے ہیں، چبا کر باریک کر کے دیتے ہیں یہ اس غذا کے ساتھ اپنا لعاب ملا کر معدے میں اتارتی ہے، اس سے مسلسل لعاب نکلتا ہی رہتا ہے جو غذا کے ہاضمہ میں مدد دیتا ہے، اگر انسان کو کلام کرنا نہیں آتا تو اس کی زندگی بہت مشکلات سے گذرتی ہے، بات کرنے کی نعمت اللہ تعالیٰ کا عظیم تحفہ ہے، اسی سے بظاہر ایمان کو اختیار کر کے کلمہ پڑھ سکتا ہے اور ایمان والا بنتا ہے اور اسی سے خدا کا انکار بھی کرسکتا ہے اور کافر بن جاتا ہے، اسی کی صلاحیتوں سے انسانوں میں دوستی اور محبت بڑھ سکتی ہے اور اسی سے دشمنی اور نفرت پیدا ہوتی ہے، یہ اگر صحیح چلے تو انسان انسان بنتا ہے اور جنت میں جانے کے قابل بن جاتا ہے اور یہ اگر غلط چلے تو انسان شیطان بنتا ہے اور دوزخ میں جانے کے قابل بن جاتا ہے، دنیا کی تمام مخلوقات میں سے سب سے اعلیٰ اور عمدہ طریقہ سے کلام کرنے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے انسانوں ہی کو عطا فرمائی، سورۂ رحمٰن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خَلَقَ الانْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ O (رحمٰن:۴)

انسان کو بات کرنے کی صلاحیت دی تاکہ وہ اپنے مالک کو مان کر اس کی تعریف اور حمد اور بڑائی بیان کرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی دانتوں کے بیچ میں منہ کے اندر محفوظ کر کے رکھا ہے، اگر یہ کٹ جائے تو انسان گونگا ہو جاتا ہے، ذرا غور کیجئے اگر اللہ تعالیٰ زبان میں غذاؤں کا مزہ محسوس کرنے کی صلاحیت نہ دیتا تو انسان بس بغیر مزہ لئے اپنا پیٹ بھر لیتا مگر انسان اللہ کے اس احسان اور نعمت کو یاد نہیں کرتا، بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو ایک ایسی زبان عطا فرمائی ہے جو ہر قسم کے مزوں کا احساس کراتی اور غذاؤں کو مزہ لے لے کر کھانے کے قابل بناتی ہے، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔ بخار کی حالت میں اللہ تعالیٰ زبان کے مزے کو ختم کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ تمام غذاؤں کو کڑوا محسوس کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے منہ کے قریب ناک بنائی اور تمام جاندار منہ میں جو غذا ڈالتے ہیں پہلے

ناک سے اس کی بو سونگھتے ہیں پھر کھاتے ہیں، اگر ناک میں بو سونگھنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو اچھی بری سڑی گلی سب غذائیں گویا غلاظت منہ میں چلی جاتی۔

جانداروں کے دل کی تخلیق پر غور کیجئے

اللہ تعالیٰ نے مختلف جانداروں کو مختلف جسامت کا دل عطا فرمایا، مرغی، بکرا، گائے، بھینس، ہاتھی، اونٹ، کتا، بلی، انسان، غرض ہر ایک کو الگ الگ جسامت والا دل عطا فرمایا ہے، انسانی جسم میں دل تقریباً نصف پاؤنڈ کے برابر ہوتا ہے اوراس میں دو پمپ ہوتے ہیں، ایک پمپ پھیپڑوں کو خون پہنچاتا ہے تاکہ وہاں آکسیجن جذب کرسکے اور دوسرا پمپ اس صاف شدہ خون کو سارے بدن میں دوڑاتا ہے، ایک آدمی کی اوسط زندگی میں دل تقریباً ۳/ لاکھ ٹن خون پمپ کرتا ہے اور تعجب اور حیران کرنے والی بات یہ ہے کہ وہ اپنی بجلی خود ہی پیدا کرلیتا ہے، ایک انسان اگر 70/ سال زندہ رہے تو دل چار کھرب مرتبہ دھڑکتا ہے، انسانی تمام خواہشات اسی میں پیدا ہوتے ہیں، یہاں سے دماغ کو ترغیب ملتی ہے تو دماغ اعضاء سے دل کی خواہشات پوری کرواتا ہے، یہ گویا پورے جسم کا بادشاہ ہے اور تمام اعضاء اس کی رعایا، یہ اگر درست رہا تو پورا جسم درست رہتا ہے، یہ اگر بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، اسی کی خواہش پر شرمگاہ اپنا کام کرتی ہے اسی کی خواہش پر زنا، اسی کی خواہش پر ڈکیتی، قتل وخون، فساد سب کچھ ہوسکتا ہے، عقل اس کی غلام ہوتی ہے، یہ دن رات کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ انسان نیند میں بھی ہو تو پورے جسم میں خون سپلائی کرتا ہی رہتا ہے، اسی طرح ایک آدمی کی اوسط زندگی میں پھیپڑے 50/ کروڑ مرتبہ پھولتے اور سکڑتے ہیں، غور کیجئے کہ انسان کی بنائی ہوئی کوئی بھی مشین نہ ایسی محنت برداشت کرسکتی ہے اور نہ بغیر مرمت ودرستگی کے اتنے لمبے عرصہ تک اپنا کام جاری رکھ سکتی ہے، انسانی اعضاء کو سروینگ کی ضرورت ہی نہیں۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔

انسانی آنکھوں میں ایک کھرب سے زیادہ روشنی قبول کرنے والے ریشے ہوتے ہیں، یہ تعداد ان ستاروں کے برابر ہے جو ''ملکی وے'' نامی کہکشاں میں ہیں، انسانی بدن میں خون کی رگوں (شریانوں) کو اگر ناپا جائے تو ان کی لمبائی ۶۵/ ہزار سے ایک لاکھ میل لمبی ریلوے لائن کے برابر نکلے گی۔

انسانی جسم 30 ارکروڑ کیمیائی اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے، اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ اگران اعداد وشمار پر مشتمل اجزاء کولفظوں میں لکھنا چاہیں تو اس پر دس ہزار ضخیم کتابوں کی ایک لائبریری بن جائے گی، اگراس کی تفصیل لکھنا چاہیں تو بہت مشکل کام ہوگا کیونکہ انسانی عقل جسم انسانی کے میکانیکی نظام کو سمجھنے اور سمجھانے سے قاصر اور مجبور ہے، مختصرسی یہ چند حیرت انگیز باتیں انسانی جسم کے بارے میں ہیں، انسان کی نفسیاتی کیفیت یعنی تمام جانداروں کی نفسیاتی کیفیت کا ان کے جسمانی نظام پرانتہائی حیران کن اثر مرتب ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر اچانک کسی وجہ سے اگر کسی پر خوف طاری ہوجائے تو گردوں کے سرے پر موجود دوغدود سے ''ایڈرےنیلسن'' نام کا ایک جوس کثرت اور تیزی سے پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے اور یہ جوس خون میں شامل ہوکر پورے جسم میں پھیل جاتا ہے اور جسم کو اس کے مناسب مقابلہ کیلئے تیار کرتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ جسم کے بعض وہ افعال جن کی فوری ضروری نہیں خود بخود معطل ہوجاتے ہیں، ان کی طرف جانے والا خون بھی اعضائے رئیسہ کی جانب رواں دواں ہوجاتا ہے، اس حالت میں نظام ہضم بھی موقوف ہوجاتا ہے اور جلد کی جانب خون پہنچانے والی رگیں بھی بند ہوجاتی ہیں جس کی وجہ سے جلد پیلی پڑ جاتی ہے، اسی جوس کی وجہ سے جگر سے شکر کے ذخیرے حرکت میں آ کر خون کو زیادہ توانا بنادیتے ہیں، سانس اور نبض تیز ہوجاتی ہے، خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور خون میں جمنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے تاکہ چوٹ لگنے کی صورت میں خون زیادہ ضائع نہ ہواور یہ ساری تبدیلیاں چندلمحات میں واقع ہوجاتی ہیں، خوف دور ہوجانے کی صورت میں جسم دوبارہ اپنے معمول کی حالت میں واپس آکر اپنے کام شروع کردیتا ہے۔

یہ تو بس اللہ تعالیٰ ہی کا کمال ہی کمال ہے، ایسی تخلیق کوئی نہیں کرسکتا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' وہ مختلف چیزیں صرف بناتا ہی نہیں بلکہ پوری حکمت و دانائی کے ساتھ بناتا اور مخلوقات کی ربوبیت کرتا ہے، کوئی چیز بیکار نہیں بناتا، ہم یہاں جسم کے تمام اعضاء پر تو غور وفکر نہیں کرواسکتے ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے علم کی مدد سے جانداروں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کریں، ہم نے یہاں صرف غور وفکر کا عادی بنانے کے لئے چند مثالیں پیش کی ہیں اور غور وفکر کا طریقہ سکھایا ہے۔

انسان کا جسم بھی ایک چھوٹی سی کائنات ہے

انسان کا جسم بھی ایک چھوٹی سی دنیا ہے اور تقریباً پوری کائنات کے نمونے اس کے اندر موجود ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھئے کہ یہ ساری وسیع وعریض کائنات جو کروڑوں میل پر پھیلی ہوئی ہے اس کو ایک چھوٹی سی ڈبیہ میں بند کر دیا ہے، یعنی ساری کائنات کی نقل اور نمونہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں جمع کر دیا، کائنات میں فرشتے ہیں اور ان میں خیر ہی خیر ہے اور انسانوں و جنات میں خیر وشر رکھا گیا ہے، گویا فرشتوں کی صفت بھی انسانوں میں ہے، یہ کائنات جس میں زمین بھی ہے آسمان بھی، پہاڑ بھی ہیں، جمادات نباتات اور حیوانات بھی ہیں وہ سب انسان کے اندر موجود ہیں۔

انسان کا بدن مٹی کا ایک تودہ ہے، روح اس مٹی کو سنبھال رہی ہے، روح جسم سے نکلنے کے بعد جسم پھر مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے: مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَ فِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَ مِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ۔ (سورۂ طٰہٰ:۵۵) یعنی انسان مٹی کا ہے اور زندہ رہنے کی حالت میں بھی میل کی شکل میں اس کے جسم پر سے مٹی نکلتی ہے، خاص طور پر سینہ، گردن کے پاس سے کالی کالی بتیاں نکلتی ہیں وہی مٹی ہے، اگر خارش ہو جائے تو سارے بدن سے بھوسی جیسی جھڑتی ہے اور سر میں بفا گرتی ہے جیسے دھول اڑتی ہے، انسان چونکہ مٹی سے پیدا کیا گیا اس لئے وہ مٹی ہی سے پیدا ہونے والی چیزیں کھاتا، مٹی ہی پر رہتا اور مٹی ہی میں مرنے کے بعد دفن کر دیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انسان میں زمین موجود ہے۔

زمین میں جیسے پہاڑوں کا سلسلہ ہے، ہزاروں چھوٹے بڑے پہاڑ زمین کو سنبھالے ہوئے ہیں اسی طرح پورے جسم میں ہڈیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے وہ پہاڑوں کی مانند ہیں اور جسم کو سنبھالے ہوئے ہیں ورنہ انسان کا جسم گولا ہو جاتا، کمر سے پیروں کی طرف جھک جاتا، کوئی بڑی ہڈی، کوئی چھوٹی ہڈی، کوئی لمبی ہڈی، کوئی چوڑی ہڈی جیسے مختلف پہاڑ ہوتے ہیں، اسی طرح آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ زمین میں درخت پودے، گھاس اور بہت سے جنگل آباد ہیں ویسے ہی انسانی جسم جو زمین کی مانند ہے اس پر نباتات اُگے ہوئے ہیں، سارے بدن پر رونگٹے چھوٹے چھوٹے پودوں کی مانند ہیں، جس طرح زمین پر گھنے جنگلات

ہوتے ہیں تو انسانی سر اور داڑھی، بغل کے بال گھنے جنگلات کی طرح ہیں اور زمین کا کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے جہاں نباتات نہیں اگتے وہ بنجر اور پتھریلا ہوتا ہے اسی طرح انسان کے ہتھیلیوں اور تلوؤں پر کچھ بھی بال نہیں اگتے، جس طرح زمین میں حیوانات ہوتے ہیں اسی طرح جسم میں بھی زندہ خلیات ہوتے ہیں جو خوردبین سے نظر آتے ہیں، وہ خلیات مرجائیں تو انسان بھی مرجاتا ہے، بعض جگہوں پر بیماری کے جراثیم آجاتے ہیں تو یہ اندر کے طاقتور مادّوں پر حاوی ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جب اندر کے مادّے کمزور ہوجائیں تو بیماری کے جراثیم کا حملہ بڑھ جاتا ہے اور انسان بیمار ہوجاتا ہے، دوائیں دے کر بیماری کے جراثیم کو مارا جاتا ہے تب ہی انسان صحتمند ہوتا ہے، سر میں جوئیں ہوتی ہیں، بعض دفعہ معدے میں کیڑے پیدا ہوجاتے ہیں اور ساری غذا کھاجاتے ہیں جیسے کیچوے، کریم وغیرہ، زخموں میں بھی جراثیم پیدا ہوتے ہیں، بہرحال انسان کی زمین میں بھی مختلف حیوانات ہوتے ہیں، پھر جس طرح دنیا میں بارش ہوتی ہے اسی طرح انسان کے جسم سے پسینہ بارش کی شکل میں نکلتا اور ٹپکتا ہے، کپڑے بھیگ جاتے ہیں، دنیا میں بعض جگہ گرم پانی کے چشمے نکلتے ہیں اور بعض جگہ ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے چشمے ہوتے ہیں، سمندر کا پانی کڑوا اور بعض جگہ کھارا ہوتا ہے، انسان کے بدن میں بھی ایسے ہی چشمے ہیں، انسان کے منہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے میٹھے پانی کا چشمہ جاری کررکھا ہے، اگر منہ میں کڑوا پانی ہوتا تو انسان کی زندگی تلخ ہوجاتی، زبان میں نہایت میٹھا پانی موجود ہے اور زبان سے بہہ رہا ہے، اسی پانی کی مدد سے غذا اندر جاتی اور ہضم ہوتی ہے، آنکھوں میں نمکین پانی کی شکل میں آنسو نکلتے ہیں، کبھی زبان پر آنسوؤں کا پانی لگ جائے تو نمک کا سا مزہ آتا ہے، غرض یہ کہ آنکھوں میں نمکین پانی کا چشمہ ہے۔

انسان کے جگر اور پتے میں کڑوا پانی بھرا ہوا ہے، معدے کے اندر کھارا پانی بھرا ہوا ہے جس سے غذا ہضم ہوتی ہے، کہیں پاک پانی، کہیں ناپاک پانی موجود ہے، انسان کا پیشاب ناپاک یعنی گندہ پانی ہوتا ہے اور منہ سے نکلنے والے پانی کو پاک پانی کہتے ہیں اور اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، پیشاب کا ایک قطرہ نکل جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، غرض یہ کہ انسان کے جسم میں پاک، ناپاک، ٹھنڈا، گرم، کھارا، میٹھا، کڑوا ہمہ اقسام کا پانی موجود ہے، پسینہ جسم کی برسات ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو باہر کی دنیا میں ہے وہی انسان کی دنیا میں بھی ہے،

دنیا میں ہوا موجود ہے اسی طرح انسان میں بھی ہوا موجود ہے، وہ سانس لیتا ہے اور اس سے ہوا خارج ہوتی ہے، دنیا میں ٹھنڈی گرم ہوائیں چلتی ہیں اسی طرح انسان میں بھی ٹھنڈی اور گرم ہوا چلتی ہے، جب انسان سانس اندر کھینچتا ہے تو ٹھنڈی ہوا ہوتی ہے اور جب باہر چھوڑتا ہے تو گرم ہوا نکلتی ہے، جیسے دنیا میں بعض اوقات ہوا بند ہوجاتی ہے اسی طرح انسان کے معدے میں ہوا پھنس کر گیا سٹرک ٹربل پیدا ہوجاتا ہے۔

انسان کے جسم میں آگ بھی موجود ہے، دونوں ہاتھ ملا کر رگڑیئے تو ہاتھ گرم ہوجاتے ہیں، بدن پر رگڑیئے تو بدن جلنے لگتا ہے، بدن میں گرمی ہوتی ہے، جب گرمی نکل جاتی ہے تو انسان کا جسم ٹھنڈا ہوجاتا ہے، غرض انسان کا بدن پوری کائنات کی طرح ایک کائنات ہے، یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کمال ہے جس نے ہزاروں لاکھوں کروڑوں میل لمبی پھیلی ہوئی کائنات کو سمیٹ کر ایک چھ فٹ کے انسان میں بھی اس کا نمونہ رکھ دیا، جس طرح انسان پوری دنیا کو گلوب میں بتلاتا ہے۔

انسان کی کھوپڑی آسمان کی مانند ہے، جس طرح آسمان میں چاند سورج ہیں اسی طرح انسان کی پیشانی پر چانداور سورج کی طرح دو آنکھیں ہیں ان میں روشنی بھی ہے، آنکھیں بند کرلو رات، آنکھیں کھول دو دن ہوجاتا ہے، جس طرح سورج غروب ہوتا ہے تو انسان سو کر آنکھیں بند کرلیتا ہے تو یہ رات بن جاتی ہے اور صبح بیدار ہوجاتا ہے آنکھیں کھول لیتا ہے تو دن ہوجاتا ہے، انسان ہر روز نیند کے ذریعہ چھوٹی موت کا مزہ چکھتا ہے اور پھر نیند سے بیدار ہوجاتا ہے تو پیدائش میں آجاتا ہے، گویا موت وحیات بھی اس کے اندر ہے، ہر روز مرتا اور ہر روز پیدا ہوتا ہے۔

انسان کے جسم میں حکومت کا ایک نظام بھی قائم ہے، ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک، کان، دل کے نوکر ہیں، دل کا ذرا سا اشارہ ملتے ہی حرکت شروع کردیتے ہیں، زمین پر صوبے ہوتے ہیں اسی طرح انسان کا جسم بھی مختلف صوبوں میں تقسیم ہے، دل حاکم اور بادشاہ ہے اور باقی پورے اعضاء اس کی رعایا اور خادم ہیں، جس طرح بادشاہ کا ایک وزیر اعلیٰ ہوتا ہے اسی طرح دل کا وزیر اعلیٰ دماغ ہے جو اس کے ہر حکم کی پابندی کرتا ہے۔

زمین پر ندی نالے اور دریا ہیں اسی طرح جسم کے اندر بھی خون ندی نالے اور دریاؤں کی طرح دوڑ رہا ہے، کائنات کے اندر مختلف رنگ ہیں اسی طرح انسان کے جسم میں بھی مختلف رنگ ہیں، آنکھ کی پتلی کالی (یا نیلی)، اس کے اطراف سفیدی، ناخن اور دانتوں کا ایک الگ

رنگ، بالوں کا رنگ کالا (یا بھورا)، خون کا رنگ لال، پیشاب کا رنگ پیلا، آنسو اور پسینہ کا رنگ سفید پانی کی طرح، میل کا رنگ کالا، غرض انسان کی ساخت پر غور کرتے چلے جائیں تو اندازہ ہوگا کہ اس جیسی مشین آج تک کوئی نہیں بنا سکا اور نہ کبھی بنا سکے گا، ایک عجیب وغریب اور وسیع کائنات کو اس میں سمیٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔

انسان فرشتوں کی بھی صفات اختیار کر کے اپنے آپ کو پاکیزہ اور متقی بنا سکتا ہے، اس کے علاوہ انسان شیطانی اخلاق بھی اختیار کر سکتا ہے اور شیطانی نمونوں کو اپنی زندگی کے کاموں سے ظاہر کرتا ہے، جھوٹ بول کر، وعدہ خلافی کر کے، گالیاں دے کر، قتل وخون کر کے، چوری، زنا، غیبت، حسد وجلن، بغض وعداوت، غصہ، بے ایمانی، ناشکری، امانت میں خیانت سب کچھ انسان کر کے شیطانی اخلاق کو اپنے عمل سے ظاہر کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کرتے چلے جایئے تو حیرانی ہوتی جائیگی

یہ اللہ تعالیٰ کی کیسی عجیب اور حیران کرنے والی تخلیق ہے کہ وہ کسی چربی کے ڈلے میں سونچنے سمجھنے، غور وفکر اور مختلف یادداشت کو محفوظ رکھنے کے قابل بنایا، جسے ہم ''دماغ'' کہتے ہیں، یہ دماغ مچھر اور مکھی اور چیونٹی سے لیکر ہاتھی، اونٹ، گینڈا اور انسان سب ہی کا ہوتا ہے اور تمام جاندار اسی کی مدد سے تمام کاروبار انجام دیتے ہیں، مگر عجیب بات ہے کہ ہر دماغ کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے الگ الگ رکھی، گدھے کا دماغ اتنا کام نہیں کرتا جتنا مکھی، مچھر اور چیونٹی کا دماغ کام کرتا ہے، انسان کا دماغ تو سب سے اعلیٰ اور عمدہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے، یہ کائنات میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکتا ہے اور تمام چیزوں کو اپنے استعمال میں لانے کے قابل بناتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کسی چربی کے ڈلوں میں دیکھنے کی طاقت رکھا ہے جسے آنکھیں کہتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک جاندار کی آنکھوں کو الگ الگ انداز سے دیکھنے کی طاقت دے رکھی ہے، شکرا، کوا، چیل میلوں اوپر سے اپنے کھانے کی چیزوں کو پہچان لیتے ہیں، ہر جاندار مخلوق اپنے تمام کاروبار آنکھوں ہی سے دیکھ کر انجام دیتی ہے۔

اسی طرح کسی گوشت اور ہڈی کے ٹکڑوں میں سونگھنے کی صلاحیت دے رکھی ہے جسے ناک کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو ناک دی مگر ہر ایک کے سونگھنے کی صلاحیت الگ

الگ رکھی، کتا، چیونٹی، گھوڑا اور بلی میں بہت تیز سونگھنے کی صلاحیت رکھی ہے، کتا قاتل کی پکڑی ہوئی چیز کی بو سونگھ کر قاتل کا پتہ دیتا ہے، انسان اسی سے غذاؤں، پھلوں، پھولوں کی خوشبو سونگھتا اور دماغ کو سکون پہونچاتا ہے، اگر ناک میں سونگھنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو عطر اور پھولوں کی خوشبو وہ سونگھ نہیں سکتا تھا، گھوڑا میلوں دور سے صرف ہوا کے ذریعہ جنگلوں میں شیر کی موجودگی کا اندازہ سونگھ کر لگا لیتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کسی گوشت کے پردہ میں سننے کی صلاحیت دے رکھی ہے جس کو ہم کان کہتے ہیں، تمام جانداروں کو کان ہوتے ہیں مگر سب کے سننے کے فاصلے الگ الگ ہیں، جھینگور، مگرمچھ، شہد کی مکھیاں دور دور کی آواز سنتے ہیں، جانور قبروں میں مردے پر عذاب کی کیفیت کی چیخ وپکار سنتے ہیں، اگر جانداروں کو سننے کی صلاحیت نہ دی جاتی تو ان کی زندگی عذاب بن جاتی اور وہ زندگی بہت مشکل سے گذارتے، انسان اسی سے اچھی بری بات سنتا اور دماغ کو پہنچاتا ہے۔

اسی طرح اللہ نے کسی گوشت کے ٹکڑے میں خواہشات، خیالات اور فکر پیدا کرنے کی صلاحیت دے رکھی ہے جسے ہم ''دل'' کہتے ہیں اور یہ گوشت کا لوتھڑا ایسا ہے کہ یہ اگر جسمانی اور روحانی طور پر درست رہا تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر یہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، یہی گوشت کا لوتھڑا پورے جسم پر حکومت کرتا اور پورے جسم کا بادشاہ ہوتا ہے، دماغ بھی اسی کا غلام ہوتا ہے، انسان اچھے برے اعمال اسی کی خواہش پر کرتا ہے، تمام جانداروں میں کسی کا دل چھوٹا اور کسی کا بڑا ہوتا ہے، کوئی ڈرپوک دل والا ہوتا ہے، پھر پورے جسم کے دوران خون کو بھی یہی سنبھال کر رکھتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کسی گوشت میں محسوس کرنے کی صلاحیت دے رکھی ہے جسے ہم ''جلد'' کہتے ہیں، مختلف جانداروں کی جلد بھی اللہ تعالیٰ نے الگ الگ انداز کی بنائی، ہاتھی کی جلد الگ، گینڈے کی جلد الگ، مچھلی کی جلد الگ، انسان کی جلد الگ، مچھر کی جلد الگ اور ان کے اندر محسوس کرنے کی صلاحیتیں بھی الگ الگ ہیں، بعض جانداروں کے لئے ان کی جلد ہی کو ان کا لباس بنایا جس کی وجہ سے وہ سردی، گرمی اور برسات سے محفوظ رہتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کسی گوشت کے لوتھڑے میں بات کرنے، مزے پہچاننے اور گرم ٹھنڈا جاننے کی صلاحیت دے رکھی ہے جسے ہم ''زبان'' کہتے ہیں، تمام جانداروں کو زبان تو دیا مگر انسان جیسی قوت گویائی یعنی بات کرنے کی صلاحیت کسی میں نہیں، اسی زبان سے لعاب نکلتا

ہے جو غذا کو ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے، انسانی زبان کا لعاب پاک ہوتا ہے مگر کتّے کی زبان کا لعاب زہریلا و ناپاک ہوتا ہے، وہ اگر برتن کو لگ جائے تو برتن کو کئی بار مٹی سے رگڑ رگڑ کر دھونا پڑتا ہے، غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ جو چاہے جیسا چاہے کر سکتا ہے، اس کو کسی چیز کے کرنے میں کوئی مشکل اور رکاوٹ نہیں، اس لئے وہ جس سے جو کام چاہے لے سکتا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو گناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ O وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ O وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَ يْنِ O

کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور زبان اور ہونٹ نہیں دئے؟ (بیشک دئے!) اور پھر اس کو نیکی اور بدی دونوں کے راستے بھی دکھا دئے۔(البلد)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا کی امتحان گاہ میں پیدا کر کے اندھا، بہرا اور گونگا نہیں رکھا بلکہ قوت گویائی اور قوت بصارت دی یعنی آنکھوں اور زبان کی نعمت سے مالا مال کیا اور پھر ہدایت کے دونوں راستوں کو سمجھنے کیلئے دماغ جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی، ویسے دنیا میں جتنے جاندار ہیں ان سب کو یہ تین نعمتیں عطا فرمایا مگر خاص طور پر ان نعمتوں کا ذکر انسان کیلئے کرنے سے کیا حکمت نظر آتی ہے؟ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ انسان کو عقل و فہم اور بصارت (دیکھنے کی صلاحیت) اور قوت گویائی (بات کرنے) کی جو صلاحیت دی ہے ویسی صلاحیت کسی دوسری مخلوق کو نہیں دی گئی، دوسری مخلوقات کو بھی عقل ہے، آنکھیں ہیں، زبان ہے، وہ ان نعمتوں کے ذریعہ دنیا کی چیزوں میں اپنے لئے فائدہ اور نقصان ہی کی حد تک سمجھ سکتی ہیں، عقل اور آنکھوں کا استعمال کر کے گھر بناتیں، بچوں کی پرورش کرتیں، غذا تلاش کرتیں اور اپنی حفاظت کرتیں ہیں، اگر یہ نعمتیں انسان بھی رکھ کر ان سے اتنا ہی کام کرے تو اس میں اور دوسرے جانداروں میں فرق باقی کیا رہا؟ دوسرے جاندار کائنات کی چیزوں میں غور و فکر نہیں کر سکتے اور نہ صفات الٰہی کو جان کر معرفت الٰہی کا علم حاصل کر سکتے ہیں اور نہ شعور کے ساتھ اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بڑائی بیان کر سکتے ہیں، جانور آنکھیں رکھ کر پتے، گھاس اور چارہ کھانے اور نہیں کھانے کی حد تک اور اپنی جان بچانے کی حد تک اپنی آنکھوں اور زبان اور دماغ کو استعمال کر سکتے ہیں، انسان بھی اگر اتنا ہی کرے تو اس میں اور جانور میں فرق باقی کیا رہا؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل، آنکھیں اور زبان جن اعلیٰ مقاصد کے لئے دیا ہے وہ انہیں اسی معیار کے ساتھ استعمال کر کے

اپنے مقام اور مرتبہ کو پہچانے، قرآن کریم نے انسانوں کو غیرت دلاتے ہوئے یہ احساس دلایا کہ (مفہوم): اے انسانو! تم دنیا کی چیزوں پر چلت پھرت کرتے وقت کیا اپنی عقلوں پر تالے ڈال لیتے ہو اور آنکھیں بند رکھتے ہو؟ غور وفکر کیوں نہیں کرتے، یونہی جانوروں کی طرح گذر جاتے ہو؟ اگر آنکھیں کھلی رکھ کر غور وفکر سے کام لو گے اور عقلوں کا صحیح استعمال کرو گے تو پکار اٹھو گے کہ: رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً ۔ اے پروردگار تو نے یہ کائنات بیکار اور عبث نہیں بنائی''۔

یہ کائنات اور کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی توحید کو سمجھاتی ہے، اسی کی نمائندگی کرتی ہے اور اسی کے کمالات اور خوبیوں کو سمجھاتی ہے، مگر یہ کب ہوگا انسان اپنی آنکھیں کھلی رکھے اور عقل کا صحیح استعمال کرے، اندھوں، بہروں اور گونگوں کی طرح زندگی نہ گذارے اور نہ جانوروں اور چوپایوں کی طرح زندگی گذارے۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف مخلوقات بنایا، فرشتے بھی دیکھتے ہیں، شیاطین بھی دیکھتے ہیں، انسان بھی دیکھتا ہے اور جانور بھی دیکھتے ہیں، ذرا غور کیجئے جانوروں میں شیر، ببر، سانپ، بچھو، ہاتھی، گھوڑا، چمگادڑ، بڑا بغل، مکڑی، مچھر، مکھی، بلی، خرگوش، چیونٹی، مکوڑا سب کو اللہ تعالیٰ نے آنکھیں عطا فرمائیں، پھر جس کو جیسی ضرورت تھی اور جیسا ماحول تھا اسی انداز سے دیکھنے کی صلاحیت عطا فرمائی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو پانی میں رکھا، کسی کو زمین پر دن کے اجالے میں چلنے پھرنے کے قابل بنایا اور کسی کو رات کے اندھیرے میں نکلنے کے قابل بنایا اور کسی کو ہواؤں میں اڑنے اور دوڑنے کے قابل بنایا، مگر یہ اللہ تعالیٰ کا کمال ہے کہ وہ ہر جاندار کو اپنے اپنے ماحول میں دیکھنے کے قابل رکھا، شکرا، چیل، کوا، یہ پرندے ہواؤں میں اڑتے رہتے ہیں مگر زمین پر آکر اپنی غذا حاصل کرتے ہیں، چنانچہ میلوں اوپر اڑتے ہوئے وہ اپنی غذا کو زمین پر دیکھ لیتے ہیں اور اپنی غذا اور شکار کو پہچان لیتے ہیں، جبکہ انسان زیادہ فاصلہ پر کچھ بھی نہیں دیکھ سکتا، ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے بعد انسان کو زمین پر صرف ابر جیسا نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دن کے اجالے میں زندگی گذارنے والے جانداروں کے لئے یہ ضابطہ رکھا کہ سورج کی روشنی جب ان کی آنکھوں کو ٹکرائے تو وہ دیکھ سکتے ہیں ورنہ اندھیرے میں وہ آنکھیں رکھ کر بھی کچھ نہیں دیکھ سکتے، مگر بعض جانور ایسے بنایا جو اندھیرے اور اجالے دونوں میں دیکھ سکتے ہیں، مثلاً: بلی، خرگوش وغیرہ، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ ہر طرح سے ہر چیز پر قادر ہے اس

لئے وہ نہ صرف روشنی میں دکھا سکتا ہے بلکہ اندھیروں میں بھی دکھا سکتا ہے، اس نے دنیا میں یہ بھی نظم کیا ہے کہ جو جانور دن کونہیں نکلتے صرف راتوں کو اپنا شکار تلاش کرنے کیلئے جنگل میں نکلتے ہیں وہ بغیر سورج کی روشنی کے دیکھ سکتے ہیں اور اپنے شکار کو تلاش کرسکتے ہیں، ان کی آنکھوں میں ایک قسم کی تیز روشنی اور چمک ہوتی ہے جو ان کو اندھیروں میں دیکھنے میں مدد کرتی ہے، مثلاً بڑ باغل، چمگادڑ، جگنو وغیرہ ان کے علاوہ بلی، خرگوش، سانپ یہ بھی اندھیرے میں اپنا شکار پکڑ سکتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نہ صرف سورج کی روشنی میں دکھاتا ہے بلکہ اندھیروں میں بھی دکھا سکتا ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، مچھر ایک ایسا جانور اور کیڑا ہے جو زیادہ تر رات کے اندھیروں میں نکلتا ہے اور وہ اندھیرے میں جانداروں کے جسم سے نکلنے والی حرارت کے ذریعہ ان کو دیکھنے کے قابل ہوتا ہے، یہ حرارت مچھر کو ایک طرح کی روشنی سی نظر آتی ہے جسے ہم نہیں دیکھ سکتے، وہ اسی روشنی میں جانداروں کی خون کی شریانیں دیکھ لیتا ہے، چنانچہ انسانوں نے اسی پر ریسرچ کرکے ایسے کیمرے ایجاد کئے جو حرارت کے ذریعہ تصویریں لے سکتے ہیں جیسے دن کی روشنی میں کھینچتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی صلاحیت عطا فرمائی انسان گویا مچھر کی نقل کررہا ہے، ذرا یہ بھی غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کیسی عجیب ہے اور انسان کتنا کمزور اور بے بس ہے اور یہ انسانوں کے لئے کتنی عبرتناک بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انسانوں کو ہلاک کرنا اور سزا دینا چاہتے ہیں تو وہ اسی مچھر کو خطرناک بنا ڈالتے ہیں، کوئی مچھر سوّر پر بیٹھتا ہے تو اس سے انتہائی زہریلا بخار انسان کو آتا ہے اور بہت سارے لوگ مرجاتے ہیں اور کبھی ان ہی مچھروں کے ذریعہ ملیریا نام کی بیماری عام کرتا اور انسان کئی کئی دنوں تک بستر پر پڑے رہتا ہے، اس لئے انسان کو اللہ تعالیٰ نے اکڑ، غرور اور تکبر کے ساتھ زندگی گذارنے اور زمین پر فساد پھیلانے سے منع کیا، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بے حیثیت، بے وزن کچھ بھی نہیں، اس کی کوئی طاقت وقوت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مچھر جیسی معمولی مخلوق کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتا، مچھر کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ آواز دے کر کاٹتا ہے بغیر آواز کے نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ھُدھُد پرندے کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ میلوں دور سے پانی کی تلاش کرلیتا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج میں وہ یہی کام کرتا تھا، وہ اپنے کام پر رہتے ہوئے انسانوں کے شرک کو دیکھا اور آکر حضرت سلیمان علیہ السلام سے بلقیس اور اس کی قوم کی

گمراہی کو بیان کیا، ذرا غور کیجئے جانور آنکھ رکھ کر حق و باطل کو بھی دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ جو جانوروں کو سمندروں میں رکھتا ہے انہیں پانی میں دیکھنے کی صلاحیت عطا فرمایا، انسان، گائے، بیل، بھینس پانی میں نہیں دیکھ سکتے، مگر پانی کے تمام جانور پانی میں دیکھتے اور تیزی سے اندر تیرتے اور اپنا شکار پکڑ سکتے ہیں، اپنی حفاظت کرتے اور اپنے بچوں کو پالتے ہیں، یہ کمال اور خوبی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اس کے سوا کسی کی نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نہ صرف زمین کے اوپر پانی کے اندر اور اندھیرے میں دکھاتا ہے بلکہ زمین کے اندر رہنے والوں اور ہواؤں میں اڑنے والوں کو بھی اپنی اپنی جگہ اور ماحول میں دیکھنے کی صلاحیت دے رکھا ہے، اگر انسان اس بات پر غور کرے گا تو پکار اٹھے گا کہ اللہ تعالیٰ جیسی قدرت اور کمال کسی میں نہیں، وہ دل کی گہرائیوں سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ کر اعلان کرے گا کہ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے جیسا، کبوتر، مینا، طوطا، کوا، چڑیا، چیل اپنی غذا تلاش کرتے ہوئے میلوں چلے جاتے ہیں مگر ہواؤں میں کوئی نشان اور راستہ کی پہچان نہیں ہوتی مگر پھر بھی وہ سیدھے شام کو اپنے اپنے گھونسلوں میں واپس آکر اپنے بچوں کو دانہ کھلاتے ہیں جبکہ انسان کو اپنے شہر، گاؤں میں گھر واپس آنے کے لئے زمین پر مختلف نشانیاں اور علامتیں ہونا ضروری ہوتا ہے ورنہ وہ بھٹک جاتا اور راستہ بھول جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی اس قدرت پر بھی غور کیجئے کہ وہ کسی کو بظاہر بغیر آنکھوں کے بھی دکھاتا ہے اس کو یہ ضروری نہیں کہ آنکھوں ہی کے ذریعہ دیکھا جائے، وہ درخت جس کو سہارا دے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے جب منبر بنا دیا گیا تو حضور ﷺ منبر پر خطبہ دینے چلے گئے تو درخت زار و قطار رونے لگا اور ہچکی جیسی آوازیں آنے لگیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً قریب آکر تسلی دی اور پھر اس کو ریاض الجنۃ میں دفن کیا گیا، ذرا غور کیجئے بغیر آنکھوں کے درخت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دینے کو دیکھ لیا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے کمالات ہیں، وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، جب حضور اکرم ﷺ راستہ پر سے گذرتے پتھروں، درختوں سے السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ! کی آوازیں آتی تھیں، اسی طرح اونٹ آکر حضور اکرم ﷺ کو سجدہ کرتے تھے اور اپنے مالک کی شکایت بھی کرتے تھے، ذرا غور کیجئے پتھروں اور درختوں کو بظاہر آنکھیں اور زبان نہیں پھر کیسے دیکھ لیتے اور بات کرتے تھے، اونٹ بات نہیں کرسکتا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے بات کرتا تھا، یہ سب اللہ تعالیٰ کا کمال ہی کمال ہے اس

جیسا کمال کسی میں نہیں، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ سورج کی روشنی بھی ہو اور آنکھیں کھلی بھی رہیں، زبان بھی رہے، وہ دیکھنے اور بات کرنے سے محروم بھی رکھ سکتا ہے، چنانچہ انسان بچپن میں اور بوڑھاپے میں دیکھنے اور بات کرنے سے محروم ہوجاتا ہے یا پھر انسان کی نظریں کمزور ہوجاتی ہیں، کسی کی نظر قریب کی اور کسی کی دور کی خراب ہوجاتی ہے، یہ کیفیت کسی جانور کی نہیں ہوتی، جانور کا بچہ جب ماں کے پیٹ یا انڈے میں سے نکلتا ہے تو فوراً دیکھنا شروع کردیتا ہے اور بوڑھاپے تک برابر دیکھتا ہی رہتا ہے، مگر انسان عینک کا استعمال کرکے دیکھتا ہے، اس لئے انسان کو یہ بات ماننا پڑے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیکھنے اور نہیں دیکھنے پر مجبور ومحتاج ہے اور اس کی سماعت، بصارت اور گویائی سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہ جب چاہے اس کی یہ قوتیں کو سلب کرلے، اللہ تعالیٰ دنیا میں بہت سے ایسے انسانوں کو بھی پیدا کرتا ہے جو مادرزاد اندھے ہوتے ہیں، جبکہ جانوروں میں کوئی اندھا، بہرا اور گونگا پیدا نہیں ہوتا، یہ اللہ تعالیٰ کا انسانوں کو ایک سبق ہے کہ وہ سماعت وبصارت اور گویائی کو اللہ تعالیٰ کی نعمت، احسان اور فضل سمجھیں اور ان کو نافرمانی اور بغاوت میں استعمال نہ کریں۔

اتنا سمجھنے کے بعد انسان کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صرف دوربینوں کی طرح آنکھوں کو استعمال کرنے کیلئے نہیں دیا بلکہ ان ہی دو آنکھوں سے اس کو دو راستے سمجھادئے ہیں ایک صحیح راستہ دوسرا غلط راستہ، ایک جنت والا راستہ دوسرا دوزخ والا راستہ، ایک حق کا راستہ دوسرا باطل کا راستہ، ایک پیغمبر کا راستہ دوسرا شیطان کا راستہ اور انسان ان دونوں آنکھوں سے رات دن ان دونوں راستوں کو دیکھتا رہتا ہے اور اپنی عقل سے اچھی طرح جانتا ہے کہ کونسا راستہ صحیح ہے اور کونسا غلط، مگر آنکھوں سے حق دیکھنے اور عقل سے حق کو سمجھنے کے باوجود جان بوجھ کر ان دونوں اعضاء کی صحیح رہبری کے باوجود جہنم کے راستہ اور غلط راستہ پر چل رہا ہے اور ان آنکھوں ہی سے دیکھتے ہوئے اور عقل سے سمجھتے ہوئے خدا کے مقابلہ بے حیثیت چیزوں کی پوجا اور پرستش کررہا ہے، یہ آنکھیں اور عقل تو اس کو اس لئے دی گئی تھیں کہ وہ حق کو دیکھے اور حق کو سمجھے۔

مگر انسانوں کا یہ حال ہے کہ وہ آنکھیں رکھ کر بھی اندھے بنے ہوئے ہیں اور رات دن اپنی آنکھوں سے انسانوں کے گناہوں پر عذابات کے ذریعہ تباہی و بربادی دیکھتے ہوئے بھی

گھاٹے اور خسارہ کی زندگی اپنی عقل سے پسند کر رہے ہیں، انسانوں کو اپنی حالت بدلنی چاہئے اور اپنی آنکھیں صحیح معنی میں کھلی رکھ کر آنکھ والوں کا کام کرنا چاہئے نہ کہ اندھوں جیسا بن کر زندگی گذارنا چاہئے، کوئی بھی آنکھ والا آنکھیں کھلی رکھ کر آگ کے اور بول براز کے گڑھے میں نہیں گرتا مگر یہ مشرک اور کافر انسان آنکھیں کھلی رکھ کر بھی جہنم کے گڑھے میں جانے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہے ہیں یہ انسانوں کا پاگل پن اور بیوقوفی ہے، اسلام نے کھلے طور پر یہ وارننگ دی ہے کہ جو لوگ آنکھیں کھلی رکھ کر حق کا انکار کریں گے یا حق کو جھٹلائیں گے تو وہ قیامت کے دن دیدارِ الٰہی سے محروم رہیں گے اس لئے کہ وہ دنیا کی اس امتحان گاہ میں آنکھیں رکھ کر خدا کے ساتھ شرک کر کے یا خدا کو نہ مان کر اندھے بنتے ہیں اس لئے مرنے کے بعد بھی اندھے ہی بنا دئے جائیں گے، یہ انسانوں کا بہت بڑا گھاٹا اور خسارہ ہے۔

اسی طرح انسان اگر ذرا غور کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے ہونٹ نہ دیتا یا ایک ہی ہونٹ دیتا تو کیا وہ زبان رکھتے ہوئے بات کر سکتا تھا، ذرا سوچئے کتنا بدنما، بھدا اور بدصورت بھی لگتا تھا، قرآن نے خود یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے عمدہ قوت گویائی دی ہے وہ دوسرے جانوروں کی طرح زبان رکھ کر صرف ''میں میں'' نہیں کرتا بلکہ وہ اسی زبان کی نعمت سے آنکھوں سے دیکھے گئے حق کا اور عقل سے سمجھے ہوئے حق کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ ہی کی حمد وثناء بیان کرے اور اسی زبان سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اعلان کرے اور جھوٹ بول کر اپنی زبان کو جہنم میں پھنسانے والا نہ بنے۔

انسان جب ماں کے پیٹ میں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے منہ میں زبان اور ہونٹوں کو گندگی سے بچانے کے لئے اس کی غذا کا انتظام ناف سے کیا اور اس کی زبان اور ہونٹوں کو گندگی سے بچایا اور اس کو پاک رکھا، مگر وہی انسان دنیا میں آنے کے بعد اسی منہ اور اسی زبان اور ہونٹوں سے اللہ پر جھوٹ بات کہہ رہا ہے اور اسی زبان سے اللہ پر تہمت لگا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کفر کر رہا ہے اور اپنی زبان کو غیر اللہ کی تعریف و بڑائی میں استعمال کر کے ناپاک اور گندی کر رہا ہے اور شراب جیسی چیزیں پی کر اپنی زبان کو ناپاک بنا رہا ہے، کیا انسان کو زبان کی آزادی اس لئے دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اللہ تعالیٰ کے خلاف استعمال کرے اور اسی زبان سے اللہ تعالیٰ کے خلاف بولے اور اسی زبان سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرے؟

اسے تو چاہئے کہ اس نعمت کا صحیح استعمال کر کے اسی زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، انسان زبان کے غلط استعمال ہی سے جہنمی قرار پاتا ہے، انسان کو زبان اس لئے نہیں دی گئی کہ وہ اس سے جھوٹ بولے اور خدا کے ساتھ شرک کرے یا خدا کا انکار کرے اور اس لئے بھی نہیں دی گئی کہ وہ خدا کی نعمتوں کا مزا اسی زبان سے لے اور پھر ناشکری کرے، بلکہ وہ خدا کی نعمتوں کو کھا کر ان کا مزہ لے کر خدا کی حمد و ثناء بیان کرے اور اس کی قدرت کا اعتراف کرے، زبان، عقل اور آنکھ رکھنے والے کافر اور مشرک سے تو وہ ایمان والے بہتر ہیں اور بہت اونچے اور اعلیٰ درجہ کے ہیں جو بظاہر گونگے اور اندھے ہیں، زبان سے بات نہیں کر سکتے، آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے مگر ان کے دل کی آنکھیں اور کان کھلے ہیں، ایمان کا دعویٰ اپنے اعمال سے کر کے آنکھوں اور زبان کی گواہی کا ثبوت دیتے ہیں، یاد رکھئے! جس ذات نے انسان کو زبان اور آنکھیں جیسی نعمتیں عطا کی ہیں وہ ان نعمتوں کے صحیح استعمال کا حساب بھی لے گا اور جس زبان اور آنکھ کی آزادی پر آج انسان خدا کے ساتھ جھوٹ بات کر رہا ہے اور ناشکری کر رہا ہے وہی آنکھیں اور زبان انسان کے پورے جسم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کرائیں گے اور انسان جہنم کا ایندھن بن جائے گا، دوسری طرف انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا صحیح استعمال کر کے بڑے بڑے درجات بھی حاصل کر سکتا ہے۔

بال اور ناخن کاٹنے سے جانداروں کو تکلیف نہیں ہوتی

ذرا اللہ تعالیٰ کی اس قدرت پر بھی غور کیجئے تو تعجب اور حیرانی ہوگی کہ جانداروں کے بال اور ناخن کاٹنے سے رتی برابر تکلیف نہیں ہوتی، بال اور ناخن جسم کے ساتھ برابر پرورش پاتے ہیں اور جسم سے جڑے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق ہونے کے یہ جانتا ہے کہ انسان سر، داڑھی، بغل اور شرمگاہ کے بال کاٹے گا اور اسے کاٹنا پڑے گا اس لئے کہ وہ حد سے زیادہ بڑھ جائیں تو انسانوں کو تکلیف ہوگی، اسی طرح وہ خود اپنے ناخن بھی کاٹے گا اس لئے کہ ناخن کا زیادہ بڑھ جانا انسانوں کے لئے تکلیف پیدا کر دے گا، بعض جانوروں کے بال بھی حد سے زیادہ بڑھ جائیں تو انہیں زندگی گذارنے میں مشکل ہو جاتی ہے، چنانچہ انسان بار بار اپنے جسم کے مختلف حصوں کے بال اور انگلیوں کے ناخن کاٹتا رہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا

کمال دیکھئے کہ وہ جسم کے کسی حصہ کو سوئی کی نوک بھی چبھائی جائے تو تکلیف محسوس ہونے کے قابل رکھا یہاں تک کہ مچھر اور چیونٹی کاٹے تو تکلیف ہوتی ہے مگر انسان بال اور ناخن بار بار کاٹتا ہے تو کوئی تکلیف نہیں ہوتی جبکہ ناخن انسانی جسم میں ہڈی کی طرح ہیں اور بال چمڑے سے چمٹے ہوئے ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق کچھ ایسی کی ہے کہ ان کو کاٹنا آسان ہوگیا، اگر جسم کے دوسرے حصوں کی طرح ناخن اور بالوں میں بھی کاٹتے وقت تکلیف ہوتی اور اگر اللہ تعالیٰ بال اور ناخن میں بھی ذرا سی چبھن پر تکلیف رکھ دیتا تو انسان بال اور ناخن کاٹتے وقت بھی چیختا چلاتا تھا یا اس کو بیہوش کرنا پڑتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی میں آسانی رکھ دی ہے اور بار بار کاٹنے یا پورے بال نکالنے پر ذرا سی تکلیف بھی نہیں رکھی۔

اس تشریح سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو کسی کو زندہ اور ہوش کی حالت میں رکھ کر آسانی سے بغیر کسی تکلیف کے کوئی چیز کٹوا سکتا اور نکال سکتا ہے، وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی کیسی حکیمانہ تخلیق ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ"، ناخن کاٹنا بہت آسان رکھا گیا مگر ناخن کو اکھاڑنا بہت مشکل اور تکلیف دہ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

زمین میں اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق، صفت قدرت اور صفت ربوبیت پر غور کیجئے، اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں، حیوانوں اور نباتات کی زندگی کا انحصار پانی پر رکھا ہے، ساری زمین میں 74% پانی ہے، خشکی کا حصہ 26% ہے، بالکل اسی طرح انسانی جسم میں بھی پانی کی مقدار 74% ہے، غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی کیسی تخلیق ہے، ہماری نظر میں زمین بظاہر بے جان اور مردہ ہے اور انسان جاندار مگر اس تناسب پر غور کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جاندار بنایا ہے، زمین کی جانداری ہمیں نظر نہیں آتی انسانوں اور حیوانوں کی جانداری نظر آتی ہے۔

اسی طرح زمین میں جتنی معدنیات ہیں وہ ساری کی ساری انسان باہر کی چیزوں سے اپنے جسم میں اتارتا ہے اور اپنے جسم کو تندرست و توانا رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کو جسامت کے اعتبار سے کائنات میں ایک ذرہ کے برابر بنایا مگر اس پر اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز طور پر اپنی تخلیق کے بہت سارے نمونے پھیلا رکھا ہے، زمین

کی سطح پر اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے جمادات کا عالم بنایا، نباتات کا عالم بنایا اور حیوانات کا عالم بنایا اور انسانوں کا عالم بنایا اور پھر انسانوں، نباتات اور حیوانات کی ربوبیت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہوا پیدا فرمائی، پانی کی تخلیق کیا، سورج، چاند، ستاروں کی تخلیق کیا، پہاڑوں کی تخلیق کی، ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں دوسری مخلوقات کو پیدا فرمایا، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی حکمت کا کمال ہی کمال ہے، اس جیسا کمال کسی میں نہیں، ہم اس کی ساری حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھنے میں عاجز اور مجبور ومحتاج ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ اپنی حکمت سے زمین کو نہ لوہے اور تانبے کی طرح سخت بنایا اور نہ روئی کی طرح نرم بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنی قدرت سے ایسا بنایا ہے کہ سختی اور نرمی دونوں کا بھی کام دیتی ہے، اگر بالکل سخت ہوتی تو زراعت اس پر نہیں کی جاسکتی تھی اور اگر بالکل نرم ہوتی تو سڑکیں، مکانات، تیز رفتار گاڑیاں وغیرہ اس پر دوڑائی نہیں جاسکتی تھیں، یہ اللہ تعالیٰ کا کمال ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' اس لئے کہ وہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔اسی وجہ سے انسان اور چرند، پرند، درندے، کیڑے، مکوڑے سب کے سب اپنے رہنے کے لئے گھر بنالیتے ہیں، انسان تو آسمان سے باتیں کرنے والی عمارتیں کھڑی کرلیتا ہے، چیونٹی، مکوڑے، دیمک، چوہے، کیچوے اپنے اپنے بل اور گھر بنالیتے ہیں، اسی پر چھوٹے سے چھوٹا پودا اور بڑے سے بڑا درخت لگایا جاسکتا ہے، اسی پر تیز رفتار سواریاں، ریل، ٹرک، بڑے بڑے کرین چلائے جاتے ہیں اور آسمان سے باتیں کرنے والی بلند عمارتیں بنائی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلنے سے بچانے کے لئے بڑے بڑے وزنی پہاڑ رکھے ہیں اور یہ زمین لاکھوں برسوں سے مخلوقات کا وزن اپنے اوپر سنبھالے ہوئے ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہلتی اور زلزلے لاتی ہے اور پھر ٹھہر جاتی ہے، بیشک یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کمال ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' اس لئے کہ وہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے، وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔

اگر انسان غفلت اور بے شعوری کا پردہ چاک کرکے دیکھے تو اسے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا ہے، اگر انسان ہوائی جہاز یا ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر فضاؤں میں اڑتے ہوئے زمین کو دیکھے تو ایسا معلوم ہوگا کہ ایک رنگین بیل بوٹے سے سجی ہوئی قالین زمین کی شکل میں بچھادی گئی ہے جس پر لہلہاتے کھیت، غلوں اور

ترکاریوں سے لدے ہوئے ہیں اور ہر طرف سرسبز و شاداب باغ پھولوں اور پھلوں سے بھرے ہوئے ہیں، جس میں جگہ جگہ تالاب چشموں اور نہروں، ندیوں اور دریاؤں کا رات دن بہتے رہنا اور اونچے اونچے پہاڑوں پر برف کا میلوں جمع ہونا اور گلدستوں کی شکل میں چھوٹے بڑے درخت اور پودوں کا پوری زمین پر پھیلا ہوا ہونا اور ان پر رنگ برنگ کے پتے پھول، پھل اور پرندے اڑتے اور چہچہاتے رہنا، جنگلوں میں مختلف قسم کے جانوروں کا آباد ہونا اور دریاؤں، سمندروں میں مچھلیوں اور دوسرے جانوروں کا تیرتے رہنا، فضاؤں میں مختلف پرندوں کا اڑتے رہنا اللہ تعالیٰ ہی کے اکیلے مصور کائنات اور خالق کائنات ہونے کا زبردست ثبوت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکیم و دانا ہونے کو سمجھاتا ہے۔

زمین کی حقیقت پر غور کیجئے! وہ کہیں ریتلی ہے، کہیں پتھریلی ہے، کہیں نرم اور کہیں سخت ہے، بظاہر وہ مٹی اور کیڑوں کا گھر نظر آتی ہے اس سے جانداروں کی زندگی کے انحصار کا ذرا سا شائبہ تک نظر نہیں آتا کہ یہ اپنے رس سے جانداروں کو زندگی دے گی، مگر اللہ تعالیٰ خالق اور رب ہونے کے ناطے جانداروں کی تمام جسمانی غذا اسی سے نکالتا اور ان کی ربوبیت کرتا ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو کیسے غذاؤں کے لئے تیار کرتا ہے، زمین جب مردہ (ناکارہ) ناقابل کاشت رہتی یعنی اس میں امونیا، ہائیڈروجن سلفائیڈ اور کاربن ڈائی اکسائیڈ ختم ہوجاتی ہے تو دوبارہ ان چیزوں کے زمین میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی صفت تخلیق کے مطابق ہوا میں موجود معدنی اور نباتاتی گیس جو مردہ اور ذبح کردہ جانوروں، انسانی وحیوانی غلاظت (بول و براز) اور گلے سڑھے کوڑے کرکٹ وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے وہ ہوا میں شامل ہوکر اوپر چلی جاتی ہے، بجلی کی چمک اور بارش کے قطرے ان گیاسوں کو اپنے اندر جذب کرتے ہیں، جب بادلوں میں بجلی چمکتی ہے تو اردگرد کی آکسیجن، نائٹروجن میں تبدیل ہوجاتی ہے اور نائٹروجن حیاتِ نباتات کا جزو اعظم ہے، اس طرح بارش کا پانی جو مختلف گیاسیس کو جذب کررکھا ہوتا ہے اس ذخیرہ کو لیکر زمین پر برستے ہی اس کمی کو پورا کرکے زمین کی نس نس میں عناصر حیات بیدار ہوجاتے ہیں اور زمین پیداوار کے قابل بن جاتی ہے، جس طرح جانور گھاس کھاتے ہیں اسی طرح پودے زمین کو کھاتے ہیں اور پودوں کی غذا نائٹروجن، پوٹاش اور ہائیڈروجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ وغیرہ ہیں، یہ چیزیں درختوں کے پتوں، ہڈیوں، جانوروں کی بول و براز، خون

سڑے ہوئے گوشت وغیرہ سے پیدا ہوتی ہیں، پودوں کی جڑوں میں خوردبینی حیوانات بکٹیریا کی دنیا آباد ہوتی ہے جن کا عمل کیمیاوی ہوتا ہے، اگر بکٹیریا نہ ہوتے تو کوئی پودا نہ اُگ سکتا تھا، زمین کو چونے کے علاوہ سلفورک ایسڈ، نائٹرک ایسڈ اور پوٹاش کی بھی ضرورت ہوتی ہے، چیونٹیاں اور حشرات الارض زمین میں سوراخ پیدا کرکے پانی کو زمین میں جذب ہونے اور یہ تمام چیزیں پانی کے ذریعہ ملنے کے قابل بناتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کیجئے کہ اس نے یہ انتظام فرمایا کہ پہاڑوں پر برف جمع کرتا ہے جو سورج کی گرمی سے پگھل کر پہاڑی شگافوں میں چلی جاتی ہے، جب بارش ہوتی ہے تو پانی چشمے بن کر مختلف جگہوں سے نکلتا ہے تو پہاڑوں کے شگافوں میں سے پوٹاش اور سلفر وغیرہ ساتھ لیکر بہتا ہے، چشمے، ندی، نالے اور دریاؤں کے ذریعہ زمین کے میدانوں کو سیراب کرتے ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ زمین کی ضروریات پوری کرتا ہے، یہ نظام اور یہ کمال نہ دنیا کی کوئی حکومت کرسکتی ہے اور نہ انسان کے بس کی بات ہے، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کمال ہی کمال ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' اس لئے کہ وہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کرتے چلے جایئے! وہ زمین نام کی ایک چیز بنایا مگر اس پر قادر ہے کہ اس سے جو چاہے کام لے لے، ساری زمین کو اللہ تعالیٰ نے یکساں نہیں بنایا بلکہ اس میں بیشمار خطّے، براعظموں کے نام پر رکھے، زمین کے یہ خطے ایک دوسرے سے ملے ہوئے بھی ہیں اور الگ الگ بھی ہیں، کوئی خطّہ برفانی ہے؟ کوئی ریگستانی ہے اور کوئی پہاڑیوں سے بھرا ہوا ہے اور کوئی زرخیز میدانی ہے اور کوئی جنگلاتی ہے، جو خطے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں ان کے ملے ہوئے ہونے کے باوجود شکل وصورت اور رنگ اور خاصیتیں الگ الگ ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ نے زمین کو کہیں کالی مٹی والی اور کہیں لال مٹی والی، کہیں گندمی اور کہیں ریتیلی بنجر رکھا ہے، کہیں اناج غلہ اور ترکاریاں اگنے کے قابل بنایا اور کہیں تیل کے ذخائر نکلنے کے قابل بنایا اور کہیں خشک میوہ اور کہیں رس دار پھل پھلاری نکلنے کے قابل بنایا، اللہ تعالیٰ نے زمین کے مختلف حصوں اور خطوں کی آب وہوا الگ الگ رکھا، کسی علاقہ کو سرد بنایا، کسی کو انتہائی گرم اور کسی کو معتدل، چنانچہ ہر خطہ کی آب وہوا کے لحاظ سے جانور، پھل پھلاری اور درخت اور پودے پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اسی زمین کو معدنیات کے خزانوں کی جگہ بنائی ہے، چنانچہ ہر قسم کی معدنیات

اورلوہااسی میں سے انسان نکالتا ہے، پھراسی زمین سے تمام جانداروں کی غذاؤں اور دواؤں کا انتظام کیا ہے، اگر ہم زمین کوکھود کر دیکھیں تو کہیں پر بھی نہ پھول نظر آئیں گے نہ پتے نظر آئیں گےاور نہ پھل پھلاری اور نہ ترکاری اور نہ غلہ اوراناج نظر آئے گا، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کمال ہی کمال ہے کہ وہ زمین کوذریعہ بنا کران کی پرورش کا سارا انتظام اسی سے کر کے ان کے جسموں کے پالنے کا انتظام اسی سے کیا ہے، چنانچہ انسان نہ صرف غلہ، اناج اور پھل پھلاری یا دوائیں اسی سے حاصل کرتا ہے بلکہ کپڑا، لکڑی، شکر، مرچ، ہلدی، مہندی، تیل سب کچھ اسی پر ہونے والے درختوں سے حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ پانی نہ برسے تو پانی اور پٹرول بھی اسی سے نکالتا ہے، غور کیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کیسا کمال ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ''اس لئے کہ وہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہے، اس جیسا کوئی نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

دنیا میں جتنی انسانی حکومتیں ہیں وہ اپنے ملک میں بلدیہ کا ڈپارٹمنٹ قائم کرتی ہیں تا کہ ہر روز صاف صفائی ہوتی رہے اور انسانوں میں بیماریاں پھیلنے نہ پائے مگر عجیب بات ہے کہ زمین کے وہ حصے جو انسانوں کی نگرانی میں نظر آتے ہیں بلدیہ کا عملہ رات دن کام کرنے کے باوجود لاکھوں کروڑوں روپئے خرچ کرنے اور کچرے کی گاڑیاں رکھنے کے باوجود انسانی بستیوں میں گندگی اور غلاظت نظر آتی اور بیماریاں پھیلتی رہتی ہیں مگر زمین کے وہ علاقے جو انسانوں کی نگرانی میں نہیں ہوتے مثلاً مختلف جنگلات اور میدان، پانی کے بڑے بڑے ذخائر، تالاب، سمندر جن میں لاکھوں جانور اور درخت اور پودے اور حشرات الارض ہوتے ہیں، ہر روز مختلف جانور مرتے اور درختوں سے پتے ڈالیاں گرتے ہی رہتے ہیں اور سمندروں، تالابوں کے جانور پانی ہی میں بول و براز کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور ربوبیت کا اتنا زبردست انتظام ہے کہ کہیں کسی جنگل میں کوئی مردہ جانور یا جانور کا ڈھانچہ اوراس کا سڑھا ہوا جسم یا مرنے کی وجہ سے اس کے گوشت کی بدبو بالکل نہ نظر آتی اور نہ فضا خراب ہوتی ہے حالانکہ چرندوں، پرندوں، درندوں اور حشرات الارض کی وجہ سے گندگی ہی گندگی ہونا چاہئے اور سمندروں میں جانوروں کا کثرت سے ہونا اوران کا بول براز پانی ہی میں کرنا پورے پانی کو خراب کر دینا چاہئے تھا، کیونکہ زمین کے مختلف حصوں میں جہاں بلدیہ کا انتظام نہیں اور انسانوں کی بستیاں جو پڑھے لکھے انسانوں پر مشتمل ہے وہاں ہر روز جانور مر کر سڑ جاتے گل جاتے،

کچرے کے انبار اور غلاظت کے ڈھیر نظر آتے ہیں اور اس علاقہ کی فضا خراب ہوجاتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی صفائی اور پاکیزگی کا ایسا زبردست انتظام ہے کہ اگر کوئی جانور بیمار ہوجائے یا معذور ہوجائے تو دوسرا اس کا شکار کرلیتا اور کھاجاتا ہے اور اگر کوئی قدرتی موت مرجائے تو آسمان میں گدھ ہزاروں کی شکل میں اڑتے رہتے ہیں وہ منٹوں میں مردار جانور کی بوٹیاں اپنا نوالہ بنا کر پیٹ بھر لیتے ہیں اور ان کے پر، کھال اور بال انسان حاصل کرکے فروخت کرلیتے ہیں، اور جانور جو بول و براز کرتے ہیں اور درختوں کے پتے یہ سب زمین خود ہضم کرلیتی اور اپنے لئے بہترین کھاد کا انتظام کرلیتی ہے، چنانچہ انسانی بستیوں، شہروں اور گاؤں میں تو گندگی نظر آتی ہے مگر جنگلوں اور میدانوں میں جہاں جانور صاف صفائی اور جھاڑ و جھٹکا نہیں کرسکتے، کہیں پر گندگی اور غلاظت نظر نہیں آتی، یہی وجہ ہے کہ جانور اور تمام چرند پرند صحتمند، صاف ستھری زندگی گذارتے ہیں، وہ انسانوں سے زیادہ صاف ستھرے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی صفت تخلیق سے زمین کو خوبصورت صاف ستھرا رکھا ہے، یہاں تک کہ انسان اللہ تعالیٰ کا برسایا ہوا پاک وصاف پانی گندا و ناپاک بنا کر بہادیتا ہے تو وہ گندہ اور ناپاک پانی اسی زمین پر بہتا ہوا زمین کے ذرات سے چھنتا ہوا پاکیزہ بن جاتا ہے اور زمین انسانوں کی تمام غلاظت کو اپنے پیٹ میں جذب کرلیتی ہے، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی عجیب قدرت ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" بیشک وہ جو چاہے جیسا چاہے کرسکتا ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، پانی گندہ اور ناپاک اور سڑ کر مردہ ہوجاتا ہے، تو وہ اسی مردہ پانی کو بہا کر پاکیزہ اور میٹھا مزیدار جاندار پانی بنادیتا ہے، بیشک وہ مردہ میں سے زندہ اور زندہ میں سے مردہ کو نکالنے کی قدرت رکھتا ہے، دنیا کے تمام انسان فضلہ کرتے ہیں اور انسانی فضلہ میں زبردست بدبو اور تعفن ہوتا ہے جو پوری فضاء کو خراب کرسکتا ہے، مگر یہ پورا فضلہ اور انسان کا پھینکا ہوا کچرا زمین میں دفن کردیا یا کھاد بنادیا جاتا ہے، زمین اس کو پھر مٹی بنادیتی اور اس کی بدبو کو ختم کردیتی ہے، اگر قدرت کا ایسا انتظام نہ رہتا تو انسان بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے اور دنیا گندگی سے بھر جاتی تھی۔

اسی طرح غور کیجئے کہ دنیا میں ہر روز ہزاروں انسان مرتے ہیں اور انسان کے مرنے کے بعد اس کا جسم سڑ گل جاتا ہے اور دنیا کے زیادہ تر انسان انسانی لاشوں کو زمین میں دفن کردیتے ہیں، بعض جلا دیتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ دفن کرنے کا طریقہ نہ رکھتا تو پھر لاشوں کو ادھر ادھر زمین کے خالی

حصوں پر پھینک دینا پڑتا اور ہر طرف تعفن پیدا ہوجاتا اور زندہ انسانوں کو چلنا پھرنا مشکل ہوجاتا اور ان کے باپ دادا کی لاشوں کی ہڈیاں اور ڈھانچے ہی ڈھانچے نظر آتے، یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے زمین کو اس قابل بنایا کہ وہ مردہ انسانوں کو اپنے اندر محفوظ کرلیتی ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

زمین تیس درجہ کا زاویہ بناتی ہوئی فضاء میں جھکی ہوئی ہے، یہ جھکاؤ کی وجہ سے موسم وجود میں آتے ہیں جس کی وجہ سے زمین کا زیادہ سے زیادہ حصہ آبادی کے قابل ہوگیا اور مختلف قسم کے نباتات اور پیداوار حاصل ہوتی ہیں، اگر زمین اس طرح سے جھکی ہوئی نہ ہوتی تو قطبین پر ہمیشہ اندھیرا چھایا رہتا تھا اور سمندر کے بخارات شمال اور جنوب کی جانب سفر کرتے اور زمین پر یا تو برف کے ڈھیر ہوتے یا صحرائی میدان، اس طرح کے اور بہت سے اثرات ہوتے جس کے نتیجہ میں بغیر جھکی ہوئی زمین پر زندگی ناممکن ہوجاتی یا سورج کی جگہ کوئی اور ستارہ جس کی گرمی سورج سے دس ہزار گنا زیادہ اگر ہوتا تو زمین کو آگ کی بھٹی بنادیتا تھا، آکسیجن اور ہائیڈروجن کا ملنا اس وقت تک ممکن نہیں ہوسکتا تھا جب تک زمین کا درجہ حرارت گھٹ کر چار ہزار ڈگری پر نہ آجائے، اسی موقع پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ومشیت کے تحت دونوں گیسوں کے باہم ملنے سے پانی بنا، اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کیجئے کہ اس نے یہ انتظام کیا ہے کہ زمین کے مختلف حصے مسلسل مختلف اوقات میں سورج کے سامنے آتے اور ہٹتے رہتے ہیں، اگر زمین کا فاصلہ سورج سے بہت کم یا بہت زیادہ ہوتا تو زمین کے ایک حصہ میں ہمیشہ ہمیشہ رات رہتی اور دوسرے حصہ میں ہمیشہ ہمیشہ دن رہتا یا پھر بہت تیزی کے ساتھ یا بہت ہی سست رفتاری سے دن اور رات کا الٹ پھیر ہوتا یا بے قاعدگی کے ساتھ اچانک کبھی دن نکل آتا کبھی رات چھاجاتی یا پھر جب تک زمین کے سامنے سے سورج نہ ہٹے تو اس صورت میں دن کبھی نہ جاتا اور رات کبھی نہ آتی۔

سورج زمین کے قطر سے 109 گنا زیادہ بڑا اور اس کا حجم زمین کے حجم سے ۳/لاکھ ۳۳/ہزار گنا سے زیادہ ہے، اس کا درجہ حرارت ایک کروڑ چالیس لاکھ ڈگری سنٹی گریڈ ہے اور وہ زمین سے ۹/کروڑ ۳۰/لاکھ میل دور ہونے کے باوجود انسان اس کو اور اس کی تیز روشنی کو عینک کے بغیر نہیں دیکھ سکتا، اس کی گرمی کا یہ حال ہے کہ زمین کے بعض حصوں میں اس کی تپش کی وجہ سے درجہ حرارت ۱۴۰/ڈگری فارن ہیٹ تک پہنچ جاتا ہے، غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی کیسی

شاندار حکمت اور منصوبہ بندی ہے کہ وہ زمین کو سورج سے ٹھیک اتنے ہی فاصلہ پر رکھا ہے جتنی ضرورت تھی، نہ اس سے بہت قریب کیا کہ بے انتہاء گرم ہوجائے اور نہ بہت زیادہ دور رکھا کہ بے انتہاء سرد ہوجائے، اسی وجہ سے زمین پر انسانوں، حیوانوں اور نباتات کی زندگی ممکن ہوسکی۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوَاتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ۔

بلاشبہ آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ایک کے بعد ایک آتے رہنے میں عقلمندوں کے لئے حکمت الٰہی کی بڑی نشانیاں ہیں۔ (اٰل عمران)

انسان دن رات سے ہر روز گذرتا اور فائدا اٹھاتا ہے مگر دن اور رات کو اللہ تعالیٰ کی زبردست نعمتیں نہیں سمجھتا، بس بے شعوری کے ساتھ دن اور رات میں زندگی گذارتا ہے، اللہ تعالیٰ نے سورج میں ایسی زبردست بھٹی سلگا رکھی ہے جو کروڑوں سال سے روشنی اور حرارت اور مختلف اقسام کی شعاعیں بغیر کسی روکاوٹ کے ساری دنیا میں پھینکے چلی جارہی ہے اور ہوا کی ایک پرت جسے سائنسی زبان میں "O" زون کہتے ہیں سورج کی شعاعوں کو روکتے ہوئے زمین تک پہونچاتی ہے، غرض یہ خود بخود نہیں ہورہا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی منصوبہ بندی ہے جو مخلوقات کی ربوبیت کے لئے ان چیزوں کا انتظام کیا ہے اور ان کو ایک خاص منصوبہ کے تحت چلا رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے سورج کے ساتھ ساتھ چاند اور ستاروں کو بھی بنایا، سورج، چاند اور تاروں ہی کے ذریعہ اس دنیا میں رات دن کا انتظام کیا ہے اور پھر انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ دنیا کے اندر زندگی گذارتے ہوئے بار بار رات اور دن کے آنے میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور حکمتوں کو سمجھیں اور اس کی قدرت کا اعتراف کریں۔

☆ سورج اور چاند کے ذریعہ دن اور رات کا انتظام کیا گیا، سورج، چاند اور تاروں کے نکلنے اور غروب ہونے میں اللہ تعالیٰ نے اتنی زبردست پابندی رکھی ہے کہ سورج اور چاند ہر موسم اور ہر دن اور ہر رات ایک منٹ اور ایک سیکنڈ کی تاخیر کے بغیر طلوع اور غروب ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور احسان پر غور کیجئے کہ جس طرح دنیا کی بجلی کی طرح اگر سورج اور چاند کبھی غائب ہوجاتے یا کبھی نکلنے میں فیل ہوجاتے یا دیر سے نکلتے تو جو دن اور جو رات ہر موسم میں اپنے اپنے وقتوں میں آتے اور جاتے ہیں ان میں دیر اور جلدی ہوجاتی یا پھر دن میں سورج بار بار فیل ہوجاتا تو جس طرح گھروں میں بجلی کے چلے جانے سے یکدم اندھیرا ہوجاتا ہے، اسی طرح سورج کے فیل ہوجانے سے دن میں بار بار اندھیرا ہوتا رہتا تھا اور مخلوقات مشکلات کا شکار

ہو جاتیں، مگر اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے طلوع اور غروب ہونے میں ذرا سی بھی بے قاعدگی اور بے ترتیبی نہیں رکھی، سورج اور چاند میں بڑا زبردست ڈسپلین ہے، وہ انسانوں کی طرح عقل وفہم نہیں رکھتے مگر انسانوں سے زیادہ وقت اور اصول کے پابند ہیں جس کی وجہ سے دنیا کا یہ نظام پورے نظم وضبط اور اصول اور قاعدہ سے چل رہا ہے، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کمال ہی کمال ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' اس جیسی قدرت کسی میں نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

اللہ تعالیٰ سورج کو غروب کر کے اندھیرا ہی اندھیرا بھی رکھ سکتا تھا مگر اس نے مخلوقات کے آرام اور سہولت کے لئے دن ختم ہونے کے بعد چاند اور تاروں کے ذریعہ ہلکے سے اجالے اور ٹھنڈی روشنی کا انتظام کیا اور رات کو سکون اور راحت حاصل کرنے کا ذریعہ بنادیا ورنہ مخلوقات اندھیرے اور تاریکی سے بہت پریشان رہتے اور تکلیف اٹھاتے۔

☆ سورج کی روشنی کو اللہ تعالیٰ یکدم بند نہیں کر دیتا، مخلوقات کو سونے کے لئے نیند کا ماحول بنانا ضروری تھا جب تک روشنی غائب نہ ہو جائے اور راستوں کی چیخ و پکار اور گڑ بڑ ختم نہ ہو جائے وہ سو نہیں سکتے تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مخلوقات کے لئے نیند کا ماحول رات کی شکل میں بنایا، وہ سورج کو غروب کر کے چاند کو لاتا ہے جس سے دنیا کے ماحول میں ہر طرف خاموشی ہی خاموشی پیدا ہو جاتی ہے اور مخلوقات آرام سے نیند لے سکتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ سورج کو غروب کرنے میں اللہ تعالیٰ کا تخلیقی نظام یہ ہے کہ وہ دنیا کی بجلی کی طرح یکدم سورج کی روشنی کو بند نہیں کر دیتا جس طرح مکانات میں بجلی حکومت کے پاور ہاؤز سے بند کر دی جاتی ہے، اگر سورج کی روشنی کو بھی اسی طرح بند کر دیا جاتا تو دنیا میں یکدم اندھیرا ہی اندھیرا ہو جاتا اور تمام جانداروں کو بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، اسلئے کہ بہت سے چرند پرند اپنے اپنے گھونسلوں اور گھروں سے دور، بچوں سے دور غذا کی تلاش میں میلوں چلے جاتے ہیں، ان کو گھروں اور گھونسلوں کی طرف لوٹنا ہی مشکل ہو جاتا، انسان سڑکوں پر تیز رفتار سواریاں اور فیکٹریوں میں مختلف مشینیں چلاتا ہے، وہ سب یکدم روشنی کے بند ہو جانے سے حادثات کا شکار ہو جاتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ حکیم ہے، اس کا ہر کام حکمت سے بھرا ہوتا ہے، وہ اپنی حکمت سے سورج کو آہستہ آہستہ غروب کر کے رات لاتا ہے جس سے تمام جاندار اپنے اپنے گھروں کو آہستہ آہستہ واپس ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور گھونسلوں تک پہونچ کر بچوں کے ساتھ رات گذارتے ہیں اور

انسانوں کے کاروبار دن کے ختم ہونے کا احساس رکھ کر آہستہ آہستہ بند ہونا شروع ہوجاتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے آرام کا کتنا خیال رکھا ہے اور رات کے لانے میں کیسی حکمت رکھا ہے، مغرب کے ساتھ ہی ہر طرف خاموشی طاری ہونا شروع ہوجاتی ہے یہاں تک کہ مغرب کے بعد تمام چرند، پرند اور درندے سب خاموش ہوجاتے ہیں اور تمام جانور جلدی سوتے اور جلدی بیدار ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس رات کو مخلوقات کے لئے نعمت، سکون اور راحت کا ذریعہ بنایا ہے، انسان اور شیطان وہ مخلوق ہیں جو اس نعمت کی ناشکری کرتے ہوئے آرام کرنے کے بجائے راتوں ہی میں زنا شراب، ناچ گانا، ڈاکہ زنی اور جاہلانہ رسم و رواج اور شادی بیاہ میں بیکار جاگتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں رات کا بیشتر حصہ گذار دیتے ہیں، چنانچہ اکثر رات ہی میں اللہ تعالیٰ کے عذابات آتے ہیں۔

چاند کی گردش اور روشنی ہی کہ وجہ سے سمندروں میں مدّ وجزر آتے ہیں یعنی سمندروں کا پانی چڑھتا اور اترتا اور حرکت کرتا رہتا ہے ورنہ سڑ جاتا تھا، اسی کی وجہ سے موجیں اٹھتی اور پانی کو ہلاتی رہتی ہیں ورنہ دنیا کی کوئی حکومت سمندر کے پانی کو نہیں ہلا سکتی تھی۔

☆ چاند کی روشنی سے کھیتوں کا اناج اور پھل پھلاری میں رنگ اور مزہ پیدا ہوتا ہے۔

☆ تاروں کی مدد سے سمندروں اور ریگستانوں میں انسان سفر کیلئے راستے معلوم کرتا ہے۔

☆ دن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے لئے روزی، محنت اور کمائی کرنے کا ذریعہ بنایا اور رات کو نیند، سکون اور راحت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔

ذرا غور کیجئے کہ اگر دنیا میں صرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا اور دن نہ ہوتا تو مخلوقات کو کتنی مشکل، پریشانی اور تکلیف ہوتی، جانوروں کو اپنی غذا تلاش کرنے میں بڑی مشکل ہوتی، انسانوں کو روشنی کیلئے بجلی کا یا آگ جلا کر یا بیاٹریوں کے ذریعہ روشنی حاصل کرنا پڑتا تھا جبکہ راتوں ہی میں اجالا کرنے کیلئے اس کو بجلی کی قلت ہوتی رہتی ہے اور وہ اندھیروں میں نہ صحیح کام کرسکتا ہے اور نہ اتنا کام کرسکتا ہے جتنا دن کے اوقات میں کرتا ہے، رات کی روشنی حاصل کرنے کیلئے اس کو کروڑہا روپئے خرچ کرنا پڑتا ہے، اگر دن نہ ہوتا تو وہ اپنی پوری کمائی روشنی کے لئے خرچ کرتا پھر دن کی روشنی اللہ نے جیسی بنائی اس طرح کی وہ بجلی کے ذریعہ روشنی نہیں لاسکتا، دن کی روشنی کی وجہ سے انسان پرندوں، چرندوں، درندوں اور درختوں، پودوں، پھولوں اور جنگلات کے

مناظر اور دریا وسمندروں کے مناظر اور موجوں سے آسمان اور بادلوں کی خوبصورتی سے لطف اندوز ہوتا ہے، اگر اندھیرا ہی اندھیرا رہتا تو وہ کائنات کی اور کائنات کی چیزوں کی خوبصورتی کو دیکھ اور سمجھ ہی نہیں سکتا تھا، اس کو تو بس اندھیرے میں آگ جلا کر یا بجلی جلا کر زندگی گذارنا پڑتا تھا، دن کی روشنی ہی کی وجہ سے وہ تیز رفتار گاڑیاں سڑکوں پر دوڑاتا ہے، روشنی نہ ہوتی تو اسے ہمیشہ چوری ڈکیتی کا خطرہ لگا رہتا، اندھیرے کی وجہ سے ہمیشہ اس کو زہریلے جانوروں کے کاٹنے کا خطرہ لگا رہتا تھا اور اندھیرے کی وجہ سے وہ کسی چیز کی پاکی اور صاف ستھرائی کو نہیں دیکھ سکتا تھا اور نہ پاک صاف رہ سکتا تھا، اس کی زندگی ایک قید خانہ کی زندگی ہو جاتی۔

☆ دن کے اجالے ہی کی وجہ سے بہت ساری مخلوقات اپنی آنکھوں کا استعمال کر سکتی ہیں، اگر سورج کی روشنی نہ ہوتی اور صرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا تو تمام جاندار آنکھیں رکھ کر بھی اندھے ہی اندھے ہوتے، اللہ تعالیٰ نے یہ نظام بنایا کہ جب سورج کی روشنی جانداروں کی آنکھوں کو چھوتی ہے تو جاندار اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں ورنہ اگر روشنی نہ ہو تو جانداروں کی آنکھوں کو نظر ہی نہیں آتا، جس طرح اندھیری کوٹھری میں انسان آنکھیں رکھ کر اندھا بنا رہتا ہے اسی طرح تمام جاندار اندھے بنے رہتے اور ٹٹول ٹٹول کر یا آگ کی روشنی میں چلتے پھرتے تھے، اس لئے جانداروں کے لئے روشنی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر چیز کا جوڑا جوڑا بنایا ہے، چنانچہ دن کو رات کا جوڑی دار بنایا اور دونوں کو ایک دوسرے کی بالکل ضد بنایا، ایک میں اجالا ہی اجالا رکھا اور دوسرے میں اندھیرا ہی اندھیرا رکھا۔

☆ انسان اور جانور مختلف حادثات اور تکالیف سے گذرتے ہیں ان کے ماں باپ یا بچے موت کا شکار ہو جاتے ہیں، رات کی وجہ سے انسان اور دوسرے جاندار نیند لے لے کر اپنے غم کو بھولتے رہتے ہیں ورنہ اگر صرف دن ہی دن ہوتا تو غم کا بھولنا مشکل رہتا۔

☆ اللہ تعالیٰ رات اور دن کو جنت اور دوزخ کی مثال بھی بنایا، دوزخ میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا اور جنت میں اندھیرا نہیں بلکہ اجالا ہی اجالا ہوگا، گویا رات کو بنا کر دنیا میں دوزخ کے اندھیرے کی مثال انسانوں کے لئے رکھی ہے تاکہ انسان رات کی تاریکی اور دنیا کے اندھیرے سے جہنم کے اندھیرے کو سمجھ سکے، اگر رات میں اندھیرا اور تاریکی نہ ہوتی تو انسان کو

جہنم کا اندھیرا سمجھنا مشکل ہوجاتا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دنیا کی جنتری اور کیلنڈر بنایا ہے جس کی مدد سے انسان دنوں، مہینوں، سالوں کا حساب کرسکتا ہے اور دنیا کے پورے کاروبار اسی چاند کی گردش سے چل رہے ہیں، اس کو ہم انشاء اللہ آگے سمجھائیں گے۔

☆ دن اور رات ہی کی وجہ سے تمام جانداروں کے کھانے پینے کے اوقات اللہ نے مقرر کئے ہیں، انسان پابندی کے ساتھ صبح، دوپہر اور شام کی بھوک محسوس کرکے اپنی غذا کھاتا ہے اور دوسرے تمام جاندار بیداری کی حالت میں اپنے حساب سے غذا کھاتے رہتے ہیں، اگر رات نہ ہوتی تو وہ دن کی طرح ۲۴ر گھنٹے غذا کھاتے ہی رہتے اور بیمار ہوجاتے، رات کے آجانے سے ان کو اپنی غذا ہضم کرنے کا موقع ملتا ہے اور معدہ صحیح کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ انسانوں کیلئے ۱۲ر گھنٹوں میں تین وقت کھانا کھانے اور بارہ گھنٹوں میں بھوکے رہنے کا طریقہ ہماری اچھائی کے لئے بنایا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جانداروں اور خاص طور پر انسانوں کے لئے غذا کا اتنا ہی انتظام رکھا جتنا ان کے جسم اور معدہ کے لحاظ سے ضرورت تھی، غذا جسم کو اتنی ہی دی جاتی ہے جتنی وٹامن کی ضرورت ہے، اگر وٹامن زیادہ ہوجائیں تب بھی نقصان ہوتا اور وٹامن کم ہوجائیں تب بھی نقصان ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ۲۴ر گھنٹوں میں سے بارہ گھنٹوں میں تین وقت کے کھانے کا نظم رکھا، باقی بارہ گھنٹوں میں کچھ گھنٹے معدہ کو خالی رکھتا اور کچھ گھنٹے نیند کی حالت میں رکھتا ہے، چنانچہ جاندار سوجاتے ہیں تو ان کو غذا کی ضرورت باقی نہیں رہتی، گویا اللہ اکثر جانداروں کے جسموں کی مشین کو نظام ربوبیت کے ذریعہ ۱۲ر گھنٹوں میں تین مرتبہ غذا کھلا کر باقی بارہ گھنٹوں میں غذا بند کرکے اس کو آرام دیتا ہے، اگر دن ہی دن ہوتا تو انسان کو مزید تین وقت کا کھانا کھانا پڑتا اور اس کی صورت خراب ہوجاتی، اکثر انسان رات کے وقت جب بیدار رہتے ہیں تو بھوک محسوس کرتے ہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے صرف دن کے اوقات اور پھر حالت بیداری ہی میں کھانے کے اوقات مقرر کئے، رات نہ ہوتی صرف دن ہی دن ہوتا تو تمام جانداروں کو دن کی طرح ۲۴ر گھنٹے غذا ہی کی تلاش میں پھرتے رہنا پڑتا، گھروں میں عورتوں کو بار بار غذاؤں ہی کی تیاری کرتے رہنا پڑتا اور معدوں کو بھی آرام نہیں ملتا تھا۔

☆ دن اور رات کی وجہ سے انسان صبح، دوپہر، شام اور رات کی نعمتوں کا مزہ اٹھاتا ہے،

اگر صرف دن ہی دن ہوتا تو کبھی صبح، دوپہر، شام اور رات کا مزہ اسے محسوس نہیں ہوتا، ہمیشہ ایک ہی طرح کا دن رہتا، انسانوں کو رات کی وجہ سے دن کی اہمیت معلوم ہوتی ہے اور اگر صرف دن ہی دن ہوتا تو دن اور رات کی اہمیت اور فرق ہی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کی گردش ہی کی وجہ سے دنیا میں سردی، گرمی اور برسات کے موسم بنائے، اگر سورج چاند گردش نہ کرتے تو دنیا میں ہمیشہ ایک ہی موسم رہتا یا تو گرمی ہی گرمی یا پھر سردی ہی سردی رہتی، سردی، گرمی اور برسات کی وجہ سے انسان ان موسموں کے مزے لوٹتا ہے اور جانداروں کے جسموں کی پرورش کے لئے سردی، گرمی اور برسات ضروری تھی، موسموں کی وجہ سے جانداروں کو سردی، گرمی اور برسات کی نعمتیں محسوس ہوتی ہیں اور ان نعمتوں کا احساس زیادہ بڑھتا ہے، مخلوقات خاص طور پر جانداروں کی پرورش اور ربوبیت میں ان موسموں کی وجہ سے بہت بڑی مدد ملتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کی روشنی کی خاصیت بھی الگ الگ رکھی ہے، سورج کی روشنی سے گرمی اور چاند کی روشنی سے ٹھنڈک کی نعمتوں کا احساس زیادہ پیدا ہوتا ہے، سرد علاقوں میں جب سورج مہینوں غائب رہنے کے بعد طلوع ہوتا ہے تو لوگ بے انتہاء خوشی اور مسرت سے سورج کی روشنی اور گرمی لینے کے لئے میدانوں اور سڑکوں پر نکل آتے اور عید مناتے ہیں، اسی طرح گرم علاقوں میں جہاں مہینوں بارش نہیں ہوتی جب برسات ہوتی ہے تو لوگ دیوانے بن کر برسات میں بھیگتے اور برسات کی لذت اٹھاتے اور ٹھنڈک کے لئے ترستے ہیں گویا سورج کا کم زیادہ ہو کر طلوع و غروب ہونے میں انسانوں کو سردی اور گرمی کی نعمتوں کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی اس حکمت پر بھی غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو موسم دنیا میں بنائے ان میں سردیوں کی راتیں بڑی اور دن چھوٹے رکھے اور گرمیوں کے دن بڑے اور راتیں چھوٹی رکھیں اس لئے کہ مخلوقات کے خالق کو یہ بات معلوم ہے کہ اس کی مخلوق سردی میں جلدی سے لحاف میں چلی جائے گی، گرم کپڑوں اور گرم غذاؤں کا استعمال کر کے اپنے جسموں کو گرمی پہونچائے گی، اس کے برعکس گرمی کو برداشت کر سکتی ہے اور دیر تک محنت کر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے موسم بنائے یہاں تک کے صبح کا موسم الگ، دوپہر کا موسم الگ، شام کا موسم الگ، اگر صبح سے شام تک ایک ہی قسم کا موسم ہوتا اور اچانک دن نکلتا اور اچانک رات آتی تو انسان بیزار

ہو جاتا، اس کو تکلیف ہوتی، اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ دن ختم کر کے رات لاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ رات ختم کر کے دن لاتا ہے، یہی حال مغرب کے وقت کی رات الگ درمیانی شب کی رات الگ اور صبح صبح سویرے کی رات الگ رکھی۔

☆ اگر اللہ تعالیٰ صرف دن ہی دن رکھتا اور رات نہ رکھتا تو انسان آسمان کی رات کی خوبصورتی اور سماں کو کبھی نہ دیکھ سکتا تھا، تاروں کی چمک سے کبھی لطف اندوز نہیں ہو سکتا تھا، دن اور رات کی وجہ سے آسمان کی لذت رات کے وقت الگ اور دن کے وقت الگ الگ اٹھاتا ہے اور اپنی آنکھوں کو سکون دیتا رہتا ہے، رات کی وجہ سے چاند اور تاروں کے سماں کی خوبصورتی سے انسان خوب لطف اندوز ہوتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے بارہ گھنٹوں کا دن اور بارہ گھنٹوں کی رات بنایا، اسی رات اور دن کی وجہ سے دنیا کے پورے کاروبار چل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ خالق ہونے کے ناطے یہ جانتا ہے کہ انسان دنیا میں جانے کے بعد اپنے تمام کاروبار حساب کتاب سے کرے گا، حساب کتاب کے بغیر وہ دنیا میں کچھ بھی نہیں کر سکے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے انسانوں کو یہ صلاحیت عطا فرمائی کہ وہ اپنے دنیوی کاروبار کرنے کیلئے انہی بارہ گھنٹوں کے دن اور بارہ گھنٹوں کی رات سے فائدہ اٹھا کر گھڑیاں اور جنتریاں بنایا، اللہ تعالیٰ نے چاند کو دنیا کا کیلنڈر بنایا، چاند سورج کی طرح یکدم پورا کا پورا طلوع نہیں ہوتا بلکہ وہ سورج کے بالکل خلاف ہر مہینے کے ابتدائی دنوں میں تھوڑا تھوڑا نکلتے ہوئے طلوع ہوتا ہے، سورج ہر روز پورا کا پورا ظاہر ہوتا رہتا ہے مگر چاند ایسا نہیں نکلتا، جب مہینہ شروع ہوتا ہے تو چاند کھجور کی ڈالی کی طرح باریک نظر آتا ہے پھر آہستہ آہستہ ہر دن نکلتا ہوا موٹا بنتا ہے اور آدھا ہی نظر آتا ہے جب پندرہ دن مکمل ہو جاتے ہیں تو پورا گول نظر آتا ہے پھر کم ہوتے ہوتے آہستہ آہستہ غائب ہونا شروع ہو جاتا ہے، اس سے انسان ایک ایک دن کی گنتی کر کے ۲۹ / یا ۳۰ / دنوں کی گنتی کرتا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے بارہ گھنٹے کا دن اور بارہ گھنٹوں کی رات بنایا ہے، انسان بھی اسی حساب سے اپنی گھڑیاں اور جنتری تیار کیا ہے اور گھڑیوں میں ایک سے بارہ تک ہی ہندسے رکھے ہیں اور کیلنڈر میں ۲۹۔ یا۔ ۳۰ / دنوں ہی کا حساب رکھا ہے، جو لوگ چاند کے حساب سے اپنی جنتری نہیں چلاتے وہ شمسی نظام پر اپنے مہینوں کو ۳۰۔ یا۔ ۳۱ / دنوں کا بنالئے ہیں اور مہینوں کو جنوری، فبروری وغیرہ کے انگریزی مہینوں سے یاد کرتے ہیں،

چنانچہ دنیا میں ایک کیلنڈر شمسی نظام پر اور ایک کیلنڈر قمری نظام پر بنایا گیا، حالانکہ قمری نظام ہی صحیح طریقہ سے تاریخ اور مہینوں کی گنتی بتلا سکتا ہے، شمسی نظام میں ہر مہینہ اور ہر موسم ایک ہی جگہ برقرار رہتا ہے، مثلاً برسات کا موسم اگر جون میں آئے تو وہ شمسی مہینہ کے لحاظ سے ہمیشہ جون ہی میں آئے گا، قمری مہینہ کے حساب سے اگر رمضان اس سال برساتی مہینہ جون میں آئے تو آئندہ سال گیارہ دن کے فرق سے آئے گا، غرض انسان اللہ تعالیٰ کے تخلیقی نظام کے مطابق اپنی گھڑیوں کو ۱۲ر گھنٹوں کی گھڑی بنا کر اس میں صرف بارہ ہندسے ایک سے بارہ تک رکھے اور کیلنڈروں کو چاند اور سورج کے حساب سے ۲۹، ۳۰ر یا ۳۱ر دنوں کا ہی رکھا، جس کی وجہ سے انسان اپنے دنیوی اوقات کو سال، مہینوں، ہفتوں، دنوں، گھنٹوں، منٹوں، سیکنڈوں میں تقسیم کر سکا۔

ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے ذریعہ رات اور دن بنا کر کیسی حکمت رکھی ہے، اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھئے کہ اس نے انسانوں کو یہ توفیق اور فہم دیا کہ وہ اپنے دنیوی اوقات کو منٹوں اور سیکنڈوں میں تقسیم کرے اور پھر گھنٹوں میں تقسیم کرے، منٹوں، سکنڈوں اور گھنٹوں کے تو نام نہیں رکھا البتہ اللہ کی توفیق سے بارہ گھنٹے رات اور بارہ گھنٹے دن گذرتے ہی اس کو ۲۴ر گھنٹوں کی ایک تاریخ بنا دیا اور اس کو ایک نام دیدیا، اس طرح اس نے ہفتہ کے سات دن بنائے اور ساتوں دنوں کے نام رکھے، مثلاً پہلا دن جمعہ سے شروع ہوتا ہے تو جمعرات پر پورے سات دن مکمل ہو کر ہفتہ بنتا ہے اور پھر نیا ہفتہ نئے جمعہ ہی سے شروع ہوتا ہے، اس طرح چار ہفتے یا ۲۹۔ یا۔ ۳۰ر دن گذرنے کے بعد ایک مہینہ بنایا اور اس مہینہ کو محرم، صفر یا جنوری، فبروری کے نام دئے اور پھر اس طرح بارہ مہینے مکمل ہونے پر ایک سال کا حساب لیتا ہے اور پھر نئے مہینے سے اپنا نیا سال شروع کرتا ہے اور سو سال مکمل ہونے کے بعد ایک صدی کا حساب کرتا ہے۔

اس تشریح سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دن اور رات ہی کے نظام کی وجہ سے انسان دنوں کو سات دنوں میں اور مہینہ کو ۳۰ر دنوں میں اور سال کو بارہ مہینوں میں اور صدی کو سو سالوں میں تقسیم کر کے ان کے نام دئے، چنانچہ دنیا کی ہر قوم اپنی اپنی زبان میں دنوں اور مہینوں کو ناموں ہی سے یاد رکھ سکتی ہے۔

اس تشریح سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اسی رات اور دن سے انسان اپنی اور اپنی اولاد کی عمروں کو یاد رکھتا ہے اور اس کے تمام کاروبار اسی دنوں، تاریخوں، مہینوں سے چلتے ہیں۔

☆ دنیا کے تمام ملازمین کو اسی رات اور دن کے حساب کے ذریعہ اجرت اور تنخواہیں دی جاتی ہیں اور نوکریوں سے علحدہ کر کے وظیفہ دیا جاتا ہے۔

☆ دنیا کی تمام حکومتوں کے الیکشن اور پلان اور کاروبار اسی رات اور دن کی تاریخوں سے چلتے ہیں، ملازمین کو دفتروں اور عدالتوں، اسکول اور کالجوں کو چھٹیاں اور آرام اسی رات اور دن کی تاریخوں سے دیا جاتا ہے، جیسے پوری دنیا میں اتوار یا جمعہ کو تعطیل دی جاتی ہے۔

☆ گذرے ہوئے واقعات کو اسی دن اور رات کی تاریخوں سے یاد رکھا جاتا ہے، مثلاً شادی بیاہ اور موت وحیات کو تاریخوں اور دنوں ہی سے یاد رکھا جاتا ہے۔

☆ ملکوں کا آپس میں لین دین اور حساب کتاب دفاتر کی آمدنی اور خرچ کمپنیوں کا حساب اسی دن اور رات کی تاریخوں سے یاد رکھا اور لکھا جاتا ہے۔

☆ نمازوں کا اہتمام بھی انہی دن کے اوقات کو جان کر کیا جاتا ہے۔

☆ روزوں کا اہتمام انہی دن اور رات کے حساب سے مہینہ مقرر کر کے کیا جاتا ہے۔

☆ حج کا اہتمام بھی مہینے کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔

☆ دنیا میں ہوائی جہاز، ریل گاڑیوں کے اوقات مقرر ہونے سے لوگ انہی دنوں اور اوقات میں اپنے سفر کا پروگرام بناتے اور اسی اعتبار سے ہوائی اڈے اور ریلوے اسٹیشن پر پہنچتے ہیں۔

☆ اگر دنیا میں صرف دن ہی دن ہوتا تو انسان نہ دنوں کے نام رکھ سکتا تھا اور نہ دنوں کو سات دنوں میں تقسیم کر سکتا تھا اور نہ دنوں کا حساب کر سکتا تھا اور نہ مہینوں کا حساب کر کے سال کا اندازہ لگا سکتا تھا، اگر صرف دن ہی دن ہوتا تو دنیا میں کوئی تاریخ ہی مقرر نہ ہوتی اور لوگ یہ نہیں بتلا سکتے تھے کہ آج کونسی تاریخ اور کونسا دن ہے، وہ منٹوں، سکنڈوں اور گھنٹوں کے نام رکھنے سے مجبور رہتے۔

کسی مزدور سے مزدوری کے اوقات ہی مقرر نہ ہوتے اور دنیا میں گھڑیالوں اور کیلنڈروں کا سسٹم ہی نہ ہوتا، اگر انسان موٹر اور موٹر سائیکلوں کی طرح گھنٹوں کے میٹر رکھتا تو پھر سورج کی ابتداء کے پہلے گھنٹے سے میٹر رکھنا پڑتا تھا جبکہ سورج اور چاند کی ابتدء کا حال ہی کسی کو نہیں معلوم، گھڑیالوں اور میٹروں میں لاکھوں کروڑوں کے ہندسے رکھنا پڑتا تھا جو ناممکن بات ہے، صرف دن ہی دن کی وجہ سے دنیا میں کوئی تاریخوں کو معلوم کرنے کی جنتری اور کیلنڈر رہی نہ

ہوتا، جس طرح جانور تاریخوں، دنوں، مہینوں اور سالوں سے واقف نہیں ہوتے بالکل اسی طرح انسان بھی زندگی گذارتا، ایک گمنامی کی زندگی ہوتی، اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو دن اور رات کی تاریخوں سے بہت زیادہ جوڑ دیا ہے اور وہ اسی دن اور رات کی وجہ سے اپنی عمروں کا اپنی تعلیم گاہوں کا، اپنی حکومتوں کا، اپنے دفاتر اور عدالتوں کا، اپنی تجارت کے لین دین کا، اپنی شادی بیاہ کا، اپنی موت وحیات کا باقاعدہ حساب کتاب کے ذریعہ کاروبار انجام دیتا ہے، کسی انسان کو نوکری پر رکھنا اور سال بھر کی آمدنی اور خرچ کا حساب کرنا مشکل رہتا، دنیا کی تمام حکومتوں کا چلنا مشکل رہتا، سب کچھ چوپٹ ہوجاتا، دنیا کے تمام اسکول، کالج، دفاتر، کمپنیاں، دکانیں سب کچھ اسی اوقات کے مقرر کرنے سے چلتے ہیں، اس کے برعکس جانوروں کو دنیا میں نہ دفتر چلانا ہے، نہ اسکول اور کالج چلانا ہے، نہ حکومتیں چلانا ہے نہ عدالتیں چلانا ہے نہ کسی مجرم کو سزا کیلئے قید کرنا ہے، نہ نوکری کرنا ہے نہ لین دین اور کاروبار کرنا ہے نہ وعدے کرنا ہے نہ کسی کو وظیفوں پر بھیجنا ہے نہ عمریں یاد رکھنا ہے نہ دفاتر اور کاروبار کا حساب کتاب کرنا ہے، اس لئے جانوروں کو نہ تاریخوں کی ضرورت ہے نہ سال، مہینے اور ہفتوں کی ضرورت ہے اور نہ دنوں کے ناموں کی ضرورت ہے، وہ بس دن کے اوقات میں اللہ کی طرف سے رکھی گئی غذا ڈھونڈ لیتے اور بچے پیدا کرتے اور پالتے، اس لئے ان کو صرف دن اور رات سے جتنا فائدہ حاصل کرنا ہے کرلیتے ہیں، تاریخوں اور مہینوں کی ضرورت تو انسانوں کو ہے۔

☆ اگر صرف دن ہی دن ہوتا تو ہر جاندار ہر رات کے بعد ہر نئی صبح جس طرح ایک نئی توانائی اور تازگی کے ساتھ اپنی زندگی کی جدوجہد کرتا ہے وہ نہیں کرسکتا تھا، مسلسل دن ہونے کی وجہ سے زندگی جانداروں کیلئے بور ہی بور ہوجاتی اور زندگی گذارنے میں چاہت، دلچسپی اور مزا نہ ہوتا جس طرح انسان مسلسل دو چار دن بغیر آرام کے نوکری اور تجارت کرنے سے بیزار ہوجاتے ہیں، ویسا ہی صرف دن ہی دن رہنے سے انسان دنیا کی اس زندگی میں بیزار ہوجاتے تھے، دن اور رات کی وجہ سے ہر صبح کو ایک نئی صبح اور ہر رات کو ایک نئی رات تصور کرتے ہیں اور ان کو زندگی گذارنے میں لطف ومزہ آتا ہے، ہر روز ایک نئی جدوجہد کے ساتھ کام شروع کرتے ہیں۔

☆ ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے رات پیدا کرکے مخلوقات پر کتنا بڑا فضل واحسان کیا ہے، انسان اور دوسرے تمام جاندار دن بھر مسلسل محنت کرکے تھک جاتے ہیں ان کی تھکان کو دور

کرنے اور تازگی پیدا کرنے کے لئے نیند کا ہونا بہت ضروری تھا اور وہ نیند ان کو دن کی روشنی میں نہیں بلکہ رات کی تاریکی اور خاموشی میں چاہئے تھی، اگر صرف دن ہی دن ہوتا اور مخلوقات اگر دن کے اجالے میں چاہے کتنی ہی دیر نیند لے لیتے تو ان کو وہ تازگی پھرتی اور سکون نہیں ملتا جو رات کی تاریکی میں اور چاند کی روشنی میں نیند لینے سے ملتا ہے، جس کی عام مثال اکثر لوگ دن کے اجالے میں سوکر مزید اپنے آپ کو سست، تھکا ہوا ہی محسوس کرتے ہیں، نیند اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، ہر چند گھنٹوں کی محنت کرنے کے بعد جاندار رات کی نیند کے ذریعہ تازہ دم ہوجاتے اور ان کو اپنی زندگی کی سرگرمیوں کو جاری رکھنا آسان رہتا ہے۔

جانداروں پر نیند کا ایک خاص وقت پر غلبہ آنا اور پھر نیند سے ایک خاص وقت پر بیدار ہوجانا یہ کوئی اتفاقی چیز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اللہ کی حکمت کا ایک منصوبہ، تدبیر اور احسان ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔ یہ کمال صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کسی کو بھی زندہ رکھتے ہوئے حالت زندگی میں بھی کچھ دیر کے لئے موت دے سکتا ہے اس لئے کہ وہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ اس جیسی قدرت والا کوئی نہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کیسا حکیمانہ نظام ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین وآسمان کی تخلیق اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقلمندوں کے لئے بے انتہاء نشانیاں ہیں۔

☆ رات اور دن کا مسلسل اور بار بار آنا اور ان پر چاند گہن اور سورج گہن کا آنا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ زمین، سورج، چاند، ستارہ پر ایک ہی خدا کی حکومت ہے جو اپنی مخلوقات کی پرورش کے لئے ان کو ایک خاص نظام اور حکمت کے ساتھ چلا رہا ہے۔

☆ سائنسی تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ دھوپ انسانی صحت کے لئے مفید ہے، دھوپ میں اللہ تعالیٰ نے جاندراوں کے لئے وٹامن ڈی چھپا رکھا ہے جو سرطان (کینسر) سے محفوظ رکھتا ہے اور امراض قلب سے بچاتا ہے، کئی بیماریاں مثلاً ذیابطیس، مسوڑھوں کی بیماری Arthritis اسی وٹامن ڈی سے دور ہوسکتے ہیں، موجودہ زمانہ میں اس بات پر بھی ریسرچ کیا جارہا ہے کہ شاید وٹامن ڈی سے دل کے امراض اور سرطان (کینسر) کی مخصوص اقسام کا علاج کیا جائے، وٹامن ڈی جانداروں کی ہڈیوں کی نشو ونما میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اگر جانداروں کے جسم میں وٹامن ڈی نہ ہو تو ہڈیوں میں کیلشیم جذب نہیں ہوسکتا، موجودہ زمانہ میں اسے وٹامنوں میں سرفہرست رکھا

گیا ہے، وٹامن ڈی دھوپ میں جتنا زیادہ ملتا ہے اتنا دنیا کی تمام غذاؤں سے نہیں ملتا، سائنسدانوں کی تحقیق ہے کہ جن ممالک میں سورج کم نکلتا ہے وہاں آنتوں کے سرطان کی شرح دوگنی ہوتی ہے، سرطان (کینسر) اور وٹامن ڈی کی کمی کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے، سرطان (کینسر) کے بیشتر اقسام کے جنم لینے میں سب سے بڑا ہاتھ بدن انسانی میں وٹامن ڈی کی کمی کا ہے، دھوپ میں زیادہ وقت گذارنے والے دھوپ سے دور رہنے والوں کے مقابلہ زیادہ جی پاتے ہیں، وٹامن ڈی کی وجہ سے ہائی بلڈ پریشر سے بچا جاسکتا ہے، امراض قلب اور ہائی بلڈ پریشر کی شکایت زیادہ ان علاقوں میں پائی گئی جہاں سورج زیادہ نہیں نکلتا، کیلشیم اور وٹامن ڈی کے میل سے خون کا دباؤ کم کیا جاسکتا ہے، وٹامن ڈی کی کمی کی وجہ سے جانداروں کے جسم میں امراض کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور وٹامن ڈی کی کمی سے مسوڑھوں کا بھی مرض پیدا ہوتا ہے، ماہرین طب کا کہنا ہے کہ سرد علاقوں میں جہاں سورج کم نکلتا ہے لوگوں کو وٹامن ڈی کی گولیاں استعمال کرنا چاہئے، پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ گولیوں کی بہ نسبت دھوپ سے وٹامن ڈی لینا ایک فطری عمل ہے، اس عمل سے وٹامن ڈی کی جسم میں زیادتی نہیں ہوتی، کم سے کم ہفتہ میں تین دن دھوپ کی شعاعوں کو جسم میں جذب کیا جائے تو بلڈ پریشر بھی صحیح رہتا ہے، دس سے پندرہ منٹ دھوپ میں بیٹھنے سے انسانی جسم کی یہ ضرورت پوری ہوجاتی ہے اور وٹامن ڈی کی مناسب مقدار مل جاتی ہے، مقدار پوری ہوجانے کے بعد جلد خود دھوپ کو جذب نہیں کرتی، اس کی مقدار زیادہ ہوجائے تو جسم کو نقصان ہوتا ہے، اس لئے قدرت نے خود یہ انتظام کردیا ہے، دھوپ کی شدت کم ہو تو ذرا زیادہ دیر تک دھوپ میں رہیں اور بالکل سیاہ رنگ والے بھی کچھ زیادہ دیر تک دھوپ میں رہیں اس لئے کہ سیاہ جلد جلد دھوپ سے وٹامن ڈی کو جذب نہیں کرتی۔

ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے سورج پیدا کیا پھر سورج کی روشنی اور دھوپ میں انسانوں کے لئے کیسے کیسے انتظامات کر کے ربوبیت کررہا ہے ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ‘‘ بیشک وہی تعریف اور شکر کے لائق ہے اس جیسا خالق کوئی نہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

☆ جانداروں کے اعضاء اور بال رات ہی میں بڑھتے ہیں، اگر انسان اپنے سر اور چہرہ کے بال نکال دے تو وہ رات ہی میں پھر جلد سے ظاہر ہوتے ہیں، اگر سورج کی روشنی اور گرمی نہ ہوتی تو زمین پر نباتات کا اگنا، بڑھنا، پرورش پانا ممکن نہ تھا، زمین کے اطراف ہوا کا جو

غلاف ہے جسے "O" زون (O^3) کہتے ہیں موجودہ زمانہ میں زمین پر فیکٹریوں، مشینوں اور تیز رفتار سواریاں سے پولیوشن اوپر جا کر "O" زون میں شگاف پیدا کررہے ہیں جس کی وجہ سے انسانی جلد سورج کی ان شعاعوں سے خراب ہوکر متاثر ہورہی ہے، سورج کی شعاعیں Ultra voilet جو جلد کے لئے مضر ہیں ہوا کی سطح "O" زون روکتی ہے اس "O" زون کی پرت پھٹنے سے زمین پر آرہی ہیں اور جلد کینسر پیدا کرتی ہے، خاص کر ان بے حیاء لوگوں میں جو سمندر کے قریب برہنہ پڑے رہ کر دھوپ سینکتے ہیں۔

☆ اسی طرح خالق کائنات نے زمین کو آسمان کی طرح سپاٹ اور مسطح نہیں بنایا بلکہ جگہ جگہ پہاڑی سلسلہ اور فلک بوس پہاڑ میخ کی طرح گاڑ دئے ہیں جو زمین کو ہلنے نہیں دیتے، جس کی وجہ سے انسان سکون کے ساتھ اس زمین پر زندگی گذار رہا ہے، اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین ہمیشہ جھولے کی طرح جھولتی رہتی تھی اور اس پر آبادی مکانات بنانا اور سواریوں کو دوڑانا، انسانوں کا چلنا پھرنا، بھاگنا مشکل ہوجاتا تھا، انہی پہاڑوں سے اللہ تعالیٰ بارش کے برسنے اور برف کے جمع ہونے کا بھی تعلق رکھا ہے، دریاؤں کی پیدائش اور زرخیز وادیوں کا اور گھنے جنگل اور معدنیات اور طرح طرح کے پتھروں کے نکلنے کا ذریعہ بھی بنایا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" بیشک وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۔

نباتات میں صفت تخلیق، صفت ربوبیت، صفت مصوری اور صفت حکمت پر غور کیجئے

اللہ تعالیٰ مخلوقات کی ضرورتوں کو پورا کرنے اور ان کی ربوبیت کرنے کے لئے نباتات کو پوری زمین میں پیدا فرمایا اور ان میں اپنی بہت ساری صفات کو سمجھایا ہے، نباتات میں میوؤں پھل پھلاری کے پودے اور درخت الگ ہیں، غلہ اناج کے پودے الگ ہیں، ترکاریوں کے پودے الگ ہیں، جڑی بوٹیوں کے پودے الگ ہیں، کپاس کے درخت الگ ہیں، انسان جو لکڑی گھروں میں استعمال کرتا ہے ان کے درخت الگ ہیں، صرف سایہ دار درخت الگ ہیں، پھولوں کی بیلیں اور پودے الگ ہیں، صحتمند اور ٹھنڈی ہوا پہنچانے والے نیم کے درخت الگ ہیں، غرض ہزاروں اقسام کے پودے اور درخت زمین پر اگایا ہے، مگر یہ اللہ

تعالیٰ کی تخلیق کا کمال ہی کمال ہے کہ تمام درخت اور پودے اور بیلیں ایک ہی زمین، ایک ہی پانی اور ایک ہی ہوا سے پرورش پاتے ہیں، مگر ہر قسم کے درخت اور پودے کا پھل دوسرے درخت سے بالکل علٰحدہ، ایک درخت کا پتہ دوسرے درخت کے پتے سے علاحدہ یہاں تک کہ ایک قسم کے درخت کی خاصیت دوسرے سے علاحدہ اللہ تعالیٰ نے بنائی، اللہ تعالیٰ نے کسی کو سایہ دار درخت بنایا، کسی کو پھل دار، کسی کو ہوا دار جیسے نیم اور کسی کو پتے دار جیسے پیپل وغیرہ ہوتا ہے بنایا اور کسی کو کانٹے دار درخت بنایا تاکہ انسان حفاظت کے لئے باڑھ لگا سکے اور کسی کو خوبصورتی اور رونق کیلئے رنگین پتوں اور پھولوں والا بنایا تاکہ انسان اپنے گھروں، باغوں اور چمن کو زینت دے سکے اور کسی کو خوشبودار درخت جیسے رات کی رانی وغیرہ بنایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال ہی کمال ہے کہ وہ کسی درخت سے سوکھا پھل بادام، اخروٹ نکالتا ہے اور کسی درخت سے رس دار پھل جیسے آم، انار، موسمی، سنترہ، انگور، لیمو نکالتا ہے اور کسی درخت سے مغز دار پھل جیسے بیر، سپوٹا، کیلا، سیب، جام نکالتا ہے، کسی درخت سے دانے دار پھل نکالتا ہے اور کسی درخت سے بے دانہ پھل نکالتا ہے، کسی پھل میں مٹھاس جیسے کھجور، گنا اور کسی درخت سے بالکل کھٹا جیسے املی کا پھل نکالتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، ہر ترکاری ہر پھل اور ہر پتے کا مزہ الگ الگ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے بنایا تاکہ مخلوقات اپنی غذا مزے لے لیکر کھائے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' بیشک اس جیسا خالق کوئی نہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ذرا غور کیجئے انسان جب اپنی غذا کھاتا ہے تو ایک ہی چیز نہیں کھاتا، مثلاً اگر وہ چاول کھاتا ہے تو چاول کے ساتھ دال اور ترکاری بھی کھاتا ہے، اب ذرا غور کیجئے چاول، دال اور ترکاری ہر ایک کا مزہ اللہ تعالیٰ نے الگ الگ بنایا، پھر دال اور ترکاری میں نمک، تیل، ادرک لہسن، مرچ، پیاز، کوتھمیر، گوشت، پانی سب کچھ ہوتا ہے پھر ان تمام چیزوں کے مزے اللہ تعالیٰ نے الگ الگ بنائے، ذرا غور کیجئے سوائے انسان کے دوسرے جانداروں کو اللہ تعالیٰ غذا میں اتنی چیزیں اور اتنے مزے ملا کر ان کا مربّہ بنا کر کھانے کا موقع نہیں دیا، وہ سب چیزیں ملا کر اپنی غذاؤں کو مزیدار بنالیتا ہے، یہ صرف انسان کی تواضع ہے، پھر ترکاریوں میں ہر ترکاری کا مزہ اللہ تعالیٰ نے الگ الگ رکھا ہے جس کا انسان اپنی غذاؤں میں ذائقہ لیتا ہے، پھر غذاؤں کے ساتھ مزے کی خاطر اچار، پاپڑ، دہی، مرکول بھی کھاتا اور میٹھا بھی کھاتا ہے، پھر چائے بھی

پیتا ہے، جانوروں کو یہ سب مزے نہیں ملتے، اسکے باوجود اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ناشکرا بنا رہے تو یہ بہت بڑا کمینہ پن اور احسان فراموشی ہے، اللہ تعالیٰ دوسری مخلوقات کے مقابلہ انسانوں کو اپنی بہت سی نعمتیں استعمال کرنے کے قابل رکھا، دوسری مخلوقات اپنی غذا میں اگر گھاس کھاتے ہیں تو صرف گھاس ہی کھاتے یا پتے کھاتے ہیں تو صرف پتے ہی کھاتے ہیں، گوشت کھانے والا گوشت ہی کھاتا ہے، پھل کھانے والے پھل ہی کھاتے ہیں، بیشک تعریف اور شکر کے لائق اللہ تعالیٰ ہی ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' وہ اگر چاہتا تو دوسری مخلوقات کی طرح انسان کو صرف کسی ایک ہی چیز سے اپنی بھوک مٹانے کے قابل بھی رکھ سکتا تھا اور انسان مختلف چیزوں کو ملا کر ان کے مزے حاصل کرنے کے بجائے کسی ایک چیز مثلاً چاول کھالے یا صرف روٹی کھالے اور بغیر سالن کے یہ چیزیں کھالے تو انسان کو کھانا پڑتا، مگر اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے درخت پودے پیدا کر کے، ان سے مختلف اقسام کی غذائیں نکال کر خاص طور پر انسانوں کو مزے ہی مزے عطا فرمایا، انسان کو یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اگر کبھی سالن میں مرچ نہ ہو یا نمک نہ ہو یا تیل نہ ہوتو ذرا غور کیجئے کہ غذا کا کیا حال بنتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ مختلف قسم کے درختوں سے مختلف اقسام کے پھل نکالتا ہے اور انسان ان کے میٹھے بنا بنا کر کھاتا ہے، پھلوں کو الگ الگ بھی کھاتا اور ان کو ملا کر فروٹ سلاد تیار کرتا اور اپنی زبان کو مزے دیتا رہتا ہے، پھلوں کا رس نکال کر بھی پیتا ہے اور یہ موقع اور یہ سہولت جانوروں کو نہیں، اللہ تعالیٰ انسانوں کے لباس تیار کرنے کیلئے درختوں ہی سے کپاس کی شکل میں دھاگا دیتا ہے جس سے وہ طرح طرح کے لباس بنالیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی درخت میں آگ چھپا رکھی ہے، کسی میں جانوروں کیلئے چارہ چھپا رکھا ہے، کسی درخت میں انسانی ضرورتوں کی چیز، میز کرسی، دروازے، کھڑکیاں چھپا رکھے ہیں، کسی درخت میں تیل چھپا رکھا ہے جیسے زیتون، ناریل، پھلی وغیرہ، سب سے اہم چیز یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں ہی کو انسانوں اور حیوانوں کے جسم سے نکلنے والی گندی ہواؤں کو صاف کرنے کی مشینیں بنایا ہے، جانداروں کے جسم سے چھوڑی ہوئی کاربن ڈائی آکسائیڈ کو درخت استعمال کر کے آکسیجن بنا کر واپس کرتے ہیں جس سے دنیا کی فضاء میں پولیوشن ختم ہوجاتا ہے، غرض اللہ تعالیٰ نے درخت نام کی ایک چیز بنائی اس میں خوبصورت پتے پھول رکھ کر اپنی شان مصوری کو ظاہر فرمایا، ان کو ہواؤں کو صاف کرنے اور پھلوں اور غذاؤں کے نکلنے کا ذریعہ بنا کر ربوبیت

فرما رہا ہے، پھلوں اور غذاؤں میں طاقت وقوت رکھ کر جانداروں کیلئے مختلف وٹامن رکھ کر اور غذاؤں کے ذریعہ کھلا کر اپنی ربوبیت کا اظہار کر رہا ہے اور ان سے جو چیز جس طرح چاہے اور جس موسم میں چاہے نکال کر صفت قادر کو سمجھا رہا ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال ہی کمال ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔ اس جیسا خالق کوئی دوسرا نہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

ذرا یہ بھی غور کیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کیسا کمال ہے کہ ایک چھوٹے سے بیج سے ایک بڑا درخت بناتا ہے اور پھر اس درخت کے ہر بیج سے ایک ایک درخت پیدا کر کے ہزاروں درخت پیدا کرتا ہے، گویا ایک درخت میں کئی کئی باغ چھپے ہوتے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اس جیسی قدرت کسی میں نہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کیجئے وہ مخلوقات کی ربوبیت اور پرورش کرنے کیلئے کسی درخت سے کپاس نکال کر لباس کا انتظام کیا، کسی درخت سے بانس نکال کر کاغذ کا انتظام کیا، کسی درخت سے پٹسن نکال کر ضروریات زندگی کا انتظام کیا، کسی درخت سے ربر کا انتظام کیا، کسی درخت سے گوندھ کا انتظام کیا، کسی درخت سے گنّا نکال کر شکر اور گڑ کا انتظام کیا، کسی درخت کے پھلوں اور بیجوں سے تیل کا انتظام کیا، کسی درخت سے آگ کا انتظام کیا، کسی درخت کے پھولوں سے خوشبو کا انتظام کیا۔

غور کیجئے کہ ہمارا پروردگار کیسی کیسی قدرت والا ہے، بیشک خدا کے کمالات کہیں ختم نہیں ہوتے، انسان ان کا حساب لگانے سے مجبور ہے، مخلوق اس کی نعمتوں کو گن نہیں سکتی۔

اسی طرح غور کیجئے کہ اللہ نے اپنی تخلیق سے ربوبیت کے لئے کسی درختوں سے جڑی بوٹیوں کو پیدا کر کے دواؤں کا انتظام کیا، کسی درخت سے صندل نکال کر خوشبو کا سامان مہیا کیا، کسی درخت سے ریشم کے کیڑے کو پال کر ریشم کا انتظام کیا، کسی درخت کے پتے سے چائے کی پتی، قہوہ اور کافی کا انتظام کیا اور کسی درخت سے لونگ الائچی اور چھالیہ کا انتظام کیا، کسی درخت کی چھال سے دارچینی اور کپفل کا انتظام کیا اور کسی درخت سے پان کے پتے پیدا کئے، کسی درخت کے بیجوں کو مثلاً زیرہ، دھنیا، دالیں، چاول، گیہوں، ادرک لہسن، پیاز وغیرہ کو انسانوں اور جانوروں کی غذا بنا ڈالا، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے درخت کی لکڑی کو

بھی کار آمد بنایا، پتوں کو بھی کار آمد بنایا، پھول اور پھل کو بھی فائدہ مند بنایا، کوئی چیز بیکار نہیں بنائی، بیشک اللہ تعالیٰ جیسی تخلیق کوئی نہیں کرسکتا، وہ اپنی قدرت میں اکیلا ہے، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ انسان اپنے آپ میں اتنا مشغول ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور وفکر کرنے کی اور اللہ کی تخلیق کو سمجھنے کی فرصت ہی نہیں، بس غافل اور بے شعوری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی چیزوں کو استعمال کرتا رہتا ہے، کبھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہوا میں زیادہ مقدار نائٹروجن گیس کی ہے اور اس سے کم آکسیجن کی اور آکسیجن تمام جانداروں کے لئے نہایت ضروری ہے، انسان اور جانور سانس کے ذریعہ آکسیجن اندر لیتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ باہر چھوڑتے ہیں جو زہریلی ہوتی ہے، درختوں کا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے، وہ زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ کھاتے ہیں اور آکسیجن چھوڑتے ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ درختوں کے ذریعہ ہوا میں آکسیجن کی ضروری مقدار قائم رکھتا ہے، آج کل انسان کسی ملک پر حملہ کر کے وہاں کی ہوا کی آکسیجن کو بموں کے ذریعہ جلا دیتے ہیں اور انسانوں و جانوروں کے ہلاک ہونے کا سامان پیدا کردیتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ درختوں کو مٹی سے کافی غذا ملتی ہے لیکن درختوں کی ہزاروں من لکڑی مٹی سے نہیں بلکہ ہوا سے آتی ہے، اس کا خزانہ بھی وہی کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس ہے؟ جب لکڑی جل کر راکھ ہوجاتی ہے تو آپ راکھ کو تولیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کا وزن لکڑی کے اصل وزن کا زیادہ سے زیادہ سات فیصد ہے، باقی وزن ہوا میں چلا گیا یعنی جہاں سے آیا تھا وہیں چلا گیا، جب ہم لکڑی جلاتے ہیں تو ہمیں اس سے گرمی حاصل ہوتی ہے یہ وہی گرمی ہے جو اس نے سورج سے حاصل کی تھی، جس قدر درخت زیادہ ہوں گے اتنی ہی ہوا میں آلودگی کم ہوگی اور گیسوں کی آلودگی ہوا کی اوپری سطح پر زیادہ ہوتی ہے اور درخت اپنے قد وقامت کی وجہ سے اوپری سطحوں پر پاکیزگی کا عمل انجام دیتے رہتے ہیں، غور کیجئے اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے درخت نام کی ایک چیز بنا کر کتنے کام ان درختوں سے لے رہا ہے، بیشک وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اور اس جیسی قدرت کسی میں نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اسی طرح آواز ایک حد سے زیادہ ہوجائے تو انسانوں کی موت واقع ہوسکتی ہے، شہر

کے ہنگاموں کی آواز کی طاقت 80 ڈیسبل کے برابر ہوتی ہے، ڈیسبل وہ پیمانہ ہے جس سے آواز کی تندی و تیزی ناپی جاتی ہے، آواز کی طاقت 125 ڈیسبل پر انسان کو بہرہ بنا دیتی ہے، 180 ڈیسبل کی طاقت پر آواز سن کر کوئی انسان بھی زندہ نہیں رہ سکتا، اللہ تعالیٰ کی قدرت نے درختوں کو اس قابل بنایا کہ وہ اس شور وغل کے ہنگاموں کو کم کرتے ہیں، ایک سو مربع فٹ پر درختوں کی موجودگی سے چھ سے آٹھ ڈیسبل آواز کم ہوتی ہے، اگر زمین پر درخت نہ ہوں تو کوئی شخص زندہ نہیں رہ سکتا غور کیجئے کہ یہ خالق کا کتنا بڑا احسان اور فضل ہے، ان چیزوں پر غور کرنے سے دل کی گہرائیوں سے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' نکلے گا اور آپ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ اللہ جیسی قدرت کسی میں نہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

گرد و غبار کے اثرات بھی درختوں کی موجودگی سے کم ہوتے ہیں، گرد و غبار کے علاقوں میں جب درخت لگا کر دیکھا گیا تو گرد و غبار اور آندھیوں کے اسباب کم ہو گئے، کثرت سے درخت اور جنگلات بارش کا سبب بھی بنتے ہیں، بارش کے بخارات کو ٹھنڈا کرنے میں پہاڑ اور درخت بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں، درخت سطح زمین پر پانی محفوظ کرتے ہیں اور زمین کے نیچے کے پانی کو چوس چوس کر اس کی سطح کو اونچا نہیں ہونے دیتے اور زمین کو سیم (ایک قسم بیماری) سے محفوظ رکھتے ہیں۔

غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کیسے قادر ہے اور وہ اپنی تخلیق سے ایک چیز بنا کر ہزاروں کام اس سے نکالتا ہے اور اپنی مخلوقات کی پرورش کرتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ جیسی قدرت کسی میں نہیں لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰــہُ ۔ وہ اپنی قدرت میں اکیلا اور یکتا ہے، ان تمام باتوں پر ہم غور وفکر کریں گے تو بیساختہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' پکار اٹھیں گے۔

اللہ تعالیٰ حفیظ ہے اور علیم ہے یعنی حفاظت کرتا اور ہر قسم کی جانکاری رکھتا ہے، درختوں کو اپنی حفاظت کرنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے، جب کیڑے ایک درخت کے نرم و نازک اور سرسبز پتوں پر دھاوا بولتے ہیں اور ان کے سبز پتے کتر کتر کر درخت کے شاخوں کو ننگی کئے دیتے ہیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ گھنے درختوں میں سے چند ہی درخت کیڑوں کی اس غارت گری کا شکار ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت نے ایسا انتظام کیا کہ درخت اپنے پتوں سے محروم ہونے کے بجائے کیڑوں سے جنگ لڑتے ہیں اور اس میں مہلک کیمیائی مادوں کا اسلحہ استعمال

کرتے ہیں جو سبز پتوں کو نا قابل ہضم بنا دیتا ہے، وہ مادہ اتنا زہریلا ہوتا ہے کہ حشرات انہیں کھاتے ہی مر جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے درختوں کو خطرہ کا پیشگی احساس ہو جاتا ہے، جب ان کے ساتھ کے دوسرے پودے حشرات کے حملہ سے تباہ ہو رہے ہوتے ہیں تو کیڑوں کی ان تک رسائی سے پہلے ہی ربوبیت الٰہی انہیں زہریلے کیمیائی مادے پیدا کرنے کا موقع عطا کر دیتی ہے، دشمن کے مقابلہ میں یہی ان کا دفاعی ہتھیار رہتا ہے، نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا انتظام دیکھئے کہ درخت ایک خاموش الارم دے کر کیڑے مکوڑوں کے حملہ سے اپنے دوسرے درختوں کو آگاہ کر دیتے ہیں، حملہ کا شکار ہونے والے درخت فضاء میں ایک مخصوص کیمیائی بو کی لہر چھوڑ کر قریبی ساتھی کو خبر دار کر دیتے ہیں، ماہرین حیاتیات کہتے ہیں کہ اسلحہ کی دوڑ عالمی طاقتوں ہی میں نہیں ہے نباتات اور حیوانات کے مابین بھی جاری ہے، ایک درخت کوئی زہریلا دفاعی اسلحہ پیدا کرتا ہے، کیڑے اس کا توڑ ڈھونڈ لیتے ہیں، اب درخت کے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو وہ نیا کیمیائی ہتھیار بنا لے یا ہلاک ہو جائے، غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کیسی عجیب اور انوکھی ہے، بیشک ایسی قدرت کسی میں نہیں۔

درختوں سے نکلنے والے پھولوں اور پھلوں پر غور کیجئے! اللہ تعالیٰ کسی درخت سے گلاب کے خوبصورت خوبصورت مختلف رنگ کے پھول پیدا کرتا ہے اور کسی درخت سے چنبیلی اور موتیا کے پھول اور کسی درخت سے رات کی رانی کے پھول اور پھر ان میں اتنی زیادہ خوشبو رکھتا ہے کہ انسان عطر اور پرفیوم میں بھی اتنی خوشبو پیدا نہیں کر سکتا، عطر اور پرفیوم میں کچھ دیر خوشبو رہتی ہے مگر پھولوں کی خوشبو تو ان کے سوکھنے تک برقرار رہتی ہے، اللہ تعالیٰ ان ہی درختوں سے بعض پھول مختلف رنگوں والے پیدا کرتا ہے یعنی ان کی پتیوں میں مختلف رنگ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے پھول پیدا کر کے انسانوں کی عورتوں کو زینت کا موقع عطا فرمایا، دوسری کوئی مخلوق زینت حاصل نہیں کر سکتی اور نہ پھولوں کو استعمال کر سکتی ہے، پھول دراصل درختوں اور پودوں پر خوبصورتی کا اضافہ کرتے ہیں، ہر پھول اپنے اپنے درختوں اور پودوں پر ایک خاص کشش رکھتا ہے اور اوپر سے دیکھنے پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر سجے سجائے گلدستے گڑے ہوئے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ درختوں سے جو پھل نکالتا ہے ان میں انار، موسمی، سنگترہ پر غور کیجئے! موسمی اور سنگترہ کے رس کو باقاعدہ چھوٹی چھوٹی جھلّیوں میں بوتلوں کی شکل میں محفوظ کر کے پھر

ان پر موٹی جھلی چڑھا کر اور پھر موٹے پوست کے اندر محفوظ کر کے انسانوں کو دیتا ہے اور ایسا بھی نہیں کہ یہ پھل درختوں پر لگتے ہیں تو ان کے پکنے اور کچے رہنے کی پہچان انسان نہ کر سکے، اگر ایسا ہوتا تو انسان سارے پھل توڑ کر خراب کر دیتا، اللہ تعالیٰ ان کا نظام یہ بنایا کہ جب پھل بنتے رہتا ہے اور بڑھتے رہتا تیار ہوتا رہتا ہے تو ہرا اور سخت ہوتا ہے اور جب پک جاتا ہے تو اس کا رنگ پیلا ہونا شروع ہو جاتا ہے، انسان پہچان لیتا ہے کہ فلاں فلاں پھل پکنے کے قریب آ چکے ہیں، چنانچہ موز، جام، آم، انار کو دیکھئے کہ وہ پہلے ہرے اور سخت ہوتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ پھل ابھی تیار نہیں ہوئے مگر جب پکنا شروع ہو جاتے ہیں تو ان کا رنگ بدلنا شروع ہو جاتا ہے اور کچی حالت میں ان کا چھلکا نکالنا مشکل ہوتا ہے، مگر پھل تیار ہوتے ہی مغز علٰحدہ اور چھلکا علٰحدہ علٰحدہ ہو جاتا ہے، مثلاً موز، آم، جام، سیتا پھل وغیرہ، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی سہولت پیدا فرمادی، انار اور مکئی کے بھٹّے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کو آسانی سے سمجھاتے ہیں، ان کے دانوں کا ایک دوسرے پر جمے رہنا اور قطاروں میں رہنا یہ خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی حکمت کو ظاہر کرتا ہے، انار کے دانے بھی ایک خاص انداز میں انار کے اندر موٹی ساخت میں محفوظ رہتے ہیں، ان پھلوں میں بڑی ہی خوبی اور احتیاط کے ساتھ دانوں کو اللہ تعالیٰ پید کرتا ہے، دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بڑا حکیم اور دانا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تخلیق دیکھئے انگور کے خوشوں پر انگور کو کیسے تیار کرتا ہے، کھجور کے خوشوں کو کیسے تیار کرتا ہے، ان کے ہر دانہ میں مٹھاس برابر برابر رکھتا ہے، لیمبو اور املی کے ہر پھل میں کھٹاس برابر برابر رکھتا ہے، بعض سوکھے پھل تو خاص طور پر انسانوں کے لئے محفوظ کر کے سخت خول میں دیتا ہے، مثلاً اخروٹ، بادام، پھلوں میں پیاکنگ اور ان میں قاشوں کی ترتیب ایک خاص ڈھنگ اور خوبی سے ہوتی ہے، ہر پھل کو کور (Cover) میں محفوظ رکھا جاتا ہے، انسان دنیا میں کافی رقم خرچ کر کے مختلف شربت بناتا ہے اور ان کو محفوظ رکھنے کیلئے فریج وغیرہ کا استعمال کرتا ہے مگر وہ دس بارہ دن سے زیادہ نہیں رکھ سکتا، مگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو یہ میٹھا میٹھا، طاقت سے بھرپور، انتہائی مزیدار شربت رس بھری قاشوں اور دانوں کی شکل میں دیتا اور انسان ان کو درختوں سے توڑنے سے لیکر کھانے تک محفوظ رکھتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کمال ہی کمال ہے کہ ہر پھل اور ہر درخت کی خاصیت اور مزہ الگ الگ رکھا ہے، انار سے دل کو طاقت ملتی ہے، سیب سے

جانداروں میں خون پیدا ہوتا ہے، موسمبی اور سنگترہ سے کیلشیم ملتا ہے، اخروٹ سے دماغ کو طاقت ملتی ہے، انسان ہر پھل کو مزے لے لیکر کھاتا اور غفلت کے ساتھ کھاتا ہے، غیر مسلم تو غیر مسلم مسلمان بھی کم علمی اور قرآن سے دوری کی وجہ سے غفلت کے ساتھ اللہ کی یہ تمام نعمتیں کھاتے ہیں اور ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' نہیں کہتے، اگر انسان اللہ تعالیٰ کی اس قدرت پر غور کریگا تو دل کی گہرائیوں سے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' پکار اٹھے گا اور اعتراف کریگا کہ اس جیسی قدرت کسی میں نہیں اور وہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا نام لیکر کھائیگا اور پھر کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر شکر بھی بجالائیگا، یہ انسان کی شعور مند زندگی ہوگی، افسوس کہ انسان صرف غذا کھاتے وقت ہی بِسْمِ اللّٰہِ کہتے ہیں، لیکن دوسرے چیزیں پھل پھلاری، میوہ، مٹھائی، شربت وغیرہ کھاتے پیتے وقت بس بے شعور ہی بے شعور بنے رہتے ہیں، نہ اللہ کا نام لیتے ہیں اور نہ شکر بجالاتے ہیں، نہ اللہ کی قدرت و کمالات پر غور وفکر کرتے ہیں، پھلوں میں جتنے پھل وزنی ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ درختوں پر نہیں پیدا کرتا بلکہ زمین پر ان کی بیلیں پھیلا کر پیدا کرتا ہے، اگر وہ درختوں پر لگتے تو وزن سے ٹوٹ جاتے اور ضائع ہوجاتے، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی حکمتیں سمجھاتی ہیں۔

حیوانات میں صفات الٰہی پر غور وفکر کا طریقہ

دنیا میں پیدائش کا نظام دیکھ کر لوگ اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ پیدائش کے اس نظام میں نر پہلے ہے یا مادہ؟ انڈا پہلے ہے یا مرغی؟ درخت پہلے ہے بیج؟ انسان کو قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق پر غور کرکے یہ بات سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنے سے پہلے آدمؑ کو پیدا کیا پھر حوا کو پیدا کیا، پھر انسانی پیدائش کا یہ سلسلہ ماں باپ کے ملنے سے چل رہا ہے، اسی طرح ہوسکتا ہے کہ جانداروں کے جنس کے جوڑے پیدا کیا ہوگا، اس لئے کہ وہ لفظ ''کُنْ'' سے سب کچھ کرتا ہے، جوڑے پیدا ہونے کے بعد نر اور مادہ کے ملاپ سے جانداروں کی پیدائش کا سلسلہ چل رہا ہے، تمام جاندار انڈوں سے پیدا نہیں ہوتے، کوئی انڈوں سے پیدا ہوتا ہے، کوئی ماں کے پیٹ سے، اس لئے جو انڈوں سے پیدا ہوتے ہیں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا پہلے جوڑا پیدا کیا ہوگا، جانداروں میں وہ جاندار جو گھونسلہ بنا کر نہیں رہتے، چرتے پھرتے ہیں اور مندوں اور گلوں کی شکل میں رہتے ہیں مثلاً گھوڑا، اونٹ، ہاتھی، گائے، بیل،

بھینس، بکری، گدھا، شیر، ببر، چیتا وغیرہ یہ سب انڈوں سے نہیں بلکہ ماں کے پیٹ سے بن کر پیدا ہوتے ہیں، اگر ان کو بھی انڈوں سے پیدا ہونے کا طریقہ ہوتا تو ان کے انڈے بہت بڑے بڑے ہوتے اور ان کو کسی ایک جگہ محفوظ کر کے رکھنا پڑتا پھر گرم رکھنا پڑتا، پھر یہ جانور ایک جگہ بیٹھے نہیں رہتے، یہ تو اللہ کی حکمت اللہ ہی جانے کہ اس نے بعض جانوروں کو انڈوں سے اور بعض کو ماں کے پیٹ سے بنا کر پیدا کرتا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" وہ ہر چیز پر قادر ہے، اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور جو جانور ماں کے پیٹ سے پوری طرح بن کر پیدا ہوتے ہیں ان کی ماداؤں کو اللہ تعالیٰ باقاعدہ تھن دیتا ہے تاکہ بچہ جسم سے نکلتے ہی غذا ملتی رہے مگر جو جانور انڈوں سے پیدا ہوتے ہیں ان کی ماداؤں کو تھن نہیں ہوتے، وہ بچے پیدا ہوتے ہی دانہ یا تو ماں باپ کے ذریعہ کھاتے یا چن کر کھاتے ہیں، ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے ذریعہ کیسا کیسا انتظام کیا ہے، ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچوں کے دودھ کا انتظام بچہ کے معدہ کے لحاظ سے کرتا ہے، چونکہ شروع شروع معدہ زیادہ قوی دودھ ہضم نہیں کر پاتا اس لئے پتلے قوام کا دودھ جاری فرماتا ہے، پھر آہستہ آہستہ دودھ کا قوام بدلتا جاتا ہے اور جو پرندے دانہ کھاتے ہیں ان کو چھوٹی چھوٹی کنکریاں بھی کھانے کی عادت رکھا ہے تاکہ معدہ میں غذا کنکریوں کے درمیان پیس جائے اور ہضم ہو سکے، اللہ تعالیٰ نے بعض جانوروں کی غذا ہضم ہونے کا طریقۂ کار الگ رکھا، وہ دن بھر غذا پہلے اپنے معدہ میں اتار لیتے ہیں پھر آہستہ آہستہ جگالی کے ذریعہ غذا ہضم ہوتی رہتی ہے، وہ کسی جگہ خاموش بیٹھ کر جگالی کرتے رہتے ہیں، جنگلی کتے تو کسی جانور کا شکار کر کے پہلے اس کے گوشت کو کھا جاتے ہیں پھر اپنے بچوں میں آکر قئے کر دیتے ہیں جس سے بغیر ہضم کئے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کے ٹکڑے نکلتے ہیں جو ان کے بچے کھاتے ہیں اور کئی پرندے شکار کر کے شکار کو اپنی چونچ یا پنجے میں پکڑ کر لاتے اور بچوں کو تھوڑا تھوڑا کھلاتے ہیں، ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے انتظامات کیسے الگ الگ ہیں؟ ذرا غور یہ بھی کیجئے کہ چیونٹی انڈے دیتی ہے، مکوڑے انڈے دیتے ہیں، مچھر انڈے دیتے ہیں، مچھلی انڈے دیتی ہے، سانپ انڈے دیتا ہے مگر ان کے بچے ماں باپ کی پرورش کے بغیر ہی پلتے ہیں، یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا کمال ہی کمال ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" ایسا کمال والا کوئی دوسرا نہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے مختلف جانور مختلف انداز کے بنائے، بیشک وہی مصور ہے جس کی جیسے چاہے شکل وصورت بنا سکتا ہے، اس نے ہر جانور کی شکل وصورت علٰحدہ علٰحدہ بنایا ہے جس کی وجہ سے ہم آسانی سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ فلاں فلاں جانور ہے، اگر سب ایک جیسے ہوتے تو انسانوں اور جانوروں میں فرق کرنا مشکل ہوجاتا اور جانوروں کو آپس میں نقصان ہوتا، مثلاً تمام جانور ایک قد، ایک رنگ، ایک ہی شکل وصورت کے ہوتے اور ایک ہی جسامت اور اعضاء کے ہوتے تو شیر، ببر، کتا، بلی، ریچھ، اونٹ، ہاتھی، بندر، لومڑی میں فرق ہی نہیں معلوم ہوتا اور انسان کسی کو گھوڑا سمجھ کر شیر کے قریب چلا جاتا یا کوئی شیر ریچھ کو ہرن سمجھ کر حملہ کرتا تو نظام بگڑا ہوا ہوتا، اللہ تعالیٰ نے شیر اور ببر کی شکل وصورت میں بلّی کو بنایا مگر دونوں کی جسامت اور طبیعت ومزاج، رنگ اور آواز الگ الگ رکھی، کتا اور لومڑی کی شکل وصورت ایک جیسی ہے مگر طبیعت مزاج اور آواز الگ الگ رکھا، اسی طرح گھوڑا، گدھا، زیبرا ایک جیسے رکھے، کبوتر اور فاختہ ایک جیسے رکھے، بندر کو انسان جیسی شکل وصورت دی، ہرن اور بکری کو ایک جیسا بنایا، سانپ اور بام مچھلی کو ایک جیسا بنایا، مگر ان تمام جانوروں کے مزاج، طبیعت، آواز اور رنگ سب کچھ الگ الگ رکھا، بعض جانور تو ایسے ہیں جن کی طرح کوئی دوسرا نہیں مثلاً ہاتھی کو ایک الگ طرح سے تخلیق کیا ہے، موٹی سونڈ، بڑا سر اور بڑے بڑے کان اور موٹے موٹے گول پیر، مگر آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور دُم بھی باریک رکھی، اس کی شکل وصورت اور جسامت کسی میں نہیں ملتی، دانت بھی ایک الگ وضع کے رکھے، گردن موٹی بنائی جس پر انسان آسانی سے سواری کرتا ہے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۔ (سورۂ غاشیۃ)

ترجمہ:۔ کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے وہ کس طرح (عجیب طور پر) پیدا کیا گیا ہے

سعودی عرب کے ایک نابینا مشہور عالم دین سے کسی نے پوچھا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو آنکھیں عطا کر دے تو سب سے پہلے کیا چیز دیکھنا چاہیں گے؟ تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ میں سب سے پہلے اونٹ کو دیکھنا چاہوں گا! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے اونٹ کی تخلیق پر غور وفکر کرنے کی تعلیم دی ہے، اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو عجیب وغریب انداز کی جسامت دی ہے، ذرا غور کیجئے اس جیسی بناوٹ بھی کسی دوسرے جانور کی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اونٹ کے جسم کی بناوٹ تمام کی تمام ٹیڑھی رکھی، لمبی کمان نما

گردن، پیٹھ پر اٹھا ہوا کوہان، لمبے لمبے پتلے پیر، مگر نیچے بالکل گول چکی کے پاٹ کی طرح رکھے، کان چھوٹے چھوٹے مگر خوبصورت، سر اور جبڑا لمبا اور خوبصورت، آنکھیں صراحی دار درمیانی مگر وہ بھی خوبصورت، قد کافی لمبا، اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو بہت سمجھدار اور ہوشیار جانور بنایا، طبیعت اور مزاج کا بڑا شریف جانور ہوتا ہے، کانٹے دار جھاڑیوں کو نرم نوالہ کی طرح کھا جاتا ہے، گرم ریگستان میں جہاں پانی نہیں ملتا ہنستے کھیلتے گذارتا ہے، سارے جانور غذا کھا کر چار چھے گھنٹوں میں ہضم کر لیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اونٹ کیلئے کچھ ایسا انتظام کیا کہ وہ پانی پینے کے بعد کئی دنوں تک پانی کو اپنے جسم میں محفوظ رکھ سکتا ہے، مگر پھر بھی اس پانی کا رنگ، بو اور مزے میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو ریگستان کیلئے خاص جانور بنایا ہے، اس کی بناوٹ اور تخلیق کو دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ہیئت، جسامت، ڈیل ڈول خاص طور پر ریگستانی علاقہ کے لئے بنایا ہے، اسی لئے انسان اس کو ریگستانی جہاز کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مخلوقات کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی تخلیق سے خشکی، پانی، برفانی علاقوں اور ریگستانی علاقوں کے جانور الگ الگ بنائے، ان سے انسانوں کی بہت ساری ضرورتوں کو پوری کرتا ہے، چنانچہ انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ریگستان میں خاص طور پر سواری کا کام دینے کے لئے اونٹ کو خصوصی طور پر پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر ذرا غور کیجئے کہ اونٹ کے پیروں کو تمام جانوروں کے پیروں سے علٰحدہ بنایا، گول پھیلے ہوئے، دو حصوں میں بٹے ہوئے مگر جُڑے ہوئے ہوتے ہیں، اونٹ کی ٹانگیں اونچی ہونے کی وجہ سے سواری کرنے والا ریت کی گرمی سے محفوظ رہتا ہے، پاؤں کی ہڈی کے نیچے ایک نرم گدی کا تکیہ نما گوشت ہوتا ہے جو پھولا ہوا ہوتا ہے، پھر اس گدی پر ایک مضبوط، موٹی کھال جو چوڑے جوتے کا کام دیتی ہے اور جو بہت موٹی ہوتی ہے، یہ کھال اونٹ کے پاؤں کو ریت کی گرمی سے بچاتی اور پاؤں کو ریت میں گھسنے نہیں دیتی ورنہ گرم گرم ریگستانی ریت پر اونٹ چل نہیں سکتا، اگر اس کے پیر ریت میں گھس جاتے تو ریت کی گرمی سے آدھے آدھے پیر جل جاتے، لمبی لمبی ٹانگوں سے فاصلہ جلدی جلدی طے کرتا ہے، ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر کہ اس نے اونٹ کو کتنی حکمت اور مصلحت سے انسانوں کے فائدہ کے لئے بنایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔اونٹ کی آنکھیں بڑی بڑی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ دن ہو یا رات دونوں حالتوں میں دور تک بآسانی دیکھ سکتا ہے،اس کی آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے ریگستان کے مناسبت سے لمبی لمبی پلکیں رکھی ہیں اور پھر اونٹ کو ایسی کمال کی پلکیں عطا کی ہیں کہ اس کے پپوٹوں کا آدھا حصہ شفاف جھلّی کی صورت میں ہوتا ہے، جب تیز آندھی اور ریت اُڑتی ہے تو اونٹ آنکھیں بند کرنے کے باوجود شفاف جھلی میں سے آسانی کے ساتھ آر پار دیکھتے ہوئے راستہ کی سیدھان سفر جاری رکھتا ہے، ریت آنکھوں پر جمع نہیں ہوتی، گویا اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی تخلیق سے عینک دے رکھی ہے،انسان شیشے اور کانچ میں سے دیکھتا ہے اور اونٹ چمڑے کی جھلی میں سے محفوظ طریقہ سے دیکھتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔یہ اللہ تعالیٰ کا کمال ہی کمال ہے،اس لئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے،اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو چھوٹے چھوٹے کان دئے جو سر کے پچھلے حصہ میں بالوں میں گھرے ہوتے ہیں، کانوں پر پنکھ نما چھوٹے ڈھکن ، کانوں کے سوراخوں کو طوفان کے وقت ڈھنک لیتے ہیں اور ریت کانوں میں نہیں جاتی،اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ناک پر نتھنے کٹے ہوئے ہونٹوں کی طرح بنائے ہیں جو طوفان کے وقت ریت سے بچنے کے لئے سوراخوں پر دبالیتا ہے اور سانس بھی آسانی سے لیتا ہے اور ریت نہ اندر جاتی ہے اور نہ ناک پر جمع ہوتی ہے۔

ریگستان میں پانی بہت کم ملتا ہے،اونٹ کے بنانے والے نے پانی کی کمی کو پیش نظر رکھ کر ہی اونٹ کو بنایا ہے،، بیشک وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے،اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو سخت پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت دے رکھی ہے، یہ پانی کی زیادہ سے زیادہ مقدار اپنے جسم کی ٹانکی میں محفوظ کر لیتا ہے،ایک ہزار کیلومیٹر کا فاصلہ بغیر پانی پیئے طے کرسکتا ہے،موسم سرما میں پانی ملتے رہنے کے باوجود کم پانی پیتا ہے،گرمی کے موسم میں ہفتہ دو ہفتے میں ایک بار پانی پی لیتا ہے، جب گرمی زیادہ ہو تو ہر پانچ روز بعد ۲۵ لیٹر پانی پیتا ہے،زیادہ محنت نہ ہو اور تازہ چارہ مل رہا ہو تو پانی کم پیتا ہے،ریگستان میں پانی نہ ملے تو یہ اپنی جسم کے محفوظ پانی سے گذارہ کرلیتا ہے، ایک تہائی وزن اسی ضرورت کے لئے گھٹا دیتا ہے،اس کے باوجود اس کو کمزوری نہیں ہوتی ، یہ بہت ہی کم وقت میں زیادہ پانی کی مقدار پی لیتا ہے،اس کی وجہ سے دوبارہ اس کا وزن بحال ہو جاتا ہے،اللہ تعالیٰ نے اونٹ میں صبر کا مادہ بہت زیادہ رکھا ہے،اور یہ بھی خوبی رکھی ہے کہ وہ چاہے تو کتنا ہی بھاگے یا مشقت کرے نہ ہانپتا ہے، نہ منہ سے سانس لیتا ہے، جانداروں میں

پانی جسم سے خارج ہونے کیلئے، بول و براز، پسینہ اور سانس کی نمی کا طریقہ اللہ نے رکھا ہے، انسان اور دوسرے جانداروں کی سانس اگر آئینہ پر چھوڑی جائے تو سانس کے ساتھ نمی کے بخارات آئینہ پر جم جاتے ہیں، مگر اونٹ میں اللہ تعالیٰ نے پانی کو محفوظ رکھنے اور پانی کی کمی نہ ہونے کے لئے بہت ہی شاندار انتظام کیا ہے، اس کی سانس میں تک پانی کے بخارات خارج نہیں ہوتے، گردے اپنا کام کرتے مگر پیشاب کم بناتے ہے، دوسرے جانداروں کے جسم سے پسینہ اور بول و براز سے جسم میں پانی کی کمی ہوتی ہے اور وہ پانی طلب کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو پسینہ نہ آنے کے برابر رکھا، اونٹ کے جسم سے پانی کا اخراج بہت کم ہوتا ہے۔

انسانی جسم کا درجۂ حرارت ۳۷ ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے، اگر گرمی زیادہ ہو جائے یا حرکت زیادہ ہو تو جسم کی اندرونی حرارت بڑھ جاتی ہے، اعصابی نظام جسم کو پسینہ پھینکنے کا حکم دیتا ہے، اس سے درجۂ حرارت برابر ہو جاتا ہے، مشقت یا گرمی جتنی زیادہ ہوگی پسینہ کا عمل اتنا ہی زیادہ رہے گا اور جسم میں پانی کی طلب بڑھ جاتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اونٹ کی تخلیق ایسی کیا ہے کہ اس کے جسم کا درجہ حرارت ایک جیسا نہیں رہتا، اس کے لئے ۳۴ سے ۴۱ ڈگری سینٹی گریڈ کا درجۂ حرارت معمول کا درجہ حرارت رکھا اور عام طور پر سال بھر میں ۴۱ سینٹی گریڈ تک عمومی طور پر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے دوسرے جانداروں کی طرح اس کے چمڑے یعنی کھال اور گوشت کے درمیان چربی نہیں رکھی جس کی وجہ سے وہ جیسے ہی سایہ میں آتا ہے یا صحرا کی ٹھنڈی شام میں اس کے جسم کا درجہ حرارت معمول پر آجاتا ہے، اس کو مزید کنٹرول کرنے کے لئے اونٹ پر کی اون گرما میں جھڑ جاتی ہے، چونکہ اونٹ کے جسم سے پانی کا اخراج بہت کم ہوتا ہے اس لئے خون میں بھی پانی کم نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے اونٹ کے لئے یہ سہولت بھی دی ہے کہ وہ معمول کے دنوں میں چراہگاہوں میں چر کر غذا کو چربی کی شکل میں اپنی کوہان میں محفوظ رکھتا ہے، لمبے صحرائی سفر میں یہ کوہان جسم کی غذائی حاجت پورا کرنے لگتی ہے، آہستہ آہستہ سکڑنا شروع ہو جاتی ہے، جب جسم میں مشقت اور گرمی کی وجہ سے پانی اور غذا کی کمی ہوتی ہے اندر کا محفوظ پانی اور کوہان کی چربی اس کمی کو پورا کرتے ہیں، اونٹ اپنے اندر کی ٹانکی میں جو پانی محفوظ رکھتا ہے ریگستانوں میں پانی نہ ملے تو پچھلے زمانوں میں لوگ اسے ذبح کر کے اس کے پانی کی ٹانکی کو نکال کر پی لیتے تھے، یہ کھجور بھی کھاتا ہے، اس کا دودھ گرما میں انتہائی ٹھنڈا ہوتا ہے، یہ اپنے دشمن پر حملہ کر کے منہ سے اس کے بال اور کھوپڑی پکڑ کر ہلا دیتا ہے، اس کے پیٹ کے

نیچے ایک سخت تکیہ نما پلیٹ فارم کی طرح ہوتا ہے جو پتھر کی طرح ہوتا ہے، یہ اپنے دشمن کو اسی کے نیچے دبا دیتا ہے، جب زمین پر بیٹھتا ہے تو اسی سخت تکیہ نما پلیٹ فارم پر بیٹھتا، وہ اپنی گردن اور اوپر کے جسم کا پورا وزن اسی پر رکھتا ہے، جب یہ چلتا ہے تو دوسرے جانوروں کی طرح مندوں کی شکل میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک کے پیچھے ایک قطار کی شکل میں چلنے کا طریقہ سکھایا، لوگ اکثر اس پر رات کے اوقات میں سفر زیادہ کرتے ہیں، آسمان پر تاروں کو دیکھ کر اس کو اپنے طریقہ سے اشارہ کر کے اونٹ پر سو جاتے ہیں، یہ اپنے مالک کے بتائے ہوئے راستہ پر سیدھا چلتا ہے، یہ اپنی خوراک میں نمک کی کافی مقدار استعمال کرتا ہے، اس لئے اس کی پسندیدہ غذا نمکین، کانٹے دار جھاڑیاں ہوتی ہیں جو صحراؤں میں زیادہ اُگتی ہیں اور یہ بہت مزے لیکر کھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پرورش کے نظام پر غور کیجئے کہ کوّے کے بچے جب انڈوں سے نکلتے ہیں تو ان پر سفید رُواں ہوتا ہے، کوّے انہیں دیکھ کر ڈر جاتے ہیں کہ ہمارا رنگ الگ ہے اور ان کا رنگ الگ ہے، تین روز تک ان کے پاس نہیں آتے اور نہ دانہ کھلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی نظام ربوبیت سے ہوا میں اڑنے والے چھوٹے چھوٹے کیڑے اور پتنگے کو ان بچوں کے قریب لاتا ہے تو یہ بچے اپنا منہ کھولتے ہیں اور وہ کیڑے ان کے منہ میں چلے جاتے ہیں اس طرح ان بچوں کو پالتا ہے، تین دن کے بعد روئیں کالے ہونے پر ماں باپ بچوں کے پاس آتے ہیں، غور کیجئے کہ کیسا منصوبہ بند نظام اللہ تعالیٰ نے بنایا؟ اگر تین دنوں تک غذا نہ ملتی تو بچے مر جاتے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ خرگوش کو اپنے بچوں کی پرورش کیلئے یہ احساس دیا ہے کہ وہ اپنے بدن کے بالوں سے ان کیلئے ایک نرم بستر تیار کرے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے کرشمے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مور اور طوطے کو مختلف رنگ دے کر انتہائی خوبصورت بنایا مگر مور جیسا لٹا کبوتر کو بھی شکل وصورت دی اور لٹا کبوتر بھی مور جیسا گول پھرتا ہے اور پر اور دُم پھیلائے رہتا ہے، یہ سب خوشنمائی آخر کس کیلئے اللہ تعالیٰ نے بنائی؟ کیا انسان ان تمام چیزوں سے لطف اندوز نہیں ہوتا؟ ضرور ہوتا ہے! مگر اللہ تعالیٰ سے غافل ہی غافل بنا رہتا ہے، اگر وہ چاہتا تو دنیا میں یہ سب خوبصورتی نہ رکھتا اور انسان کو زندگی گذارنا پڑتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کنگارو بنایا، اس کی شکل وصورت اور جسامت کسی جانور میں نہیں رکھی، سامنے کے پیر چھوٹے اور پیچھے کے پیر بڑے رکھے اور کسی جانور کو اپنے بچے کو جھولی میں

رکھنے کا نظام نہیں بنایا صرف کنگاروں کو یہ سہولت دی، وہ اپنے بچے کو اپنے پیٹ کے نیچے کی تھیلی میں بٹھا کر دوڑتا ہے، البتہ بعض پرندے اپنے بچوں کو پروں میں چھپا کر اڑتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بچّھو، مکڑی، کچھوا، الّو، مینڈک، مچھلی جیسی شکل وصورت کسی دوسرے جانور میں نہیں رکھی، بیشک اس جیسا کمال کسی میں نہیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ"۔ اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں کسی کو دو پیر والے پرندے بنایا اور کسی کو چار پیر والے چرندے بنایا، مکڑی کو تو چھ چھ آنکھیں اور آٹھ پیر دئے، پھر ہر ایک کی طبیعت اور مزاج الگ الگ رکھا، انسانوں کے لئے بعض جانور حلال بنائے تاکہ وہ ان کا گوشت، دودھ اور انڈے کھا سکیں اور پی سکیں اور پھر ہر ایک کے گوشت کا مزا بھی الگ الگ رکھا، چنانچہ پرندوں کے گوشت کا مزہ الگ رکھا، مرغی کے گوشت کا مزہ الگ تیتر، بٹیر، کبوتر، فاختہ، مور، بگلے کے گوشت کا مزہ الگ الگ رکھا۔

اسی طرح چرندوں میں گائے کے گوشت، بھینس اور بکری، اونٹ، ہرن کے گوشت کا مزہ الگ الگ رکھا، پانی کے جانور مچھلی، بطخ، جھینگوں کے گوشت کے مزے الگ الگ رکھا، اتنا ہی نہیں ان کے مختلف اعضاء کے مزے بھی الگ الگ رکھے، دوسرے جانور جو گوشت کھاتے ہیں تو صرف کچا گوشت ہی کھالیتے ہیں، تل بھون کر پکا کر مزہ نہیں لے سکتے اور مختلف اعضاء کا علٰحدہ علٰحدہ مزہ نہیں لے سکتے، مگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے مزیدار غذائیں کھلانے اور غذاؤں کے مزے دینے کے لئے تیل، مرچ، نمک، ادرک لہسن سب کچھ لگا کر تل کر کھانے، ابال کر کھانے، بھون کر کھانے کی سہولت عطا فرمائی اور طرح طرح سے گوشت کو استعمال کرنے کی صلاحیتیں عطا فرمائی جس کی وجہ سے انسان گوشت کو استعمال کر کے طرح طرح کی غذائیں بناتا اور مزے لےلیکر کھاتا ہے، گوشت تمام غذاؤں کا سردار ہے اور گوشت سے انسانی غذاؤں میں بہت زیادہ لذت، مزا، طاقت وقوت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ لذت اور مزے لےلیکر کھاتا ہے، انسان گوشت سے کہیں گوشت کا اچار بنالیتا کہیں سوکھا کر کباب بنالیتا اور مہینوں رکھ کر کھاتا ہے اور کہیں پیس کر قیمہ، کوفتہ، شامی کباب، شکمپور، دم کے کباب بنالیتا ہے اور وہ کہیں گوشت سے بریانی بنالیتا ہے یا خورما بنالیتا ہے یا پھر سالن بھاجی ترکاریوں کے ساتھ استعمال کرتا ہے یا قیمہ بنا کر مختلف ایٹم اور پکوان کرتا ہے، کہیں گوشت کا سوپ اور مرگ بنا کر پیتا ہے، کہیں دم دے کر کھاتا ہے، یہ تمام سہولتیں اور مزے اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوقات کو نہیں دئے صرف انسانوں ہی کی تواضع اس انداز

میں کی جا رہی ہے، مگر پھر بھی انسان اللہ کی اتنی نعمتیں کھا کھا کر بھی ناشکرا ہی بنا رہتا ہے، حالانکہ اس کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات یاد رکھ کر زندگی گذارنا چاہئے، اتنا ہی نہیں وہ جانوروں کے مختلف اعضاء کو علٰحدہ علٰحدہ پکا کر ان کے مزے بھی الگ الگ حاصل کرتا ہے، کہیں بکرا، گائے، اونٹ کے ٹانگوں کی نہاری اور سوپ نکال کر پیتا ہے یا کہیں بھیجے کو تل کر مزہ لیتا ہے، کہیں سرے کا سالن بناتا ہے اور کہیں کلیجی کا مزہ علٰحدہ لیتا ہے، غرض گوشت میں دل، گردے، بوٹی، کلیجی، سینہ کا گوشت اور بغیر ہڈی کا گوشت سب مزے علٰحدہ علٰحدہ لیکر غذائیں کھاتا ہے، اسی طرح مچھلی اور مرغی کے گوشت کو بھی مختلف طریقوں سے پکا کر کھاتا اور مزے ہی مزے لیتا ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ کی یہ ساری نعمتیں یاد رکھنا چاہئے، یہ تواضع اور صلاحیت کسی دوسری مخلوق کو نہیں دئے گئے۔

ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ تقریباً تمام جانوروں کو گھاس، پتے اور دانا ہی کھلاتا ہے مگر ان کے گوشت میں الگ الگ مزے رکھا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان و انعام ہے، انسانوں اور جنوں پر، اگر سب جانوروں کے گوشت کا مزہ ایک جیسا ہوتا اور تمام اعضاء کے مزے ایک جیسے ہوتے تو انسان یہ سب مزے کہاں سے حاصل کر سکتا تھا؟ جو لوگ گوشت نہیں کھاتے اللہ تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں سے اپنے آپ کو محروم کر رکھے ہیں۔

دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ ہے اور یہاں فرمانبردار اور نافرمان دونوں کو وہ اتنی تمام نعمتیں عطا کرتا ہے تو ذرا غور کیجئے کہ کامیاب انسانوں کو جنت میں کیسے کیسے مزے اور نعمتیں وہ دے گا؟ اور نافرمان اور ناکام انسانوں کو ان تمام نعمتوں سے محروم رکھ کر سڑھا ہوا پیپ، خون اور سڑھے ہوئے گوشت سے زیادہ بدبودار اور کانٹے دار غذا دے گا، دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو ہمیشہ ایک ہی قسم کی غذا کھانے کیلئے رکھا ہے، طرح طرح کی غذائیں وہ نہیں کھا سکتے، انسان ہی وہ مخلوق ہے جس کو طرح طرح کی غذائیں کھلا رہا ہے، چاول پیدا کیا تو طرح طرح کے چاول جو خوشبودار باسمتی بھی ہوتے اور لمبے لمبے ہوتے ہیں، بعض چاول چھوٹے بھی ہوتے اور باریک اور موٹے بھی ہوتے، آخر یہ کس کی تواضع کیلئے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، باسمتی چاول سے مزے کون اٹھاتا ہے؟ آخر انسان کو یہ نعمت نظر کیوں نہیں آتی، کیا جانور باریک موٹے چاول علٰحدہ علٰحدہ کھاتا ہے؟ چاول میں مختلف اقسام کے چاول کس کیلئے پیدا کئے گئے؟ کیا انسان اس احسان اور نعمت کو نہیں سمجھ سکتا؟

اللہ تعالیٰ جانوروں کو جب پیدا کرتا ہے تو ان کو ہر جگہ موسم کے لحاظ سے بال، چمڑا اور پر دیتا ہے اور جو جانور برفانی علاقوں میں ہوتے ہیں اللہ نے ان کے جسم پر گھنے لمبے لمبے بال رکھتا تا کہ وہ سردی اور برفباری سے محفوظ رہیں اور بیمار ہونے نہ پائیں، بکری جو خاص طور پر ٹھنڈک، برفباری اور بارش سے گھبراتی اور پریشان ہوتی ہے اللہ تعالیٰ برفانی علاقوں میں ان پر خاص قسم کے لمبے لمبے بال پیدا کرتا ہے اور ان پر ایسی چکنائی ہوتی ہے کہ برف گرتے ہی جسم سے نیچے گر جاتی ہے، اسی طرح ریچھ اور ہرن کو بھی گرم بال دیتا ہے، یہ سب انتظامات اس کی ربوبیت کے زبردست مظاہرے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ انسان ان تمام چیزوں پر غور وفکر کرے اور اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق اور صفت ربوبیت اور صفت حکمت اور صفت رحمت کو سمجھے، وہ جس کو جس ماحول میں پیدا کرتا ہے اس کی ربوبیت اور حفاظت کا ویسا ہی انتظام کرتا ہے، جانور جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ مرنے تک ایک ہی لباس چمڑا، پر یا کھال اور بال کا انتظام کر دیتا ہے، ان کے لئے علٰحدہ لباس نہیں رکھا اور اس میں خوشنمائی اور مختلف رنگ بھر دیتا ہے یا کسی کو ایک رنگ ہی میں رکھتا ہے، مگر تعجب ہے کہ جانور کا لباس کبھی میلا نہیں ہوتا اور نہ انسان ان کو ایک ہی رنگ میں، ایک ہی قسم کے پروں یا بالوں میں دیکھ کر اُکتا نہیں جاتا بلکہ جب بھی دیکھتا ہے تو ان سے آنکھوں کی لذت حاصل کرتا ہے، وہ مٹی، گرد وغبار میں پھرتے ہوئے بھی میلے نہیں ہوتے، صاف ستھرے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو انسانوں کی طرح مختلف قسم کے لباس پہننے کا موقع نہیں دیا اور نہ جانور اپنی مرضی سے اپنے پر اور بالوں کو تبدیل کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے لباس جیسی نعمت کو دنیا میں نازل کیا، اگر لباس نہ ہوتا یا صرف کھال، بال ہی ہوتے تو انسان بدصورت، بھونڈا اور گندا لگتا، اس کے جسم کے سارے عیب نظر آتے اور ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کُھلی کی کُھلی رہ جاتیں اور ہر انسان کو بے شرمی کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے آنا پڑتا، نہ بیت الخلاء کا حجاب ہوتا اور نہ پردہ ہوتا اور نہ شرم وحیاء ہوتی، یہ تمام چیزیں صرف اور صرف لباس کی وجہ سے انسان میں پیدا ہوتی ہیں، اگر لباس نہ ہوتا تو انسان اپنی ازدواجی، نفسانی خواہشات جانوروں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے راستوں پر کرتے رہتے اور بول وبراز بھی کھلے عام راستوں پر کرتے اور اس کیلئے علٰحدہ کمرہ نہ بناتے، اسلئے لباس اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور احسان ہے، اگر لباس کی

جگہ پتے باندھنے کا طریقہ ہوتا تو ذرا سوچئے کتنی مشکل ہوتی؟ اور ہر انسان کو دن بھر میں کتنے پتّے خرید کر رکھنا پڑتا، پھر ان پتوں سے گرمی، سردی کی حفاظت بھی نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے لباس کی نعمت کے ذریعہ انسان کو زینت دی اور اپنی حفاظت کرنے کے قابل بنایا، جانوروں کی شرمگاہیں چونکہ کھلی ہوئی ہوتی ہیں اسی لئے ان کو شرم وحیاء اور مباشرت اور بول و براز کیلئے کوئی پردہ اختیار کرنا نہیں پڑتا، صرف اور صرف انسان کو لباس کی وجہ سے یہ ساری پاکیزگی اور اخلاق حسنہ اور اعلیٰ تمدن مل رہا ہے۔

انسان جانوروں ہی کی کھالوں اور بالوں سے گرم لباس بناتا اور سرد علاقوں میں اپنے آپ کو سردی سے اور برفباری سے بچاتا ہے، اس کے علاوہ جوتے، چپل، بیاگ، سوٹ کیس، پرس، کمر کا بیلٹ جانورں ہی سے حاصل کرتا ہے اور انسانوں کے پاس باقاعدہ چمڑے کی صنعت کا نظام ہوتا ہے یہاں تک کہ جانوروں کی ہڈی اور گوبر کو تک کام میں لاتا ہے، پچھلے زمانہ میں جب تک تیز رفتار سواریاں نہیں تھیں انسان اونٹوں، ہاتھیوں، گھوڑوں، گدھوں، خچروں ہی سے اپنا سفر طے کرتا تھا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جو انسانوں ہی کی سہولت اور آرام کے لئے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کا بہت بڑا دارومدار جانوروں کے دودھ سے وابستہ رکھا ہے، جس طرح انسان جانوروں کے گوشت سے اپنی غذاؤں کو تیار کر کے بھوک مٹاتا ہے اسی طرح انسانی بچے جانوروں کے دودھ سے اپنا پیٹ بھرتے اور انسان دودھ ہی کی وجہ سے بہت سی اقسام کی غذائیں اور دوسری مزیدار چیزیں کھاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جن جانوروں کو حلال کیا ہے ان میں بھینس، بکری، اونٹ اور گائے زیادہ تر انسانوں سے قریب رہتے ہیں اور انسانوں ہی کے ساتھ پلتے پرورش پاتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ یہ جانور کھاتے کیا ہیں؟ تقریباً گھاس اور پتے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کمال ہے کہ وہ جانوروں کو ہری گھاس، سوکھی گھاس اور ہرے پتے کھلا کر ان کے جسموں سے سفید دودھ نکالتا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" یہ اللہ کا عجیب وغریب کمال ہے، بیشک وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ہری گھاس کھلا کر جانوروں کو دودھ نکالنے والی مشین بنائی ہے، پھر ذرا یہ بھی غور کیجئے کہ تمام جانوروں میں سب سے زیادہ دودھ گائے اور بھینس ہی دیتے ہیں، بعض جانور تو صبح

۲۵ /لیٹر اور شام ۲۵ /لیٹر دودھ دیتے ہیں، اگر کسی انسان کے جسم سے ہر روز صبح ۲۵ /لیٹر اور شام ۲۵ /لیٹر خون یا پانی نکالا جائے تو اس کی حالت کیا ہوگی؟ وہ کچھ ہی دنوں میں مر جائے گا، مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کمال ہی کمال ہے کہ وہ گائے اور بھینس کے جسموں سے اتنی مقدار میں دودھ نکال کر ان کو صحت مند پھرتیلا اور تندرست رکھتا ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' بیشک یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کمال ہے، انسان چونکہ گائے، بھینس، بکری اور اونٹ ہی کا دودھ اپنے بچوں کیلئے استعمال کرتا ہے اور یہی دودھ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے بچوں کیلئے بھی فائدہ مند بنایا ہے اس لئے ان جانوروں میں اتنا دودھ آتا ہے کہ ان کے بچے پی کر کافی مقدار میں بچ جاتا ہے، اگر اتنا سارا کا سارا دودھ ان جانوروں کے بچے پی لیں تو ان کو بدہضمی اور دست لگ جاتے ہیں اور صحت خراب ہوجاتی ہے، اس لئے وہ جانور انسانوں کو زیادہ سے زیادہ دودھ نکالنے کیلئے کوئی گڑبڑ اور روکاوٹ پیدا نہیں کرتے، اگر بچہ دودھ پی کر باقی دودھ تھنوں ہی میں چھوڑ دیتا تو جانوروں کے جسموں میں تکلیف پیدا ہوجاتی ہے، غرض یہ کہ انسان تقریباً 70% فیصد دودھ ان کے جسموں سے نکال لیتا ہے، چنانچہ آج حکومتوں کے بڑے بڑے ڈیری فارم چلتے اور مختلف علاقوں سے وہاں دودھ جمع کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس کمال اور قدرت پر غور کیجئے کہ دودھ انسانوں میں بول و براز کی جگہ سے بہت دور نکلتا ہے مگر جانوروں میں بول و براز اور دودھ کے نکلنے کی جگہ قریب قریب ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے کہ دودھ میں ذرہ برابر گوبر اور بول و براز کی بدبو نہیں اور نہ کوئی گندگی ملی ہوئی ہوتی ہے، بول و براز انتہائی گندہ اور ناپاک، بدبودار اور دودھ انتہائی پاکیزہ، خوشبودار ہوتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ اگر دودھ کے ساتھ چند قطرے گوبر اور پیشاب کے بھی آجاتے ہیں یا خون کے قطرے آجاتے یا دودھ کا رنگ بھی خون کی طرح ہوتا یا دودھ میں گوبر اور پیشاب کی بدبو ہوتی تو کیا انسان یا انسان کا بچہ اس کو منہ لگاتا؟ ایک جگہ سے انتہائی پاک صاف چیز، دوسری جگہ سے انتہائی ناپاک اور گندی چیز نکل رہی ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کمال ہے کہ وہ جانوروں کے اس مادّہ کو جیسے ہی تھنوں کے قریب لاتا ہے تو اس کی شکل و صورت، بو، مزہ، رنگ ہر چیز بدل دیتا ہے ورنہ آپ جانور کو چیر کر دیکھئے تو ان کے پیٹ میں کہیں پر بھی دودھ نظر نہیں آتا، اس کے برعکس پیٹ میں گوبر نظر آتا ہے، اسی گوبر سے انسان آگ بھی حاصل کرتا ہے اور کھاد بنالیتا ہے، یہ تو اللہ کا کمال ہی کمال ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔

پھر یہ بھی غور کیجئے کہ جانوروں میں کسی کو ایک بچہ ہوتا ہے کسی کو دو اور کسی کو تین اور چار اور بعض کو تو پانچ اور چھ چھ بچے بھی ہوتے ہیں، مثلاً گائے، بھینس، اونٹ، ہاتھی کو ایک، بکری کو دو یا تین، کتا، بلی، سور، شیرنی وغیرہ کو تین تین، چار چار اور پانچ چھ بچے ہوتے ہیں، اب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا انتظام دیکھئے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ جب بچہ کو بھوک لگے تو ایک بچہ تھنوں پر قبضہ کر کے پندرہ پندرہ، بیس بیس منٹ تک ماں کے جسم کو لپٹا رہے گا اس سے دوسرے بچوں کو بھوکا رہنا پڑے گا، اس میں اللہ کی یہ حکمت نظر آتی ہے کہ اس نے بعض جانداروں کو دو تھن دئے اور بعض کو چار اور بعض کو چھ چھ تھن دے کر پیدا کیا، کتا، بلی، شیرنی اور سور کو پورے پیٹ پر دودھ کے تھن لگے ہوتے ہیں اور ایک ہی وقت میں تمام بچے ماں کے پیٹ سے چمٹ کر دودھ پیتے ہیں اور ماں خاموش پڑی رہتی ہے، بیشک یہ اللہ تعالیٰ کا نظامِ پرورش ہے، اس جیسا حکیم و دانا کوئی نہیں، ذرا یہ بھی غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دودھ نام کی ایک چیز دیتا ہے، پھر اسی دودھ کی شکلیں بدل بدل کر بالائی، مسکہ، چھانچ، دہی اور گھی جیسی شاندار اور مزیدار نعمتیں انسان اور جنات کے لئے نکالتا ہے، پھر یہ بھی غور کیجئے کہ بالائی کا مزہ اور خصوصیت الگ رکھی، چھانچ کی خصوصیت الگ رکھی، مسکہ کی خصوصیت الگ رکھی، دہی کی خصوصیت الگ رکھی اور گھی کی خصوصیت الگ رکھی اور ان تمام چیزوں کی مقابلہ دودھ کا مزا ہی الگ رکھا، گھی تو انتہائی خوشبودار اور مزیدار ہوتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت حیران کن ہے، ذرا غور کیجئے کہ دوسرے تمام جانور صرف دودھ پی سکتے ہیں، یہ تمام نعمتیں نہیں کھا سکتے اللہ تعالیٰ انسانوں کو دودھ کی شکلیں علٰحدہ علٰحدہ کر کے یہ تمام نعمتیں کھلا رہا ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' مگر پھر بھی انسان ان نعمتوں کو کھا کر اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو یہ صلاحیت عطا فرمائی کہ وہ دودھ ہی کو سُکھا کر کے مٹھائیوں کا بادشاہ قلاقند بنا لے اور مٹھائیوں میں سب سے زیادہ مزہ قلاقند سے حاصل کر لے، انسان دودھ ہی کا استعمال خاطر تواضع کے لئے چائے، کافی سے کرتا ہے، انسان کو اللہ نے دودھ کو اپنی غذاؤں میں استعمال کرنے کے بھی قابل بنایا ہے، چنانچہ وہ بہت ساری غذاؤں اور سالن میں دودھ کا استعمال کر کے اپنی غذاؤں کو مزیدار بناتا ہے، ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ دودھ کی شکل بدل کر جب اس کو دہی بنا دیتا ہے تو انسان اسی دودھ کو دہی کی شکل میں بریانی میں استعمال کرتا ہے اور سب سے مزیدار غذا تیار کرتا ہے، اسی طرح اسی دودھ کو دہی کی شکل میں قورمے میں استعمال کرتا ہے، دودھ

ہی کے ذریعہ دہی کی کڑی بناتا اور دودھ ہی کے ذریعہ دہی کی چٹنی اور دہی بڑے بنا کر مزہ لیتا ہے، اسی دودھ کا وہ لسی فالودہ بناتا، چھانچ بنا کر پیتا اور گرما میں سکون حاصل کرتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ دودھ میں اتنی ٹھنڈک نہیں ہوتی مگر لسی اور چھانچ میں ٹھنڈک کون پیدا کرتا ہے؟ آخر یہ کس کی ربوبیت کا انتظام ہے؟ کہنا پڑے گا کہ بیشک یہ اللہ تعالیٰ ہی کی ربوبیت اور پرورش کا انتظام ہے جو ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ بیشک وہ انسانوں کو بے انتہاء نعمتیں کھلاتا ہے، انسان میٹھے بناتا ہے، اور تقریباً تمام میٹھوں میں دودھ کا استعمال کرتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ شکر، دودھ، نمک پیدا نہ کرتا یا دودھ بھینس، گائے میں اتنی مقدار میں نہیں نکالتا تو انسان کو اللہ کی اس نعمت کا احساس ہوتا، شکر اور نمک سے اس کی تمام غذاؤں کی لذت اور مزے پیدا ہوتے ہیں اور دوسری طرف شکر اور نمک انسانی جسم میں بہت زیادہ کارآمد اور مفید بھی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ گنّا پیدا کرتا اور پھر اس سے گُڑ اور شکر بنانے کی صلاحیت نہ رکھتا تو انسان کو تھوڑے تھوڑے ٹکڑے گنّے کے چائے، دودھ، میٹھوں میں ڈالنا پڑتا، غرض انسان اللہ کی تخلیق پر غور کرے گا تو خدا کی قدرت ہی کا اعتراف کرے گا اور ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے پہلے مالک کا نام لیکر کھائے گا اور کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ‘‘ کے ذریعہ شکر بھی ادا کرے گا اور پھر پکار اٹھے گا کہ بیشک اللہ تعالیٰ جیسا خالق کوئی نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

اسی طرح انسان انڈے استعمال کرتے ہیں مگر اس میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور نہیں کرتے، آخر ان پرندوں میں انڈے اتنے محفوظ طریقہ سے کیسے بن رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی تخلیق دیکھئے کہ وہ انڈوں میں زردی الگ اور سفیدی الگ کیسے بناتا ہے؟ اور ان کو ملنے نہیں دیتا، الگ الگ رکھتا ہے؟ پھر اس زردی اور سفیدی کو انتہائی مضبوط جھلی اور چھلکے میں کیسے محفوظ رکھتا ہے؟ کیا دنیا کی کسی بھی مخلوق میں یہ کمال اور صلاحیت ہے کہ وہ ایک انڈا بنا سکے؟ نہیں یہ قدرت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی میں نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

تمام پرندوں اور حشرات الارض کے انڈوں پر غور کیجئے، مختلف پرندے مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں، مور، طوطے تو کئی رنگوں کے ہوتے ہیں، کوا تو بالکل کالا ہوتا ہے، کبوتر اور چڑیوں میں کئی کئی اقسام اور رنگ ہوتے ہیں مگر آپ انڈوں کو پھوڑ کر دیکھیں گے تو تمام پرندوں کے انڈوں میں زردی اور سفیدی ایک جیسی ایک ہی رنگ کی ہوتی ہے، مگر ان ہی انڈوں سے طرح

طرح کے رنگین پرندے نکلتے ہیں، پھر یہ بھی غور کیجئے کہ زردی اور سفیدی ایک جیسی ہونے کے باوجود کسی انڈے سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے سانپ نکال رہا ہے، کسی انڈے سے اللہ تعالیٰ طوطا، مور اور مینا نکال رہا ہے اور کسی انڈے سے مچھلی اور مگرمچھ نکال رہا ہے، کسی انڈے سے چیونٹی اور مکوڑا نکال رہا ہے، کسی سے مکڑی نکال رہا ہے، کہیں کبوتر نکال رہا ہے اور کہیں کوّا، چیل نکال رہا ہے اور کہیں تانبیل اور مینڈک اور مچھر نکال رہا ہے، بس یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کمال ہی کمال ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" اس جیسا کمال والا کوئی دوسرا نہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

پھر اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں یہ بھی غور کیجئے کہ اس نے ان انڈوں کو دوسرے جانوروں کی غذا بھی بنائی اور انڈوں سے ربوبیت کی اس ضرورت کو بھی پوری فرما رہا ہے، ان سے بچے پیدا ہونے کا طریقہ بھی رکھا اور غذاؤں میں استعمال کرنے کا طریقہ بھی رکھا، چنانچہ بیمار انسانوں اور بچوں کو انڈے ابال کر کھلائے جاتے ہیں جو بہت طاقت پیدا کرتے ہیں، انسان ہر روز تل کر غذاؤں میں کھاتا ہے، گویا ایک انڈے سے دو کام لئے جاتے ہیں، ایک تو مخلوق کی غذا بھی بنادی دوسرے پرندوں اور دوسرے جانوروں کے پیدا ہونے کا ذریعہ بھی بنادیا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ"۔

اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر یہ بھی غور کیجئے کہ کسی کے جسم سے ایک انڈا نکالتا ہے، کسی سے دو نکالتا ہے اور کسی سے پانچ پانچ، چھ چھ انڈے نکالتا ہے، مچھلی اور مگرمچھ، سانپ اور تانبیل سوسو انڈے دیتے ہیں، مچھلی چونکہ کئی جانوروں کی غذا ہے اس لئے اس سے بے حساب انڈے نکالتا ہے، مرغی چونکہ انسانوں کے ساتھ رہتی اور پرورش پاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے مرغی کے انڈے کو غذا کا اہم جزو بنایا ہے اس لئے مرغی انسانوں کیلئے مسلسل انڈے دیتی رہتی ہے، غرض مخلوقات کو جس جس چیز کی ضرورت زیادہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی شان ربوبیت سے ان کا انتظام ویسا ہی کیا ہے، اسی طرح کسی کے جسم سے ایک بچہ نکالتا ہے، کسی کے جسم سے دو بچے نکالتا ہے اور کسی کے جسم سے پانچ پانچ، چھ چھ بچے نکالتا ہے، اسی طرح کسی پھل سے صرف ایک بیج نکالتا ہے، کسی پھل سے دس، بارہ بیج اور کسی پھل سے سوسو دو دوسو بیج نکالتا ہے، جیسے انار، مکئی کا بھٹّا وغیرہ، املی کے ایک درخت کے بیجوں سے ہزاروں درخت لگائے جاسکتے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اس جیسی قدرت کسی میں نہیں، وہ اپنی قدرت میں اکیلا ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کمال ہے اس جیسا کمال کسی

میں نہیں، بیشک تعریف اور شکر کے لائق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، اس کو کوئی مجبوری ومحتاجی نہیں، وہ ماں باپ کے ذریعہ بھی بچے پیدا کرتا ہے اور بغیر ماں باپ کے بھی بچے پیدا کرتا ہے، چنانچہ وہ کچرا اور سڑھی ہوئی چیزوں میں بغیر نر اور مادہ کے سڑھان اور بدبو میں کیڑے پیدا کرتا ہے، وہ کسی بچوں کو ماں باپ کے ذریعہ پالتا ہے اور کسی کو صرف ماں کے ذریعہ، جیسے گائے، بھینس، بکری، بلی وغیرہ سے پالتا ہے اور کسی کو بغیر ماں باپ کے پالتا ہے، جیسے مچھر، چیونٹی، مچھلی، مگرمچھ، تانبیل، یہ جانور غول کے غول انڈے دے کر چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے بغیر ماں کے بچوں کی پرورش کرتا ہے، مچھر پانی کی سطح پر انڈے دے کر چلا جاتا ہے، چیونٹی بلوں میں انڈے دے کر چھوڑ دیتی ہے، مچھلی پانی کے کناروں پر انڈے دے کر چلی جاتی ہے، مگرمچھ اور تانبیل ریتی میں انڈے دے کر ڈھانک دیتے ہیں مگر سینکتے نہیں، سورج کی شعاعوں سے ریت کی گرمی میں انڈوں میں بچے تیار ہوجاتے ہیں، جب بچے نکلنے کا وقت قریب آتا ہے تو یہ نگرانی کرتے رہتے ہیں، انڈوں میں سے بچوں کی آواز ریت کے ذریعہ سنائی دیتی ہے، وہ آکر ریت ہٹا دیتے ہیں، بچے انڈوں سے باہر نکل کر آہستہ آہستہ پانی میں چلے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مکڑی اور بچھو کے بچوں کیلئے یہ نظام بنایا کہ مکڑی کے بچے انڈوں سے نکلنے کے بعد ماں کے پیٹ کو چاٹ چاٹ کر پروان چڑھتے اور مکڑی مرجاتی ہے، مادہ بچھو بھی جب بچے دیتی ہے تو اس کے بچے اسے چاٹتے ہیں اور وہ مرجاتی ہے، چھپکلی تو بچے جن کر ختم ہوجاتی ہے، وہ اپنے بچوں کی خاطر خوشی خوشی جان دینا ہی زندگی سمجھتی ہے، اس سے اس کو سکون ولذت ملتی ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے وہ ہر طرح سے ہر چیز پر قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اس کیلئے کوئی کام مشکل نہیں، وہ جب کسی کو پیدا کرنا چاہے تو پہاڑ اور چٹان کے بیچ میں بغیر ہوا، پانی کے پیدا کرسکتا ہے، چنانچہ اکثر دیکھا گیا کہ بڑی بڑی چٹانیں توڑنے پر بیچ میں سے زندہ مینڈک نکلتا ہے، غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ پرورش اور ربوبیت کیلئے کیسے کیسے انتظامات کیا ہے۔

اگر آپ جانوروں پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے جانور نام کی ایک چیز تو ضرور بنایا ہے مگر اسی جانور سے ربوبیت کے کیسے کیسے کام لیتا ہے، غور کیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کیسا کمال ہے کہ وہ کسی جانور کو سواری کے قابل بنایا، کسی کو حفاظت اور نگرانی کے قابل

بنایا اور کسی کو کھانے کے قابل بنایا، کسی کو مال برداری اور سفر کے قابل بنایا، کسی کو خوبصورتی اور رونق کے قابل بنایا، کسی کو انڈے دینے کے قابل بنایا، کسی کو دودھ دینے کے قابل بنایا، مرغی جو انسانوں کے قریب رہتی ہے جو ہر روز انڈے دیتی ہے، پرندوں میں کوئی جانور ایسا نہیں جو ہر روز انڈے دیتا ہو، آخر مرغی ہی ہر روز انڈے کیوں دیتی ہے؟ یہ صرف اور صرف انسانوں کی غذاؤں کا انتظام ہے، اگر انسان انڈے گوشت نہیں کھائے گا تو یہ تمام انڈے ضائع و برباد ہوجائیں گے، سمندروں اور دریاؤں میں جو مچھلیاں ہوتی ہیں کیا وہ پوری کی پوری جانوروں کے لئے ہیں؟ نہیں! پرندے اور جانوروں کے علاوہ انسان بھی مچھلیاں کھاتے ہیں، غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے انتظامات ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو کارآمد اور مفید بنایا ہے اس کے برعکس انسان اگر اللہ تعالیٰ کا باغی اور نافرمان ہو تو زندگی میں بھی ناکارہ اور موت کے بعد بھی ناکارہ ہی رہتا ہے۔

جو لوگ گوشت نہیں کھاتے اور گوشت کھانے والے انسانوں کو گوشت کھا کر جانوروں پر ظلم کرنے کا تصور کرتے ہیں ان کو یہ بات سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت کو صرف انسانوں ہی کی غذا نہیں بنایا بلکہ بہت سارے جانور بھی گوشت کھاتے ہیں، مثلاً شیر، ببر، چیتا، بلی، کتا، چیل، کوا، کئی پرندوں کی غذا کیڑے اور مچھلی ہے، مینڈک کو مچھلی کھاتی ہے، ہرن کو شیر کھاتا ہے، چوہے کو بلی کھاتی ہے، کتا اور گیدڑ مرے ہوئے جانور بھی کھاتے ہیں تو کیا یہ سب ظالم ہیں اور گوشت کھا کر ظلم کر رہے ہیں؟ نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی غذا ہی گوشت بنایا، ورنہ وہ بھوکے مرجاتے، ان کے دانت خود گوشت کو کترنے اور چبانے کے قابل بنایا جبکہ بکری، ہرن، بھیڑ، گائے، بھینس وغیرہ کے دانت ایسے نہیں ہوتے، وہ صرف گھاس کتر سکتے اور چبا سکتے ہیں، اسلئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے ترکاری اور گوشت دونوں غذائیں رکھا ہے اور ان کا جسم ان دونوں غذاؤں کو ہضم کرسکتا ہے، انسانوں کے دانت بھی اسی انداز پر بنایا ہے۔

اللہ کی صفت قادر کو ان مثالوں سے بھی اچھی طرح ذہن نشین کیجئے اور اپنے بچوں میں اللہ تعالیٰ کے ہر طرح سے قادر ہونے کا احساس پیدا کیجئے، اللہ تعالیٰ دنیا میں ہزاروں مخلوقات کو پیدا کیا اور ہر ایک کو زندگی گذارنے کے مختلف طریقہ عطا فرمایا، ہم ہر روز اپنے اطراف مختلف جانوروں کو دیکھتے ہیں مگر غافل ہی غافل بنے رہتے ہیں، ان میں نہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور وفکر

کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے ہر طرح قادر ہونے کو سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے کسی کو سیدھا چلنے کے قابل اور کسی کو الٹا چلنے کے قابل بنایا، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے، مثلاً انسان اور تمام چوپائے چلتے پھرتے وقت سر اوپر پیر نیچے رکھ کر چلتے ہیں، وہ پیر اوپر اور سر نیچے کریں تو گر جاتے ہیں چل نہیں سکتے، مگر بعض جانور مثلاً چیونٹی، جھینگور، چھپکلی، کھٹمل، مچھر یہ وہ تمام جانور ہیں جو سیدھا بھی چلتے اور الٹا بھی چل سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں سیدھا اور الٹا دونوں طریقوں سے چلنے کے قابل رکھا، یعنی یہ سر اوپر اور دھڑ نیچے رکھ کر یا سر نیچے رکھ کر چلتے پھرتے اور شکار پکڑتے ہیں جس کو انسان ہر روز چھتوں، دیواروں پر چلتے اور ٹھہرتے ہوئے دیکھتا ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے کسی کو دو پیر سے چلاتا ہے مثلاً انسان اور کسی کو چار پیر سے چلاتا ہے مثلاً گائے، بیل، بھینس، بکری اور کسی کو پچیس پچیس پیروں سے بھی چلاتا ہے، مثلاً گوم، برساتی کیڑے، کمبل کے کیڑے وغیرہ، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

انسان اپنی ناقص عقل سے یہ سمجھتا ہے کہ بغیر پیروں کے نہیں چلا جا سکتا مگر اللہ تعالیٰ بعض جانور ایسے بھی پیدا فرمایا ہے جن کو نہ ہاتھ ہیں اور نہ پیر، اللہ تعالیٰ ان کو بغیر پیروں کے چلاتا ہے مثلاً سانپ، کیچوا وغیرہ، اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر پیروں کے صرف پیٹ سے چلنے کے قابل بنایا، سانپ تو بہت تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کمال ہی کمال ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی کو پیر تو دئے مگر ان کو پیروں سے نہیں ہاتھوں سے چلاتا ہے، جیسے تمام پرندے کبوتر، کوا، چیل یہ سب پرندے پیروں سے نہیں دوڑتے بلکہ پروں (ہاتھوں) سے دوڑتے یعنی اڑتے ہیں، وہ پروں سے اڑتے اور پیروں سے چلتے بھی ہیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال ہی کمال ہے، بیشک وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بعض جانور تو ایسے بھی بنائے ہیں جو ہاتھوں اور پیروں سے نہیں بلکہ پھدک پھدک کر چلتے ہیں، جیسے خرگوش، مینڈک، گھروں میں جھینگور، گھاس میں ایک کیڑا نکلتا ہے وہ بھی پھدک پھدک کر چلتا ہے، بیشک یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال ہی کمال ہے کہ وہ

اپنی مخلوق کو جیسا چاہے چلا دے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح بہت ساری مخلوقات ایسی ہیں جو پیر نیچے اور سر اوپر یعنی سیدھا ٹھہرتے ہیں جیسے انسان اور چوپائے وغیرہ مگر اللہ تعالیٰ چونکہ ہر چیز پر قادر ہے وہ ایسی بھی مخلوق پیدا کیا ہے جو سر نیچے اور پیر اوپر کر کے ٹھہرتے ہیں جیسے چمگادڑ یا بڑ باغل ٹھہرتے ہیں، مکھی مچھر، چھپکلی چھتوں پر الٹا بیٹھتے اور ٹھہرتے ہیں، تمام درخت، پودے الٹا ٹھہرے ہوئے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو زمین پر کھڑا کر کے ان کا منہ زمین کے اندر جڑ کی شکل میں رکھا ہے، وہ منہ کے بل زمین پر ٹھہرے رہتے ہیں، تمام نباتات اپنی غذا کھاد پانی وغیرہ بغیر زبان، بغیر دانت اور بغیر منہ کے صرف جڑوں کی مدد سے کھاتے اور پیتے ہیں اور بغیر ناک کے صرف پتوں سے سانس لیتے ہیں، غور کیجئے اللہ تعالیٰ جس انداز سے چاہے پرورش کر سکتا ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو کام کاج کرنے کے لئے ہاتھ دیا، مثلاً انسان اپنے تمام کام کاج ہاتھوں سے کرتا ہے اور جس مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے ہاتھ نہیں دیا تو وہ اپنی شان ربوبیت سے ان کے چونچ، دُم یا پیروں یا پروں میں ہاتھوں کا کام کرنے کی صلاحیت دے رکھا ہے، مثلاً پرندے اپنے تمام کام چونچ سے کرتے ہیں، گھونسلہ چونچ سے بناتے ہیں، دانہ چونچ سے کھاتے ہیں اور اپنے بچوں کو چونچ سے کھلاتے ہیں یہاں تک کہ اپنا بچاؤ بھی چونچ سے کرتے ہیں، جسم کو صاف کرنا ہو، کھجانا بھی ہو تو چونچ ہی سے صاف کرتے اور کھجاتے ہیں، غور کیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کیسا کمال ہے کہ انسان جو کام ہاتھوں سے کرر ہا ہے اللہ وہی کام کاج پرندوں کی چونچ سے کروا رہا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر ہر طرح پر قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

بعض جانور اپنے جسم پر کیڑا، مکھی، مچھر کو ہٹانے کے لئے دم کا استعال کرتے ہیں اور دم کی مدد سے بار بار دُم ہلا کر مکھی، مچھر اور کیڑوں کو اڑاتے ہیں اور بعض تو اپنی دُم سے حملہ بھی کرتے ہیں مثلاً بچھو، سارس جن کی دم پر خطرناک کانٹے ہوتے ہیں، یہ دم سے حملہ کرتے ہیں، مچھلی بھی دم سے اپنا بچاؤ کرتی ہے، کبوتر اپنا بچاؤ پر اور چونچ سے کرتے ہیں۔

بعض جانور کی سونڈوں میں اللہ تعالیٰ ایسی صلاحیت رکھا ہے کہ وہ ہاتھوں کا کام سونڈ سے کرتے ہیں مثلاً ہاتھی، چیونٹی، بچھو اپنے سامنے کی ڈنکوں سے کوئی چیز کھینچتے اور لے جاتے ہیں، ہاتھی سونڈ سے پانی پیتا ہے، گنا اور درخت کھاتا ہے، ڈالیاں توڑتا ہے، بڑے سے بڑے

پیڑ اور درخت کو سونڈ ہی سے اٹھاتا ہے اور اپنا بچاؤ بھی سونڈ ہی سے کرتا ہے، بچھو اپنے ڈنک ہی سے کسی چیز کو پکڑ کر دُم کی ڈنک سے کاٹتا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے نمونے ہیں، وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۔ ان تمام باتوں پر غور کریں گے تو دل کی گہرائیوں سے انسان خدا کی قدرت کو مانے گا اور اعتراف کرے گا کہ اس جیسی قدرت کسی میں نہیں، وہ اپنی قدرت میں اکیلا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

اسی طرح غور کیجئے کہ بعض جانوروں کو نہ ہاتھ ہیں اور نہ پاؤں ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں غذا حاصل کرنے کی صلاحیت زبان کے ذریعہ رکھا ہے اور وہ زبان سے اپنی غذا کا شکار کرتے اور پکڑتے ہیں مثلاً سانپ، چھپکلی، مینڈک وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر غور کیجئے کہ کسی کو ہاتھوں سے کھانے کے قابل بنایا، کسی کو چونچ سے اور کسی کو منہ سے اور کسی کو سونڈ سے اور کسی کو صرف زبان سے چاٹنے کے قابل بنایا، کسی کو دو چار دانت دئے، کسی کو دس بارہ اور کسی کو ۳۲،۳۲/ دانت دئے اور کسی کو بغیر دانت کے کھانے کے قابل بنایا، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، اس جیسی قدرت کسی میں نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

اسی طرح مخلوقات میں غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ بعض جانوروں کو اللہ تعالیٰ ہاتھ نہیں دیا تو وہ اپنے بچاؤ کے لئے پاؤں کا استعمال کرتے ہیں یعنی لات مارتے ہیں جیسے گدھا، گھوڑا وغیرہ، کسی جانور کو اللہ تعالیٰ اپنے بچاؤ کی طاقت سینگوں میں دی ہے اور وہ اپنے بچاؤ کے لئے سینگ مارتے ہیں اور بعض جانور جن کو ہاتھ اور پاؤں نہیں ہوتے وہ اپنا بچاؤ منہ سے یعنی پھن سے کرتے ہیں مثلاً سانپ وغیرہ، غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کیسے قادر ہیں، جب اللہ تعالیٰ ہاتھوں کا کام پیروں سے، زبان سے، پروں سے، دُم سے لے سکتا ہے تو قیامت کے دن زبان کے بات کرنے کا کام جلد سے، شرمگاہ سے، ہاتھوں سے نہیں لے سکتا؟ بیشک وہ لے سکتا ہے اور لے گا! اور انسان کے جسم کے دوسرے اعضاء انسان کے خلاف گواہی دیں گے۔ (سورۂ یاسین)

غرض یہ کہ ان تمام باتوں پر انسان اگر غور و فکر کرے گا تو اس کے ایمان میں شعور پیدا ہوگا مگر افسوس کہ ہم رات دن اِن تمام چیزوں کو دیکھنے اور استعمال کرنے کے باوجود غافل ہی غافل بنے رہتے ہیں اور ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' بھی بس رسمی انداز سے پڑھتے رہتے ہیں،

اگر’’اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ‘‘ کوشعور کے ساتھ پڑھا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی معرفت نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ کی آیتوں اور نشانیوں میں غور وفکر کرتے رہیں، اللہ کی آیات الفاظ کی شکل میں قرآن مجید میں محفوظ ہیں اورحقیقت کی شکل میں کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں، اس لئے آفاق اور انفس میں غور وفکر کرنے کی تربیت ہرانسان کوقرآن پاک میں دی گئی ہے اورغور وفکر کرنا عقلمندوں کا کام بتلایا گیا، وہ انسان جو اپنے سر پرصرف کھوپڑی رکھتا ہے مگر اندر مغزنہیں رکھتا، وہ کائنات کی چیزوں میں غور وفکر کرکے اللہ کی پہچان حاصل نہیں کرتا، وہ غور وفکر کے ذریعہ چیزوں کی بناوٹ، ان کے اثرات اوران کی حفاظت کے طریقوں ہی تک کو جانتے ہیں، اس سے آگے وہ خالق کی تخلیق پرغور وفکرنہیں کرتے، چنانچہ آج یورپین ممالک میں جتنا ریسرچ ہورہا ہے وہ تقریباًاسی انداز کا ریسرچ ہے، وہ خالق کی حقیقت کوسمجھے بغیر چیزوں کی حقیقت کو جان رہے ہیں، گویا وہ اپنی کھوپڑی کے مغزکو ناکارہ اور بےفیض بنارکھے ہیں۔

جانداروں کی غذاؤں پرغور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف جانداروں کی غذاؤں کا انتظام مختلف کیا ہے، کسی کو پکا ہوااناج کھلا کر زندہ رکھتا ہے، مثلاً اگر انسان کچا اناج، چاول، گیہوں کھاجائے تو زندہ نہیں رہ سکتا ہے، اس کے برخلاف وہ مخلوقات جوآگ، چولہا، لکڑی وغیرہ نہیں لاسکتے اور نہ جلاسکتے ان کو اللہ تعالیٰ کچا اناج کھلا کر زندہ رکھتا ہے، جیسے مرغی، کبوتر، چڑیا، چیل وغیرہ جو کچا اناج آسانی سے کھاسکتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کیلئے بھی مرغی اور کبوتر، چیل، چڑیا کی طرح بغیرپکا ہوادانہ کھانے کا طریقہ رکھتا اورانسان کوکھانا پڑتا تب وہ غذاؤں کا مزا کہاں سے محسوس کرتا، ان پرندوں کی طرح صرف پیٹ بھرلیتا اور بھوک مٹالیتا، مگراللہ تعالیٰ انسانوں کی زندگی کولذت دار بنادیا اوراس کی خاطر وتواضع کے لئے یہ سب انتظامات رکھا ہے، بیشک وہ ہرچیز پر ہرطرح سے قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔

بعض جانوروں کواللہ تعالیٰ صرف ہری گھاس کھلاتا ہے، مثلاً گائے، بھینس، بیل وغیرہ، بعض جانوروں کوسوکھی گھاس کھلا کر زندہ رکھتا ہے مثلاً گدھا وغیرہ، بعض جانوروں کو اللہ تعالیٰ صرف کچا گوشت کھلا کرزندہ رکھتا ہے اوران کی غذا صرف گوشت ہی رکھا ہے، مثلاً شیر، ببر وغیرہ اور بعض کواللہ تعالیٰ صرف خون پلا کر زندہ رکھتا ہے جیسے کھٹمل، مچھر وغیرہ اور بعض جانوروں کوتو

اللہ تعالیٰ لکڑی اور کاغذ کھلا کر زندہ رکھتا ہے، جیسے دیمک وغیرہ، بیشک وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے اور یہ اس کا کمال ہے کہ وہ جسے جیسا چاہے پال سکتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ کسی کو بغیر کھلائے اور بغیر ہوا کے اور بغیر پانی کے بھی زندہ رکھ سکتا ہے، مثلاً فرشتے، فرشتوں کو کھانے پینے اور ہوا کی حاجت وضرورت ہی نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا، اس پر تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اصحاب کہف کو ۳۰۰ ؍سال تک بغیر کھلائے پلائے زندہ رکھ سکتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر زندہ نہیں رکھ سکتا، بیشک وہ اپنی قدرت سے بغیر کھلائے بھی زندہ رکھ سکتا ہے، اس لئے کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی کو زمین پر پیدا کیا، کسی کو زمین کے اندر اور کسی کو پانی میں اور کسی کو خلاء میں اور کسی کو آسمانوں میں پیدا کیا، یعنی زمین کے اوپر کی مخلوق الگ، زمین کے اندر کی مخلوق الگ، پانی کی مخلوق الگ، ہوا کی مخلوق الگ، آسمانوں کی مخلوق الگ یہاں تک کہ دن کی مخلوق الگ، رات کی مخلوق الگ، کچھ جانور ایسے ہوتے ہیں جو رات ہونے کے بعد نکلتے ہیں ان کو دن میں کچھ نظر ہی نہیں آتا، جیسے بڑ باغل، چمگادڑ، چمڑے کی چڑی، ایسے جانور ہیں جن کو دن میں نظر ہی نہیں آتا۔ اسی طرح زمین پر مختلف حیوانات پیدا کئے ان میں بھی مٹی پر چلنے والے حیوانات الگ، ریت پر چلنے والے حیوانات الگ، پہاڑوں پر رہنے والے حیوانات الگ، درختوں پر رہنے والے حیوانات الگ۔

کسی کو جنگلی بنا کر جنگلوں میں رہنے والا بنایا، کسی کو پالتو بنا کر آبادیوں میں رہنے والا بنایا، پھر ان میں چرندے پرندے اور درندے الگ الگ بنائے، پھر پانی میں رہنے والے خشکی پر اور خشکی میں رہنے والے پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے، بڑے سے بڑا جانور ہاتھی، اونٹ اور چھوٹے سے چھوٹا کیڑا بیکٹیریا تک بنایا، فرشتے تو ایسی مخلوق ہیں جس کی ہیئت کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے، جسم کی حفاظت کے لئے گرمی، سردی اور برسات سے بچنے کسی کو خوب گھنے پر دئے اور کسی کو موٹی کھال اور کسی کو کھال پر بال دئے، ہر ایک جاندار کو تقریباً زبان دی مگر ہر ایک کی بولی اور آواز الگ الگ رکھا، غور کیجئے کہ ہر انسان کی آواز ایک دوسرے سے نہیں ملتی اور وہ اپنی آواز سے فوراً پہچانا جاتا ہے، جانوروں میں پوری دنیا کے کتوں کی بولی اور آواز ایک، پوری دنیا کے

بلیوں کی آواز ایک اور پوری دنیا کے بکریوں کی آواز ایک جیسی بنائی، چنانچہ انسان گھر میں بیٹھ کر بغیر دیکھے پہچان لیتا ہے کہ یہ بلی پکار رہی ہے، یہ کتا بھونک رہا ہے، یہ بکری پکار رہی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے اس جیسی قدرت کسی میں نہیں۔

ہم کو یہ بھی اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز دنیا میں مختلف کیڑوں کو بغیر ماں باپ کے پیدا کرسکتا ہے تو کیا وہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو بغیر ماں باپ کے اور حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو پہاڑ سے پیدا نہیں کرسکتا، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، وہ سب کچھ کرسکتا ہے، وہ دن رات پھلوں، ترکاریوں میں بغیر نر اور مادہ کے کیڑے پیدا کرتا ہی رہتا ہے۔

جب انسان کمپیوٹر کے ذریعہ انسانی ٹیپ (روبوٹ) کی انسانی مشین بنا کر اس سے وہی کام لے سکتا ہے جو انسان کرتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ کی لکڑی کو حرکت دے کر اژدھا نہیں بنا سکتا، بیشک وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، اس نے اپنی قدرت سے موسی علیہ السلام کے عصاء کو سانپ بنایا پھر لکڑی بنادی، یہ صرف اس کا کمال اور قدرت ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ''۔

اسی طرح انسان کے معدہ میں مختلف جراثیم کیچوے، کریم وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں، خون میں جراثیم رہتے ہیں، ایک جاندار کا بچہ کئی مہینوں تک اس کی ماں کے پیٹ میں زندہ رہ سکتا ہے، ایک پرندے کا بچہ ۲۱/دن تک انڈے میں زندہ رہ سکتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں ۳/دن یا اس سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے؟ بیشک رہ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ صلاحیت دی کہ وہ لوہے کے ٹکڑوں کو جوڑ کر مائیک اور اسپیکر بنا سکتا ہے یا ٹیپ ریکارڈ کی رِیل بار بار بات کرنے کے قابل بنا سکتا ہے تو کیا کائنات کا خالق انسان کے جسم کے مختلف حصوں کو قیامت کے دن بات کرنے کی صلاحیت نہیں دے سکتا، بیشک وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، قیامت کے دن وہ انسان کی زبان کو بند کر کے اس کے جسم کے دوسرے حصوں کو بات کرنے کی صلاحیت دے گا کیونکہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے کمالات ہیں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ''۔

اسی طرح غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے منہ سے نکلنے والی ہوا میں دو خاصیتیں رکھی

ہیں مثلاً آگ بجھانا ہو یا آگ سلگانا ہو تو انسان اپنے منہ ہی سے نکلنے والی ہوا سے دونوں کام کرتا ہے، اسی طرح دودھ اور چائے کو ٹھنڈا کرنا ہو یا پھر آنکھ میں کچھ گر جائے تو منہ پر کپڑا رکھ کر کپڑا گرم کر کے آنکھوں پر لگاتا ہے، تو غور کیجئے کہ انسان کے منہ کی پھونک میں جب دو خاصیتیں موجود ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور میں دو خاصیتیں نہیں رکھ سکتا؟ بیشک اللہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے اور وہ حضرت اسرافیلؑ کے ذریعہ پہلا صور پھونک کر پوری دنیا کو ختم کر دے گا اور پھر دوسرے صور کے ذریعہ سارے کے سارے انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ بیشک وہ اپنی قدرت اور کمالات میں یکتا اور تنہا ہے، اس جیسا کمال اور قدرت کسی میں نہیں، وہ انسانوں کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے گا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔

ہوا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور وفکر کا طریقہ

وَ مَنْ یُّرْسِلِ الرِّیٰحَ بُشْراً بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ ۔ (سورہ نمل)

وہ کون ہے جو باران رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں چلا دیتا ہے۔

اسی طرح غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے جانداروں کے لئے ہوا پیدا کیا جس کے وہ سخت محتاج ہیں اور پھر ہوا سے نہ صرف وہ جانداروں کی پرورش کر رہا ہے بلکہ دنیا کے انتظامات میں بھی ہوا کا بہت بڑا عمل دخل ہے، چنانچہ اللہ ہوا کے ذریعہ دنیا کی مختلف ضرورتیں پوری کر رہا ہے، اس لئے کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے مختلف ہوائیں زمین کے مختلف حصوں اور بلندیوں پر پیدا فرمایا جس کو سائنس کی زبان میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے مثلاً آکسیجن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی ربوبیت کے لئے ایک ہوا ایسی بنائی جس سے انسان اور حیوانات سانس لیتے ہیں جو سائنس کی زبان میں آکسیجن کہلاتی ہے، اسی سے انسان کے چولہے بھی جلتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا ایسی بنائی جس سے نباتات سانس لیتے ہیں جس کو سائنس کی زبان میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا ایسی بنائی جس سے

آگ بجھانے کا کام بھی لیا جاتا ہے جسے سائنس کی زبان میں نائٹروجن کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کیجئے کہ یہ اس کا عجیب وغریب کمال اور قدرت ہے کہ ہمارے اطراف تمام گیسس کو رکھا ہے، آکسیجن بھی ہے، کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی مگر جاندار جب سانس لیتے ہیں تو آکسیجن ہی کا زیادہ حصہ حیوانوں کے پھیپڑوں میں جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی وجہ سے ہوائیں موسموں کی تبدیلی میں بھی بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں جس کی وجہ سے سردی گرمی اور برسات کے موسم آتے جاتے ہیں، جب برسات کا موسم زمین کے جس جس علاقوں میں شروع ہوتا ہے ہوائیں پانی سے بھرے ہوئے بادل اڑا اڑا کر لاتی اور ان علاقوں میں بادلوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک جگہ جمع کر دیتی ہیں، بادلوں کی وجہ سے یا درختوں کی وجہ سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں ان علاقوں میں چلتی ہیں۔

اسی ہوا کے لحاف کی وجہ سے زمین کی آبادیاں بہت سے آفات سماوی سے محفوظ ہیں، یہی ہوا سورج کی تیز اور نقصاندہ شعاعوں کو روک کر جانداروں کیلئے صحت بخش اور فائدہ مند شعاعوں کو زمین تک بھیجتی ہیں، یہی ہواؤں کو اللہ تعالیٰ زمین پر مختلف انداز سے چلاتا ہے، کبھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے، کبھی گرم لو والی ہوا چلتی ہے اور کبھی بالکل بند ہو جاتی ہے، کبھی آہستہ آہستہ چلتی ہے، ان ہی ہواؤں سے زمین پر آندھی، طوفان آتے اور زمین پر دور دور تک موسلا دھار بارش ہوتی ے، کبھی اتنی تیز چلتی ہے کہ گھنے بادل اڑا کر لیجاتی ہے، انسان زمین پر جتنی تیز رفتار سواریاں چلاتا ہے ان کے پہیوں میں بھی ہوا کا ہونا ضروری ہے، گویا وہ ہوا ہی کی مدد سے بھاگتے ہیں، سمندروں کا پانی ہواؤں کی وجہ سے موجوں کی شکل میں ہلتا رہتا ہے، انسانوں حیوانوں اور نباتات کو ہوا لینا ضروری ہے۔

سمندروں سے طوفان ہواؤں کے دباؤ ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور زمین پر دور دور تک بارش ہوتی ہے، جب انسان باغی ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی ہوا کو تیز کر کے آندھی طوفان کے ذریعہ انسانوں کی پٹائی بھی کرتا ہے اور انسانی بستیوں کے گھروں کے چھت اور درخت ہواؤں میں اڑ جاتے ہیں اور جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں، اسی ہوا میں انسان اپنے ہوائی جہاز دوڑاتا ہے گویا اللہ تعالیٰ ہزاروں ٹن وزنی جہازوں کو پرندوں کی طرح ہواؤں میں سہارا دیتا ہے، ذرا غور کیجئے جب انسان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے دماغ ہی سے ہوائی جہاز ہواؤں میں اڑا رہا ہے اور آسمان،

سورج، چاند، ستاروں کو بغیر کسی سہارے کے معلق کھڑا رکھا ہے اور وہ بغیر کسی سہارے کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فضاء میں تیر رہے ہیں تو کیا جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو روئی کے گالوں کے طرح نہیں اڑا سکتا؟ بیشک اڑا سکتا ہے! وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، سونا، چاندی اور مختلف معدنیات، کوئیلہ، پٹرول، پانی یہ سب زمین کی قوت ہیں، جب انسان زمین میں سے یہ سب نکال رہا ہے تو زمین کی قوت ٹوٹ جائے گی اور زمین پر پہاڑوں کا توازن ختم ہوجائے گا اور زمین پر زلزلے آئیں گے، زمین کا پانی دن بہ دن کم ہوتا جارہا ہے اور زمین پر گرمی بڑھتی جارہی ہے اور انسان اپنی موت کا سامان کررہا ہے۔

اگر زمین کے اوپر کی ہوائی فضاء موجودہ نسبت سے لطیف ہوتی تو شہاب ثاقب جو ہر روز اوسطاً دو کروڑ کی تعداد میں اوپری فضاء میں داخل ہوتے ہیں اور رات کے وقت ہم کو جلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور وہ زمین کے ہر حصہ میں گرتے ہیں مگر ہوائی کرہ اپنی نہایت موزوں دبازت کی وجہ سے ہم کو اس آتشیں بوچھار سے محفوظ رکھتا ہے۔

ہوائی کرہ ٹھیک اتنی کثافت رکھتا ہے کہ سورج کی کیمیائی اہمیت رکھنے والی شعاعیں (Antynic Rays) اسی موزوں مقدار سے زمین پر پہنچتی ہیں جتنی نباتات کو اپنی زندگی کیلئے ضرورت ہے جس سے مضر بکٹیریا مرجاتے ہیں اور جس سے وٹامن جانداروں اور نباتات کو ملتے ہیں۔

سورج کی کرنوں میں کتنی کیمیائی اور ریڈیائی لہریں ہیں جو چھپی ہوئی تھیں، اسی طرح ہوا میں کتنی اقسام کی گیاسس پوشیدہ تھیں، ہوا کے ایک حصہ ''ایتھر'' ہی کو لے لیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ ایتھر نام کی ہوا جو آج تک صرف سورج کی گرمی اور روشنی ہم تک پہونچاتا تھا آج اپنی مخفیات جو اللہ تعالیٰ نے لاکھوں سال سے اس کے اندر چھپا رکھی تھی تحقیق کرنے کے بعد ''صوتی'' لہروں کے ذریعہ بے تار برقی کے ریڈیو اور ٹیلی فون پر کرہ ارض کی آوازیں ہم تک پہونچا رہے ہیں، اسی طرح عکسی لہروں کے ذریعہ پوری دنیا یہاں تک کہ چاند اور سورج کی تصویریں قید کی جارہی ہیں اور ٹیلی ویژن، فیاکس، ریڈیو، انٹرنیٹ، موبائل فون سب کچھ اسی سے چلائے جارہے ہیں، غور کیجئے اللہ تعالیٰ ہوا نام کی ایک چیز پیدا فرمایا اور اس سے کیسے کیسے کام لینے کی انسانوں کو صلاحیت عطا فرمائی، بیشک وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اس جیسی قدرت کسی میں نہیں ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ ۔

اسی طرح غور کیجئے کہ زمین کی فضاء میں جو گیاسیس تھیں ان کا ایک بڑا حصہ خلاء میں چلا گیا، ایک حصہ نے پانی کی شکل اختیار کر لی، ایک حصہ زمین کی تمام چیزوں میں جذب ہو گیا اور ایک حصہ ہوا کی شکل میں دنیوی فضاء میں باقی رہ گیا، جس کا زیادہ تر حصہ آکسیجن اور نائٹروجن ہے، یہ اپنی کثافت کے اعتبار سے زمین کا تقریباً ۱۰/لاکھ واں حصہ ہے، ذرا غور کیجئے کہ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ تمام کی تمام گیاسیس زمین میں جذب ہو جائیں یا ایسا کیوں نہیں ہوا کہ موجودہ نسبت اور تناسب کے مقابلہ میں ہوا کی مقدار بہت زیادہ ہوتی اور ہر طرف صرف آکسیجن ہی آکسیجن رہتی یا تمام کی تمام پانی بن جاتی یا صرف کاربن ڈائی آکسائیڈ ہی ہوتی، لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا ظہور ہے ورنہ انسان اور جاندار اور نباتات زندہ نہیں رہ پاتے۔

ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ جیسا کمال اور قدرت کسی میں ہے؟ بیشک وہ اپنی خدائی میں یکتا اور تنہا ہے، ان تمام باتوں کا علم حاصل کرنے کے بعد انسان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعتراف کرنا پڑے گا اور اس کے ایمان میں شعور پیدا ہوگا اور وہ بے ساختہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعتراف ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کی شکل میں کرتے ہوئے پکار اٹھے گا کہ اللہ تعالیٰ جیسی قدرت کسی میں نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

پانی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور وفکر کا طریقہ

وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ۔ (سورۃ النساء)

اور بنائی ہم نے پانی سے ہر چیز جس میں جان ہے۔

اسی طرح آپ ذرا پانی پر بھی غور کیجئے، پانی جانداروں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ نہ صرف انسان اور جانوروں ہی کی ربوبیت نہیں کرتا بلکہ تمام نباتات کی زندگی کا انحصار بھی پانی پر رکھا اور پانی نام کی ایک شئے پیدا کر کے اس سے بے شمار کام لیتا ہے اس لئے کہ وہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے، ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ پانی کو تین شکلیں اختیار کرنے کے قابل بنایا، وہ برف بن کر ٹھوس بنتا ہے یا بخارات بن کر بھاپ بنتا ہے یا پھر مائع کی شکل میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ کمال قدرت ہے کہ وہ پانی کی ان تینوں حالتوں کی خاصیتیں بھی الگ الگ رکھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ جب پانی کو برف بنا دیتا ہے تو اس میں

بے انتہاء ٹھنڈک پیدا کر دیتا ہے اور یہ آسمانوں میں برف کے بڑے بڑے پہاڑوں کی شکل میں ہواؤں پر اڑتا پھرتا ہے اور بعض وقت اولوں کی شکل میں زمین پر برستا ہے، پہاڑی علاقوں میں اور سرد ممالک میں یہی پانی برف بن کر برستا رہتا ہے جس سے راستوں پر برف گرتی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ اسی پانی کو برف کی شکل میں پہاڑوں کی بلندیوں پر جمع کر کے بڑے بڑے دریا زمین پر بہاتا ہے جس سے سیکڑوں ایکڑ زمین سیراب ہوتی ہے، انسان پانی کی اسی تبدیل شدہ شکل سے اپنے استعمال کے پانی کو ٹھنڈا کر کے گرما کی شدت دور کرتا ہے اور یہ بھی غور کیجئے کہ مرے ہوئے جانور مثلاً مچھلی اور جانوروں کا گوشت اگر پانی میں پڑے رہیں تو جلد سڑ جاتے ہیں مگر انسان مری ہوئی مچھلی اور جانوروں کے گوشت کو پانی کی اسی بدلی ہوئی شکل برف میں محفوظ رکھتا ہے اور گرما کے موسم میں اسی برف سے ٹھنڈے مشروبات استعمال کر کے غذاؤں کے مزے حاصل کرتا ہے، اس قسم کا اختیار سوائے انسانوں کے کسی دوسری مخلوق کو نہیں دیا گیا، اگر اللہ تعالیٰ پانی کی شکل تبدیل کر کے برف بنانے کا اختیار نہ دیتا تو انسان گرما کے موسم میں ٹھنڈے مشروبات اور ٹھنڈے پانی کو کہاں سے پی سکتا تھا؟ اور پانی کو برف بنا کر لاکھوں روپئے کہاں سے کما سکتا تھا؟ اسی برف سے تیار شدہ آئسکریم سے انسانوں کے بچے مزے اٹھاتے ہیں اور مزے لے لے کر کھاتے ہیں مگر پھر بھی انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد نہیں آتیں اور وہ آئسکریم کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر استعمال نہیں کرتا بس غفلت کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔

برف کی وجہ سے انسانوں کو بے انتہاء فائدے ہیں اس لئے وہ اُسے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر استعمال کریں، اللہ تعالیٰ دوسری مخلوقات کو قطعی اس بات کا موقع نہیں دیا کہ وہ پانی کو گرما میں ٹھنڈا اور سرما میں گرم کر کے استعمال کریں، انسان سخت سردیوں میں پانی کو گرم کر کے غسل کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر ادا نہیں کرتا، ہر روز چائے اسی پانی کو گرم کر کے بناتا ہے مگر اس کو اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت یاد نہیں آتی، پانی میں اگر اللہ تعالیٰ گرم ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تو انسانوں کو سخت سردیوں میں بھی ٹھنڈا پانی ہی غسل کیلئے استعمال کرنا پڑتا، اس لئے گرم پانی بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اور ٹھنڈا پانی بھی اللہ کی نعمت ہے، دنیا میں انسان پانی کو گرم کر کے چائے اور قہوہ بنا کر لاکھوں روپئے کما رہا ہے، مگر پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گذار نہیں بنتا۔

اللہ تعالیٰ نے پانی میں یہ خاصیت بھی رکھی ہے کہ وہ جب مردہ اور سوکھی ہوئی زمین پر

برستا ہے تو مردہ زمین مردہ بیج جی اٹھتے ہیں اور زمین لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل ہو کر طرح طرح کی غذائیں ظاہر کرتی ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے کہ وہ تمام درختوں اور پودوں کو ایک ہی پانی سے سیراب کرتا ہے اور پھر ہر درخت اور پودے سے الگ الگ غذائیں پھل پھلاری اور رنگ برنگ کے پھول ظاہر کرتا ہے، درختوں اور پودوں کی زندگی پانی کے بغیر نہیں رہتی، اسی پانی سے مردہ درختوں میں جان آجاتی ہے، چنانچہ انسان کھیتوں اور باغات اسی پانی سے آباد کرتا ہے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے اس احسان اور نعمت کو نہیں سمجھتا، جب غلہ اناج، پھل پھلاری زیادہ ملتی ہے تو سرکشی، بغاوت اور فساد کرتا اور گناہ اور مستی کے کام خوب کرتا ہے، انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر خوب شکرادا کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ پانی کو برسات کے موسموں میں آسمانوں سے برسا کر زمین پر تالاب، ندی، دریا اور سمندر، کنوؤں کے اندر محفوظ رکھتا ہے، اگر وہ سارا کا سارا پانی زمین میں جذب کر دیتا تو انسان سال بھر پانی کہاں سے اور کیسے حاصل کر سکتا تھا اور کیسے اپنی پیاس بجھاتا تھا، اس لئے ہر روز اس کو اور اس کے جانوروں کو پانی کا بغیر کسی تکلیف کے اور بغیر برسات کے موسم کے ملتے رہنے پر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرتے ہوئے اسے اللہ تعالیٰ کا شکرادا رکرنا چاہئے، ورنہ پانی اگر زمین میں چلا جاتا تو دنیا کی کوئی حکومت اسے اوپر لا نہیں سکتی تھی، پانی کو اللہ تعالیٰ سمندروں اور تالابوں میں محفوظ رکھ کر اس میں کئی حکمتیں ملحوظ رکھا ہے اور پانی میں کئی قسم کے جانوروں کو زندہ رہنے کے قابل بنا کر انسانوں کی ضیافت، تفریح اور خوشنمائی اور سکون کا ذریعہ بنا دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے بہت سی مخلوقات ایسی پیدا کی ہیں جو یا تو پانی میں رہتی ہیں یا زمین پر رہتی ہیں یا ہوا میں اڑتی ہیں، مگر انسانوں کو ہوا میں زمین پر اور پانی میں بھی سفر کرنے کے قابل بنا دیا اور ہوا پانی اور زمین کو اس کے تابع کر دیا جس کی وجہ سے انسان ہوا میں ہوائی جہاز اڑا کر اور زمین پر موٹریں دوڑا کر اور پانی میں جہاز تیرا کر خوب سفر کرتا اور دنیا کے مختلف حصوں تک پہنچ سکتا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے احسانات ہی احسانات ہیں، ان نعمتوں کو وہ یاد کر کے اللہ کا شکر گذار بندہ بن کر رہنا چاہئے۔

سمندروں، تالابوں سے انسان مچھلی اور جھینگے پکڑ کر روزگار حاصل کرتا اور اپنی غذاؤں کے مزے لوٹتا ہے، اللہ تعالیٰ پانی کو سمندروں میں کھارا بنا کر رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ سڑ ھنے نہیں پاتا، مگر جب بخارات بنا کر اڑاتا ہے تو اس کے کھارے پن کو پوری طرح ختم کر دیتا ہے اور

میٹھا بنا کر برساتا ہے ورنہ انسانی حکومتیں پانی کو کھارے سے میٹھا بنانے میں عاجز ہیں اور ان کے پاس ویسے وسائل نہیں جو کروڑہا گیلن پانی کو میٹھا بنا سکیں، اگر اللہ تعالیٰ پانی کو اتنا عام کر کے نہ رکھتا تو انسان اپنی محنت کی کمائی ساری کی ساری پانی کے خریدنے میں خرچ کر دیتا تھا، اس لئے انسان کو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا خوب احساس ہونا چاہئے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا احسان ہی احسان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی کیسا کمال ہے کہ گندہ، ناپاک، بدبودار پانی جب زمین کے اوپر سے بہتا ہوا گذرتا ہے تو زمین اس کی پوری گندگی اور ناپاکی کو اپنے اندر لے لیتی ہے اور پانی بہتے بہتے پاک صاف ہو جاتا ہے گویا زمین کے ذرّات پانی کو پاک صاف کرنے کے آلے ہیں، پھر یہ پانی ندی نالوں اور دریاؤں سے گذر کر جب سمندروں میں مل جاتا ہے تو اس میں جو بھی گندگی، جراثیم، کیڑے وغیرہ شامل ہوتے ہیں وہ سمندروں کی کھار سے مرجاتے ہیں، گویا سمندروں کا کھارا پن پانی کے تمام جراثیم اور گندگی کو ختم کر دیتا ہے الحمد للہ۔ یہ کیسا عجیب وغریب نظام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پانی میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ اس سے کپڑے بھی صاف ہوتے، اس سے انسانی جسم بھی صاف ہوتے، بول و براز بھی صاف ہوتا، گھر بھی تعمیر ہوتے، انسانی غذائیں اسی سے تیار ہوتیں، کھیت اور باغات اسی سے آباد ہوتے، انسانوں اور جانوروں کی پیاس اسی سے بجھتی ہے تو ذرا غور کیجئے کہ اگر پانی کو اللہ تعالیٰ اتنا عام نہ رکھتا تو انسان اتنا پانی کہاں سے خرید کر استعمال کر سکتا تھا، اس لئے انسان کو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس کے مالک اور پروردگار نے اس کی آسانی اور سہولت کیلئے ربوبیت کے کتنے آسان انتظامات کئے ہیں، زمین کے وہ حصے جو ریگستانی ہیں جہاں میلوں پانی نہیں ملتا وہاں کے لوگوں سے پوچھئے کہ پانی ان کیلئے کتنی قیمتی اور اہم چیز ہے، جن مقامات پر پانی نہیں ملتا وہ مقامات انسانی آبادیوں اور جانوروں اور پرندوں سے غیر آباد ہوتے ہیں اور وہاں پر سبزہ میلوں نظر نہیں آتا، پانی میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ہر معمولی وزنی چیز چاہے لکڑی کا ٹکڑا ہو یا کنکر سب کو اپنے اندر ڈبو دیتا ہے، مگر انسانوں کے بنائے ہوئے ہزاروں ٹن وزنی جہازوں کو وہ پانی پر پھولوں کی طرح تیرتے رہنے کی اجازت دے رکھا ہے اور انسان نہ صرف سفر کرتا ہے بلکہ ہزاروں ٹن سامان ایک مقام سے دوسرے مقامات تک ان ہی جہازوں کے ذریعہ منتقل کرتا رہتا ہے، اسی سمندری پانی سے انسان اپنی

غذاؤں کی مزیدار چیز نمک نکالتا اور روزگار کماتا ہے، غور کیجئے کوئی جانور اپنی غذا میں نمک نہیں ملا سکتا، اسی پانی سے قیمتی موتی بھی حاصل کرتا ہے، سمندروں ہی سے پٹرول نکالتا ہے، گویا اللہ نے کسی پانی کو پٹرول بنایا، کسی کو گیاس کا تیل بنایا، کسی کو رَس بنایا، کسی کو کھانے کا تیل بنایا، یہ سب اللہ تعالیٰ کا کمال اور قدرت ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ کی یہ تمام نعمتیں یاد رکھ کر زندگی گذارنی چاہئے، اللہ تعالیٰ نے پانی کے برسنے کا بھی انتہائی حکیمانہ انتظام کیا ہے، اگر دریا کے دہانوں کی طرح گرتا تو جانداروں کو بہت تکلیف ہوتی اور ان کی زندگی مشکل ہوجاتی، پانی کو اللہ تعالیٰ بخارات بنا کر ہواؤں کے ذریعہ آسمانوں پر رنگین ابر کی شکل میں اڑاتا ہے اور یہ ابر کے ٹکڑے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین کے مختلف حصوں میں برستے ہیں۔

ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو ہواؤں میں اڑانے کا کیسا آسان طریقہ بنایا ہے، یہی پانی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انسانوں اور حیوانوں کے جسموں میں کہیں خون بن کر دوڑ رہا ہے اور کہیں دودھ بن کر نکل رہا ہے اور کہیں برسات بن کر برس رہا ہے، غرض انسانوں کے جسموں میں بھی پانی ہے، جانوروں کے جسموں میں بھی پانی ہے اور نباتات میں بھی پانی ہے، زمین کے اندر بھی پانی ہے، زمین کے اوپر آسمانوں میں بھی پانی ہے، جب انسان سرکش اور باغی اور نافرمان بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی پانی سے آندھی، طوفان اور سیلاب لاکر انسانوں کی پٹائی بھی کرتا ہے، پانی کو اللہ تعالیٰ نے بے رنگ بنا کر انسانوں کے استعمال میں بہت آسانی پیدا کردی جس کی تفصیل ہماری دوسری کتابوں میں بیان کردی گئی ہے۔

سورۂ واقعہ آیت: ۷۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اچھا تم نے یہ بات بھی دیکھی کہ یہ پانی جو تمہارے پینے میں آتا ہے اسے کون برساتا ہے؟ تم برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اُسے (سمندر کے پانی کی طرح) کھارا کردیں، پھر کیا اس نعمت کے لئے ضروری نہیں کہ تم شکر گذار بنو''۔

دنیا کی میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے دو قسم کا پانی رکھا ہے، ایک بالکل کھارا دوسرا بالکل میٹھا، کھارے پانی کو اسٹور (محفوظ) کر کے سمندروں میں رکھا ہے اور میٹھے پانی کو برف کی شکل میں پہاڑوں پر محفوظ رکھا ہے، چنانچہ شروع دنیا سے قطب شمالی اور قطب جنوبی میں برف کے پہاڑوں کے پہاڑ ہیں اور دنیا کے دوسرے علاقے مثلاً کشمیر، شملہ اور ہمالیہ کے بیشتر حصوں پر

برف ہی برف ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس برف کو سال بھر آہستہ آہستہ پگھلا کر ندی اور دریاؤں کی شکل میں زمین پر بہاتا اور زمین کے سیکڑوں میل کے حصہ کو سیراب کرتا، زرخیز بناتا ہے تاکہ انسان آسانی سے زراعت کر سکے اور میٹھا پانی حاصل کر لے اور اپنی ضرورتیں پوری کر لے، یہ اللہ تعالیٰ کی جانداروں کے لئے بہت بڑی نعمت ہے کہ اس نے جانداروں کی پرورش کے ایسے زبردست انتظامات کئے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں صرف کھارا پانی ہی رکھتا تو انسان کو کروڑھا روپئے صرف پانی کو صاف کر کے استعمال کرنے میں لگ جاتے۔

حال ہی میں ٹی وی سے یہ خبریں بیان کی گئیں کہ دنیا میں برف کے جو بڑے بڑے پہاڑ تھے وہ میلوں میل گھل کر سمندروں میں گر رہے ہیں اور پانی بن رہے ہیں اس کی وجہ سے میٹھا پانی سمندروں میں مل رہا ہے، ٹی وی والے یہ اندیشہ ظاہر کر رہے تھے کہ اگر ایسا ہوگا تو دنیا میں میٹھا پانی ختم ہونا شروع ہو جائے گا اور وہ سمندروں کے پانی میں مل کر کھاری بن جائے گا جس سے جانداروں کی زندگی مشکل ہو جائے گی اور حکومتیں میٹھے پانی کے لئے جنگ بھی کر سکتی ہیں، برف کے پہاڑ پگھل جانے سے ندی اور دریاؤں میں سال بھر پانی کا بہاؤ باقی نہیں رہے گا اور میٹھے پانی کی قلت ہو جائے گی، کھارے پانی سے زراعت اور مویشیوں کو نقصان پہنچے گا اور انسانوں کو پینے کا پانی نہیں ملے گا، برف کے یہ پہاڑ پگھلنے سے سمندروں کی سطح آب میں اضافہ ہو جائے گا اور زمین کے وہ حصے جو سمندروں کے قریب ہیں ڈوب سکتے ہیں اور زمین کے وہ حصے جو سمندروں سے دور ہیں دریا ندی نالے خشک ہو جانے سے پانی کی قلت سے دوچار ہو جائیں گے اور پانی زمین میں سے غائب ہو جائے گا، چنانچہ فی الوقت دنیا کے مختلف خطوں میں پانی منیرل واٹر کی شکل میں فروخت ہو رہا ہے جبکہ پچھلے زمانوں میں پانی کبھی فروخت نہیں ہوتا تھا، اس لئے انسان اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کرے اور اسے ضائع نہ کرے اور بداعمالیوں کے ذریعہ اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو آنے کی دعوت نہ دے اور پانی کے ملنے پر بار بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتا رہے، دنیا کے موجودہ حالات سے قیامت کے آثار شروع ہو جانے کا یقین کرے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی عمر اب تقریباً مکمل ہو چکی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جو پیشین گوئیاں کی ہیں وہ سب ظاہر ہونی شروع ہو گئی ہیں، دنیا کے سائنسدان بتلا رہے ہیں کہ دنیا کی چیزوں میں سے انرجی مسلسل ختم ہوتی جا رہی ہے، ان میں سے پانی بھی کم ہونا شروع ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور و فکر کا ایک طریقہ

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔ (اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکتے)

انسان کو اپنی روزمرہ کی زندگی کا جائزہ لینا چاہئے، کسی زمانہ میں انسان چکّی سے آٹا بناتا اور گھنٹوں اس کو گیہوں پیسنے میں خرچ کرنا پڑتا تھا، ان کی عورتیں چکی چلا چلا کر تھک جاتی تھیں، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو وہ صلاحیتیں عطا فرمائیں کہ اس نے چکی کی جگہ مشینیں تیار کیں اور اب انسان کو کچھ ہی منٹوں میں گھر بیٹھے آٹا مل رہا ہے، کئی مسالے وہ مشینوں کے ذریعہ آسانی سے بغیر محنت کئے پیس لیتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی گذارنے میں اس کو کتنی آسانی پیدا کردی، کیا انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ احسان یاد نہیں آتا؟

اسی طرح پچھلے زمانوں میں ہر جگہ باؤلی اور کنویں نہیں تھے، انسانوں کو دور دور سے پانی اپنے گھروں کو لانا پڑتا تھا، پانی بنڈیوں اور مختلف انسانوں کے ذریعہ گھروں میں پہنچایا جاتا تھا یا پھر سرکاری نلوں سے گھڑے بھر بھر کر لانا پڑتا تھا، اسی طرح کھیتوں کو باغوں کو دن بھر باؤلی اور کنوؤں سے پانی کھینچ کر ڈالنا پڑتا تھا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو وہ ترقی عطا فرمایا کہ آج گھر گھر نل آچکے ہیں اور انسان بورویل کے ذریعہ آسانی سے پانی حاصل کرلیتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ اللہ نے اس کے لئے کتنی سہولت پیدا فرمادی، کیا انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ احسان یاد نہیں آتا؟

کسی زمانہ میں انسان جھونپڑیوں اور چھپر کے مکانوں اور کچے مکانوں میں رہتا تھا اور گھروں کے سامنے کھلی موریاں ہوتی تھیں، آج اللہ نے انسانوں کو یہ صلاحیت عطا فرمایا کہ وہ سمنٹ، لوہا اور کنکر جیسی چیزوں سے آر سی سی کے بنگلے اور محلات بنا رہا ہے اور آرام کی زندگی گذار رہا ہے، پچھلے زمانوں میں جو تکالیف ہوتی تھیں اس سے وہ محفوظ ہوگیا اور گھروں کو جنت نما بنا کر زندگی گذار رہا ہے، ذرا غور کیجئے کہ اللہ نے اس کو زندگی گذارنے میں کتنا آرام عطا فرمایا، کیا انسان کو اللہ تعالیٰ کے یہ احسانات نظر نہیں آتے؟

پچھلے زمانوں میں انسان گھوڑوں، اونٹوں، گدھوں پر سفر کرتا تھا، ایک خاندان کے چار چھ افراد ہوں تو ان کو ایک گھوڑے اور اونٹ پر سفر کرنا مشکل تھا، پھر یہ سفر مہینوں میں مکمل ہوتا تھا، راستے خطرناک ہوتے، جان و مال کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو یہ

صلاحیت عطا فرمائی کہ وہ اونٹ، گھوڑے اور گدھوں کی جگہ تیز رفتار سواریاں ایجاد کیں اور اب تو ہوائی جہاز کا زمانہ ہے وہ ان پر خود بھی اور اپنے افراد خاندان کے ساتھ ٹنوں وزن کا سامان لیکر محفوظ طریقوں سے سفر کرتا ہے، جان و مال کی حفاظت کے ساتھ دوسرے مقامات پر منٹوں اور گھنٹوں میں پہنچ جاتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندگی گذارنے میں کتنی آسانی پیدا کر دی، کیا انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے یہ احسانات نظر نہیں آتے؟

کسی زمانہ میں انسان دو چار جوڑے کپڑوں سے زائد استعمال نہیں کر سکتا تھا اس لئے کہ اتنا کپڑا جو آج تیار ہو رہا ہے پچھلے زمانوں میں تیار نہیں ہوتا تھا اور لوگ زیادہ تر ربر کی چپل یا ننگے پیر پھرتے تھے، چمڑے کی صنعت جو آج ہے پچھلے زمانوں میں نہیں تھی، اللہ نے انسانوں کو کپڑے اور چمڑے کی صنعت میں ترقی کرنے کی صلاحیت دی جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کے لباس اور جوتے، چپل پہن کر زندگی گذار رہا ہے، کیا انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے یہ احسان یاد نہیں آتے؟

پچھلے زمانوں میں انسانی گاؤں تو گاؤں شہروں میں بھی قندیلیں ہوتی تھیں اور شام ہوتے ہی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا جاتا تھا، گلیاں اور سڑکیں سنسان ہو جاتی تھیں، لوگوں کو رات کے اوقات میں لکھنا پڑھنا مشکل تھا اور وہ باہر نکلنے سے ڈرتے تھے، چوری اور لوٹ مار کا بہت زیادہ خطرہ رہتا تھا، مگر اللہ نے انسانوں کو برقی تیار کرنے کی صلاحیت دے کر اتنی سہولت دیدی کہ وہ گاؤں گاؤں روشنی کا انتظام کر کے اسی روشنی میں رات کے وقت بھی تیز رفتار گاڑیاں چلا رہے ہیں اور رات کو دن کی طرح لکھنے پڑھنے اور کارخانوں کو چلانے میں مدد لے رہے ہیں، غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندگی گذارنے میں کتنی سہولت عطا فرمائی، کیا انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے یہ احسان یاد نہیں آتے؟

کسی زمانہ میں انسان پتوں، پتھروں، چمڑوں پر لکھ کر اپنی زندگی کے کاروبار انجام دیتا تھا، اللہ نے انسانوں کو کاغذ کی صنعت بنانے کی صلاحیت دے کر پرنٹ میڈیا دیدیا اور آج پرنٹ کے لئے بڑی بڑی مشینیں وہ تیار کر کے اپنے تمام کتابیں اور کاغذات پرنٹ ہی کے ذریعہ تیار کر رہا ہے، اسی طرح کسی زمانہ میں سفر کے لئے راستے کچے ہوتے تھے، ندی، نالے اور دریاؤں میں جب پانی کم رہتا تو انسان ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جا سکتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو وہ صلاحیت عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دریاؤں، ندی اور نالوں پر پُل

ڈال کر آسانی سے سفر کرتا ہے، ورنہ برسات میں راستے کٹ جاتے، پانی کی سطح اونچی ہوجاتی اور لوگ ندی اور نالوں کو عبور نہیں کرسکتے تھے، یہ سب سہولتیں پچھلے زمانہ کے لوگوں کو حاصل نہیں تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا اور انسان کو یہ نعمتیں یاد رکھ کر زندگی گذارنی چاہئے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی عطا فرما کر جسمانی بیماریوں کے علاج کے لئے خون، بول و براز کی خرابیوں کو دور کرنے اور بیماریوں کے پیدا ہونے کی وجوہات آسانی سے جان لینے کے لئے نئی نئی مشینیں اور ٹکنالوجی کے استعمال کا طریقہ سکھایا، اسی طرح دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں فیکس کے ذریعہ اپنے خطوط کو پہنچانے اور ماں باپ و اولاد کو منٹوں اور سکنڈوں میں ایک دوسرے کے سامنے ٹھہر کر کیمروں کے ذریعہ بات کرنے اور دیکھنے کی صلاحیت دی اور موجودہ زمانہ میں تو ترقی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کا ہر کام کمپیوٹر کو ایجاد کرکے کیا جارہا ہے، کیا یہ سب اللہ کی نعمتیں ہی نعمتیں نہیں ہیں؟ کیا انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے یہ احسانات یاد نہیں آتے؟ غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سہولت دے کر زندگی گذارنا آسان نہ کیا ہو، آخر انسان اللہ تعالیٰ کی سہولتوں پر غور وفکر کیوں نہیں کرتا؟

اس مضمون کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ہماری کتاب ''رحمٰن ورحیم پر غور وفکر'' پڑھیے۔

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّكَلِمَاتِ اللّٰهِ رَبِّىْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّىْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَ دًا ۝ (سورۂ کہف)

(کہد وا ے پیغمبر!) اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کیلئے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہوجائیں گے لیکن میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگر چہ ہم ایسا ہی ایک اور سمندر کیوں نہ لے آئیں۔

وَ لَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَ تْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (سورۂ لقمان)

اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں وہ قلم بن جائیں اور سمندر اور اس کے بعد سات سمندروں کا پانی سیاہی ہوجائے تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔